اسلام کے نام پر
ہویٰ پرستی

کیپٹن مسعود الدین عثمانی کراچی والے
کے عقائد ونظریات کا علمی وتحقیقی جائزہ

تالیف
مولانا نور محمد قادری تونسوی حفظہ اللہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ

فہرست

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نمبر شمار
95	جو کام ہو چکا دوبارہ اس کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے	28
97	نام نہاد قرآنیوں کی ایک اور جہالت	29
97	اہل ہویٰ کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی	30
98	اس پر 4 آیات	31
99	فتنوں اور فرقوں کی بارش	32
100	مقصد تالیف	33
101	کیپٹن مسعود الدین قرآن کا منکر تھا	34
101	اس پر 6 آیات	35
104	مسعودیوں کی حماقت	36
104	اولاً، ثانیاً، ثالثاً	37
105	7 مزید آیات کا انکار	38
107	مزید 4 آیات کا انکار	39
109	مشرکانہ ذہنیت اور کثیر آیات کا انکار	40
110	دو دعوے اور ایک دلیل	41
110	قدرت باری تعالیٰ کو رد کرنے کے لئے ایک بہانہ	42

التماس

کتاب کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے
اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن
میں اس کا تدارک کیا جاسکے۔

محمد علی

ناظم مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ

0346-7357394

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

بندہ عرصہ زائد از بیس سال سے ترنڈہ محمد پناہ کی مرکزی جامع مسجد میں خطابت جمعہ اور نماز صبح کے بعد درس قران مجید کی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ **الحمد للہ علی حسن التوفیق** نیز ترنڈہ شہر کے مشرقی بائی پاس پر واقع دینی درسگاہ جامعہ عثمانیہ کی ہمہ قسم کی خدمات میں مصروف و مشغول ہے۔ **الحمد للہ حمداً کثیراً اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ** .(آمین)

اس شہر میں چند افراد کراچی کے کیپٹن مسعود الدین عثمانی کے پیروکار اور ماننے والے ہیں یہ لوگ مسعود الدین کی کتب اور رسائل کو عوام میں خوب پھیلاتے ہیں اور یوں اس کے نظریات باطلہ اور عقائد فاسدہ کی تشہیر کرتے ہیں ۔ یہ لوگ پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی تکفیر کرتے ہیں ان پر شرک وکفر کے فتوے صادر کرتے ہیں کسی مسلمان کو سلام نہیں کرتے اور نہ ہی کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں کسی مسلمان حتی کہ بھائی اور باپ اگر ان کے نظریات پر نہ ہوں تو اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرتے قرآن مجید کی آیات بینات کی صریح تحریف کرتے ہیں احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں یا پھر تاویلات فاسدہ کر ڈالتے ہیں۔ ائمہ کرام کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں حتی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو برملا کافر کہتے ہیں علمائے حق کے بارے میں گندی زبان استعمال کرتے ہیں عوام کو علماء دین سے متنفر کرنے کے لیے ہزاروں چالیں چلتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو سبق پڑھاتے ہیں کہ ان مولویوں کے قریب مت جاؤ ان کی باتیں نہ سنو یہ ایسے ویسے ہیں ۔ یہ دین فروش ہیں وغیرہ وغیرہ۔

الغرض! بے شمار باتیں جو اخلاق سے گری ہوئی ہیں ان سب کی علماء اسلام کے حق میں گردان کرتے ہیں اور دن رات کرتے رہتے ہیں حتی کہ ایسی باتوں سے خاموش ہونا نہیں جانتے جہاں اٹھتے بیٹھتے ہیں وہاں علمائے اسلام کا گلہ شکوہ کرتے رہتے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مولویوں کی بدگوئی اور بدزبانی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے اور ان کے روح کی غذا ہے جاہل اتنے ہیں کہ سادہ قرآن پر کسی آیت کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکتے عربی عبارت کی پہچان تو کجا ضرب یضرب کو بھی نہیں جانتے کتب حدیث اور محدثین کے معنوں کا صحیح تلفظ نہیں کر سکتے نہ اللہ تعالی کی توحید کو جانتے ہیں نہ ہی قرآن وحدیث کو اور کسی صحیح عالم دین سے انہوں نے دینی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ اردو رسائل پر گزارا کرتے ہیں بیشتر لوگ ماسٹر یا ریٹائرڈ ماسٹر ہیں یا پھر ڈاکٹر اور نیم حکیم ہیں باوجود ایسی جہالت کے فتویٰ زنی میں بڑے جری اور دلیر واقع ہوئے ہیں۔

اسلامی تعلیمات سے یکسر کورے ہونے کے باوجود بلکہ کوسوں دور ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسلم اور دوسرے مسلمانوں کو غیر مسلم گردانتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے متعلق نہایت گستاخانہ باتیں کرتے ہیں حتٰی کہ آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''یہ شرک کی جڑ ہے۔ ہمارے بس میں ہوتا تو ہم اس کو بلڈوز کر دیتے۔'' معاذ اللہ! خدا کی پناہ! ایسے گستاخانہ کلمات سے پھر ان ناانصاف لوگوں نے یہ کہہ کر کہ اصل تو عقیدہ ہے وہ ٹھیک ہے تو کامیابی ہے لوگوں کو بداعمالیوں اور برائیوں پر دلیر بنا دیا ہے اور خود بھی اس کردار کے مالک ہیں کہ اپنے باپ کی جائیداد کو قرآنی دستور کے مطابق تقسیم نہیں کیا، گھروں میں پردہ شرعی کا اہتمام نہیں، چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی نہیں، رشوت دینے دلوانے والا کاروبار بھی چلا رہے ہیں۔ حافظ صاحبان کو اپنے گھروں میں بلا کر قرآن پڑھتے اور پڑھواتے ہیں اور باقاعدہ ان کو تنخواہ

دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تنخواہ حرام ہے۔ حالانکہ گھروں میں قرآن مجید کی خرید وفروخت کی منڈی لگارکھی ہے زیادہ تر لوگوں کو زن وزر کی لالچ میں اپنا پیروکار بنالیتے ہیں اس سب کے باوجود اپنے آپ کو ''مسلمین'' کہتے ہیں اور عمل بالقرآن اور عمل بالحدیث کا کھوکھلا دعوی کرتے ہیں اور اگر انہیں ان کی کسی بھی بدعملی پر ٹوکا جائے تو فوراً یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ یہ ہمارا ذاتی فعل ہے یہ ہمارا ذاتی عمل ہے گویا شریعت لوگوں کے لیے ہے ان کی ذات کے لیے نہیں ہے۔ان کو قرآن مجید کا کوئی اور حکم نظر نہیں آتا سارے قرآن مجید میں ان کو صرف یہی نظر آتا ہے کہ:''مردے نہیں سنتے،مولوی تنخواہ کیوں لے رہا ہے؟ یہ قرآن پڑھاتا ہے، پکوڑوں کی ریڑھی لگائے۔''بس ان کا قرآن یہی ہے۔

قائلین سماع موتی اور قائلین حیات الانبیاء علیہم السلام کو برملا مشرک کہتے ہیں بلکہ معمولی سی باتوں پر شرک وکفر کا فتویٰ لگادیتے ہیں۔تو بندہ عاجز جب سے ترنڈہ محمد پناہ میں مقیم ہے اسی وقت سے اس نئے فتنہ کا تعاقب جاری رکھا ہوا ہے بیانات میں اور عمومی خصوصی مجالس میں علماء وطلبا میں ان لوگوں کے غلط نظریات واضح کرکے لوگوں کو اس فتنہ سے دور اور محفوظ کرنے کی کوشش جاری رکھی۔البتہ اس الحادوزندقہ کے سدباب کے لیے کسی کتاب لکھنے کی ہمت نہ ہورہی تھی کیونکہ علمی بے مائیگی کے ساتھ اور بھی بہت سے نامساعد حالات اورعوارضات سے دوچار تھا۔البتہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس فرقہ کے خلاف ایک کتاب لکھوں لیکن مجبوریاں مانع بنی رہیں۔

سبب تالیف کتاب: اس اثنا میں بندہ عاجز کے پاس کراچی سے ایک خط آیا لکھنے والا ایک طالب علم معلوم ہوتا ہے شاید اس کو بندہ عاجز کے متعلق غائبانہ معلومات فراہم کی گئیں ہیں کہ وہ اس فتنہ وفرقہ مسعودی کے متعلق معلومات رکھتا ہے اور اس کا تعاقب کرتا رہتا

ہے۔اس خط میں طالب علم نے لکھا ہے کہ ہمارے خاندان کے کچھ لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا خاندان انتشار اور افتراق کا شکار ہو چکا ہے حتی کہ ایک دوسرے سے سلام وکلام بند ہوگیا ہے اور ایک دوسرے کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے

الغرض !اچھا خاصا بگاڑ رونما ہو چکا ہے اور مجھ سے اس ساتھی نے سوال کیا کہ میں ان کی طرف کتاب وسنت کے ایسے دلائل لکھ کر بھیجوں جن سے ان کے عقائد فاسدہ اور نظریات باطلہ کا قلع قمع ہو جائے اس اللہ کے بندے کا یہ خط ایسے دکھ ودرد اور فکر سے لکھا ہوا تھا کہ بندہ اپنی نااہلی اور عوارضات کا عذر نہ کرسکا بلکہ ان سب کے باوجود دل میں تہیہ کرلیا کہ ان شاء اللہ اس پر کچھ نہ کچھ ضرور تحریر کروں گا۔البتہ اس وقت خیال یہ تھا کہ دواڑھائی صفحات لکھ کر کراچی روانہ کردوں گا۔ چنانچہ بندہ عاجز نے اس ساتھی کو خط لکھ کر اپنے اس ارادہ کا اظہار کردیا اور ادھر تھوڑا بہت **بسم اللہ** پڑھ کر لکھنا بھی شروع کردیا۔چنانچہ **بحمد اللہ وحسن توفیقه** میرے تصور سے بھی زیادہ مواد جمع ہوگیا۔یہاں تک کہ میری کاپی کے پانچ صد بارہ صفحات ضبط تحریر میں آ گئے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ بندہ عاجز نے اس کتاب میں کفار کے ناپاک عزائم کو بیان کیا کہ وہ ہر حیلے اور ہر بہانے سے اور ہر رنگ میں مسلمانوں کو اصل دین اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے عہد اول سے سرتوڑ کوششیں کرتے چلے آرہے ہیں پھر مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی حقانیت کو بیان کیا اور بتایا کہ یہ کوئی مذموم فرقہ نہیں ہے بلکہ ایک برحق جماعت ہے جو آپ ﷺ کے عہد مبارک سے چلی آرہی ہے اور قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور فرقے تو وہ ہیں جو اس کاروان حق سے کٹ کر اپنی علیحدہ جماعتیں بنارہے ہیں اگرچہ وہ لاکھ بار اسلام اور قرآن کا نام استعمال کریں، بہرحال وہ فرقے ہیں۔ پھر ان مذموم اور گمراہ فرقوں کی خوفناک چالوں اور خطرناک تلبیسات کو بیان کیا گیا۔اس کے بعد کیپٹن

مسعود الدین عثمانی آف کراچی کے نظریات و عقائد کا بڑی بسط و تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا گیا ان کے رسائل اور کتب کو سامنے رکھ کر ان کے جھوٹ، دھوکے، خیانتیں، تحریفات اور تلبیسات کو خوب واضح کیا اور پھر ان کے 14 مخصوص عقائد کا مکمل اور مدلل رد کیا گیا۔ جن میں یہ لوگ علماء اسلام سے اختلاف کرتے ہیں اور وہ 14 مسائل درج ذیل ہیں۔

وہ چودہ مسائل جن میں

یہ لوگ علماء اسلام سے جداگانہ رائے رکھتے ہیں

(۱) فرقہ کیا ہے؟

(۲) فرقہ پرست کون ہیں کیا یہ لوگ اہل اسلام یا "مسلمین" ہیں؟

(۳) آپ ﷺ کی قبر مبارک سارے مقامات سے افضل ہے

(۴) التوسل بالانبیاء والصالحین

(۵) الاستشفاع عند القبر الشریف

(۶) آپ ﷺ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں

(۷) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو "سیدنا و مولانا" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

(۸) آپ ﷺ کو "حضرت یا حضور" کہنا جائز ہے؟

(۹) آپ ﷺ مقصد کائنات ہیں

(۱۰) اللہ تعالیٰ کو خدا تعالیٰ کہنا

(۱۱) مردوں اور عورتوں کی نماز کا فرق (۱۲) جھاڑ پھونک اور تعویذات

(۱۳) ایصال ثواب الی الاموات (۱۴) علماء معلمین، مدرسین اور آئمہ مساجد کی تنخواہوں کا مسئلہ۔

ان چودہ مسائل میں یہ لوگ علمائے اسلام سے جداگانہ رائے رکھتے ہیں چنانچہ بندہ عاجز نے کتاب وسنت اوراجماع امت کےقوی دلائل سےان کے باطل خیالات کا قلع قمع کیا ہے اور مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی پرزور وتائید ونصرت کی ہے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کےسلسلہ میں پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔

باقی رہے تین اور مسائل (۱) عقیدہ حیاتِ قبر (۲) عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام (۳) مسئلہ عام سماع موتی۔ان پر اگرچہ اصولی طور پر بحث کی گئی ہے لیکن مفصل گفتگونہیں کی گئی کیونکہ ان مسائل پر بندہ عاجز کی کتاب **الحیات بعد الوفات** یعنی ''قبر کی زندگی'' چھپ کر، علماء اسلام اور مشائخ عظام سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے ان کے علاوہ بھی ان لوگوں کے کچھ خیالات باطلہ ہیں لیکن بندہ عاجز کی اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاءاللہ ان کے تمام آراء وافکار کا باطل وفاسد ہونا کھل کر ایک منصف مزاج آدمی کے سامنے آجائے گا لہذا ان کی تردید کی چنداں ضرورت نہیں ہے تاہم اگر ضرورت پڑی تو بندہ ان کی تردید کے لئے بھی ہر وقت تیار ہے ان شاءاللہ العزیز۔ بشرط زندگی وتوفیق ایزدی اگر بالفرض موت وغیرہ عوارض کی وجہ سے مجھ سے یہ بقیہ کام نہ ہوسکا تو ان شاءاللہ علماء حق میدان میں آکر یہ کام سرانجام دیں گےاور میری یہ کتاب بنیاد کا کام دے گی۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل شانہ مجھے اس کام میں خلوص نصیب فرمائے۔ ریاکاری اور شہرت سے محفوظ رکھے اپنی رضا کے لئے اس کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو خصوصا طلبہ دین کو اس سے نفع اٹھانے کی توفیق بخشے خصوصا میری تمام اولاد کو اس سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور بندہ عاجز کے لیے اس کو آخرت کا ذخیرہ اور ذریعہ نجات بنائے اور میرے دینی اور دنیاوی تمام حالات کو درست فرمائے۔ اللہ کرے کہ یہ کتاب جلد از جلد چھپ کر منظر عام پر آجائے (**آمین ثم آمین یا رب العالمین**)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین والصلوۃ والسلام علی من ارسلہ رحمۃ للعالمین وعلی الہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین.

امابعد :

بندہ ابواحمد نور محمد خادم جامعہ عثمانیہ تر نڈہ محمد پناہ اپنے تمام سنی بھائیوں کی خدمت میں عرض گداز ہے کہ اس دور پرفتن میں جس طرح جان ومال کے بکثرت ڈاکو اور لٹیرے موجود ہیں اور ہر قسم کے حیلوں، بہانوں، اور فریبوں سے وارداتیں کر کے بے چارے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے ہیں اسی طرح بکثرت ایمان کے بھی ڈاکو موجود ہیں ایمان کے یہ ڈاکو نئے نئے طریقہ کار سے بے چارے سادہ لوح عوام کے ایمان کو لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں کبھی طمع لالچ دے کر، کبھی نوکری اور چھوکری کا جھانسہ دے کر، کبھی جعلی اور مصنوعی اخلاق دکھا کر، کبھی رعب ودھونس رکھ کر، کبھی بناوٹی خیر خواہ اور ہمدرد بن کر اور پھر ایمان کے یہ لٹیرے قسم قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر لوگوں کے ایمان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں، کبھی توحید کے نام پر، کبھی قرآن کے نام پر، کبھی قرآن وحدیث کے نام پر، کبھی حب رسول ﷺ کے نام پر، کبھی محبت اہل بیت کے نام پر اور کبھی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایمان کے دشمن درحقیقت کافر ہیں خواہ وہ مشرک ہوں یا یہود ونصاری ہوں یا سکھ وہندو ہوں بہرحال کفار کی تمام اقسام مسلمانوں کے ایمان کے لوٹنے کے درپے ہیں اور یہی کفار مسلمانوں کو کافر ومرتد بنانے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں لیکن یہ ظالم اپنے ان ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے بعض نام نہاد مسلمانوں کو بطور آلہ وہتھیار کے استعمال کرتے

ہیں یہ لوگ مسلمانوں میں سے اپنے ہم مزاج لوگ چن کر انہیں خرید کرتے ہیں پھر ان کو مقدس ناموں کا لیبل لگا کر مسلمان معاشرہ میں سپلائی کرتے ہیں کوئی اسلام کا، کوئی قرآن کا، کوئی قرآن وحدیث کا، کوئی توحید کا، کوئی عشق رسول ﷺ کا، کوئی محبت اہل بیت کا، کوئی تحقیق کا اور کوئی اتحاد بین المسلمین کا لیبل لگا کر مسلمانوں کے دلوں میں ضروریات دین اور پختہ عقائد کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں اور وساوس ڈالتے ہیں ان لوگوں کی اس ظالمانہ واردات سے ایک سادہ لوح آدمی کسی ضروری عقیدہ کا انکار کر کے دین اسلام سے ہاتھ بھی دھو بیٹھتا ہے اور خود کو ایک صحیح مسلمان بھی سمجھتا رہتا ہے اور ایسا مسلمان کہ دوسرے مسلمان اس کو کافر نظر آتے ہیں اور چونکہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو اسلام سمجھتا ہے، دین سمجھتا ہے اور حق سمجھتا ہے اس لئے ایسے کفریات سے اس کو توبہ کی توفیق بہت کم نصیب ہوتی ہے مثال کے طور پر مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ کو دیکھ لیجئے کافر انگریز نے اس شخص کا چناؤ کیا، اس کو خریدا انگریز کا یہ خود کاشتہ پودا ''خدمتِ اسلام'' کے لیبل سے مسلمان معاشرہ میں آیا اور خدمت اسلام اور تحقیق واصلاح کے نام پر اس ظالم نے ختمِ نبوت، حیات ونزول مسیح علیہ السلام اور جہاد وغیرہ درجنوں عقائد اسلامیہ سے لاکھوں مسلمانوں کو منحرف کر کے ارتداد کے گھاٹ اتار دیا۔

یقین جانیے! مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کافروں کے خود کاشتہ پودے ہزاروں کی تعداد میں ہمارے معاشرہ میں موجود ہیں اور مقدس لیبلوں اور پُرکشش نعروں کے ذریعہ تحقیق اور اصلاح کے نام پر بہت سے لوگوں کو ضروریاتِ دین کا منکر بنا کر ارتداد کی جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور پھر ان چالبازوں کی چالاکی کا اندازہ لگائیے کہ آدمی ضروریاتِ دین کے انکار کی وجہ سے خارج از اسلام ہونے کے باوجود خود کو پکا کھرا مسلمان سمجھتا ہے گمراہ ہونے کے باوجود اپنے کو راہ راست پر سمجھتا ہے قرآن مجید کے پیش کردہ عقائد ونظریات کو ٹھکرانے

کے باوجود اپنے آپ کو قرآن کا ٹھیکیدار خیال کرتا ہے۔ چنانچہ کفار کے ان عزائم کو مندرجہ ذیل آیات میں ملاحظہ فرمائیں۔

کفار کے ناپاک عزائم

آیت نمبر(۱) ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردو کم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتد د منکم عن دینه فیمُت وهو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والاخرة واولئک اصحاب النار هم فیها خالدون.

(بقرہ آیت ۲۱۷)

ترجمہ: ''یہ کفار تمہارے ساتھ ہمیشہ جنگ رکھیں گے اس غرض سے کہ اگر قابو پاویں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مر جاوے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔''

آیت نمبر(۲) یاایهاالذین اٰمنوا ان تطیعوا فریقاً من الذین اوتوا الکتاب یردوکم بعد ایمانکم کٰفرین. (آل عمران ؛آیت ۱۰۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی ہے کسی فرقہ کا کہنا مانو گے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے۔''

آیت نمبر(۳) یاایهاالذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لایألونکم خبالا ودوا ماعنتم قدبدت البغضآء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر .

(آل عمران ؛آیت ۱۱۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں واقعی بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے۔''

آیت نمبر (۴) ودوالوتکفرون کما کفروافتکونون سوآء فلا تتخذوامنهم اولیاء . (نساء ؛آیت ۸۹)

ترجمہ: ''وہ (کفار) اس تمنا میں ہیں کہ جیسے وہ کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ جس میں تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ، سوان میں سے کسی کو دوست مت بنانا۔''

آیت نمبر (۵) ولولاان ثبّتناک لقدکدتَ ترکنُ الیهم شیأًقلیلاً .

(بنی اسرائیل؛آیت ۷۴)

ترجمہ: ''اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔''

قارئین کرام! اس مضمون کی آیات اور بھی بہت ہیں جن میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ لوگ انہیں دین اسلام سے منحرف کرنے اور مرتد بنانے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں اور اپنے غلیظ مقصد کے لئے وہ کئی حربے حیلے استعمال کرتے ہیں اور قسم قسم کی چالیں چلتے ہیں لیکن ان لوگوں کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ نام نہاد مسلمانوں کو دام ہم رنگ زمین کے اصول کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور کفار کے یہ چیلے ایسے عیار و چالاک ہوتے ہیں کہ ایک سیدھے سادے مسلمان کے سامنے جھوٹ کو سچ، باطل کو حق، کفر کو اسلام اور غلط کو صحیح باور کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ غیر مسلموں کے یہ آلہ کار نام نہاد ''مسلمین''

اسلام کے نام پر الحاد، توحید کے نام پر زندقہ، قرآن کے نام پر اپنے غلط نظریات، اصلاح کے نام پر فساد، تحقیق کے نام پر تشکیک اور اتحاد کے نام پر مسلمانوں میں تفرقہ بازی اور اختلاف پیدا کرنے کی سعی ناتمام کرتے ہیں درحقیقت یہی لوگ فتنے اور فرقے ہیں جن کی حدیث شریف میں پیشگوئیاں دی گئی ہیں اور ان سے بچے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فتنہ: فرقہ اور فتنہ پردازوں، فرقہ سازوں کے متعلق پیش گوئیاں

حدیث نمبر (۱) عن عائشة ﷞ قالت قال رسول الله ﷺ من اَحدَثَ فِی اَمرِنَا هَذا مالیس منه فهو رد .متفق علیه (مشکوۃ ص ۲۷)

ترجمہ: ''سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے ہمارے اس دین اسلام میں کوئی نئ چیز (یعنی کوئی نیا عقیدہ یا نیا عمل نکالا) ایجاد کی جو اس دین میں سے نہیں ہے، تو وہ مردود ہے۔''

حدیث نمبر (۲) عن جابر ﷛ قال ؛ قال رسول الله ﷺ اما بعد! فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة .رواه مسلم (مشکوۃ ص۲۷)

ترجمہ: ''حضرت جابر ﷛ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بعد حمد وصلوۃ! یقیناً سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے سب سے بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے سب سے بدترین چیز (عقیدہ یا عمل) وہ ہے جس کو دین میں نیا نکالا گیا اور ہر بدعت (اپنی طرف سے دین میں پیدا کی ہوئی نئ بات؛ عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے۔''

حدیث نمبر (۳) عن ابن عباس ﵄ قال قال رسول الله ﷺ ابغض الناس

الی اللہ ثلاثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ و مطلب دم امرئ مسلم بغیر حق لیھریق دمہ.رواہ البخاری (مشکوۃ ص ۲۷)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''اللہ تعالی کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند شخص تین ہیں۔حرم محترم میں بے دینی اور کجروی کرنے والا،اسلام میں جاہلیت کے طریقوں کو ڈھونڈھنے والا،کسی مسلمان کے خون ناحق کا طلب گار تا کہ اس کے خون کو بہائے۔''

حدیث نمبر(۴) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت صنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیأ فرخص فیہ فتنزہ عنہ قوم فبلغ ذالک رسول اللہ فخطب فحمداللہ ثم قال؛ما بال اقوام یتنزھون عن الشئ اصنعہ فو اللہ انی لاعلمھم باللہ و اشدھم لہ خشیۃ.

(متفق علیہ مشکوۃ ص ۲۷)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا اور اس کی رخصت دی لیکن کچھ لوگوں نے اس سے پرہیز کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا:''لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس کام سے پرہیز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں!! اللہ کی قسم! میں اللہ کی مرضی اور نامرضی کو ان سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔''

حدیث نمبر(۵) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت؛ تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمات ﴾وقرأ الی﴿ وما یذکر الا اولو الالباب﴾ قالت؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رأیت وعند مسلم رأیتم الذین فیتبعون ماتشابہ منہ فاولئک الذین سماھم اللہ فاحذروھم .متفق علیہ

ترجمہ: ’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیت ﴿هو الذی انزل علیک الکتاب﴾ کو ﴿وما یذکر الا اولو الالباب﴾ تک پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے وہ ایسا ہے جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں کتاب کا اصلی مدار ہیں اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو مشتبہ المراد ہیں۔ سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ جو مشتبہ المراد ہیں۔ شورش ڈھونڈھنے کی غرض سے اور اس کے مطلب ڈھونڈھنے کی غرض سے، حالانکہ اس کا مطلب بجز حق تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں‘‘

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ آیات پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) جس وقت تو دیکھے اور مسلم کی روایت میں ہے جب تم دیکھو کہ لوگ ان آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں جو متشابہ ہیں تو (تم سمجھو کہ یہ) وہ لوگ ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے اہل زیغ رکھا ہے لہٰذا ان لوگوں سے بچتے رہو۔

حدیث نمبر(۶) عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يكون فی آخر الزمان دجّالون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا آبائكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم .رواه مسلم ، (مشکوۃ ص ۲۸)

ترجمہ: ’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’آخر زمانہ میں دجال (فریبی) پیدا ہوں گے تمہارے پاس ایسی باتیں (غلط عقیدے غلط عمل) لائیں گے جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہ سنا ہو گا لہذا ایسے

لوگوں سے بچ کر رہنا اور ڈرتے رہنا دور رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔''

حدیث نمبر(۷) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی بعثه الله فی امته قبلی الا کان له فی امته حواریون واصحاب یاخذون بسنة ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم خلوف یقولون مالا یفعلون ویفعلون مالا یؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مؤمن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مؤمن ولیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل. رواه مسلم (مشکوۃ ص ۲۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے مددگار اور ساتھی اسی قوم سے نہ ہوں۔ جو اس نبی کے طریقہ کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے، پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ پیدا ہوتے جو لوگوں سے ایسی باتیں کرتے، جس پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے کام کرتے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا۔ لہٰذا تم میں جو شخص ان کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کرے، وہ مومن ہے۔ جو شخص ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے، وہ مومن ہے۔ جو شخص ان کے خلاف دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں یعنی جو شخص ان کے خلاف اتنا بھی نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔''

حدیث نمبر(۸) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بدأ الاسلام غریبا و سیعود غریبا کما بدأ فطوبی للغرباء. رواه مسلم (مشکوۃ ص ۲۹)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' اسلام

غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا لہٰذا غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔"

حدیث نمبر (۹) عن ابی هریره رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیازر الی المدینة کما تازر الحیة الی جحرها. متفق علیه (مشکوة ص ۲۹)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف سمٹ آتا ہے۔"

حدیث نمبر (۱۰) عن ابی رافع رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لاالفین احدا متکأ علی اریکته یاتیه الامر من امری مما امرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب الله اتبعناه. رواه احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجه والبیهقی فی دلائل النبوة (مشکوة ص ۲۹)

ترجمہ: "حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے تکیہ پر آسرا لگائے پڑا ہو اور میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا یا جن سے منع کیا کوئی حکم اس کے پاس پہنچے اور وہ اس کو سن کر یہ کہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ ہمیں اللہ کی کتاب میں ملا اس کی اتباع کریں گے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کچھ متکبر، بن کر حدیث کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ جو کچھ قرآن میں ہے، ہم اس کو مانتے ہیں اور حدیثوں کو نہیں مانتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص نہ ہو۔

حدیث نمبر (۱۰) عن المقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القراٰن ومثله معه الا یوشک رجل شبعان علی

اریکتہ ویقول علیکم بھذا القراٰن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع...... الحدیث رواہ ابوداؤد ورواہ الدارمی نحوہ وکذا ابن ماجۃ الی قولہ کما حرم اللہ.

(مشکوۃ ص ۲۹)

ترجمہ: ''حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''خبردار! مجھے قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ قرآن کا مثل (حدیث) بھی دیا گیا ہے۔خبردار! عنقریب اپنے تکیہ پر پڑا پیٹ بھرا ایک شخص کہے گا صرف قرآن کو لازم پکڑو، جو کچھ اس میں حلال پاؤ، اس کو حلال سمجھو، اور جو چیز اس میں حرام پاؤ، اس کو حرام سمجھو، حالانکہ یقیناً جیسے اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کی حرمت بیان فرمائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی چیزوں کی حرمت کو بیان کیا ہے۔خبردار! تمہارے لئے گھریلو گدھا اور کچلی دار درندے حلال نہیں ہیں۔''

یعنی جو شخص کہتا ہے صرف قرآن کو مانو، اور حدیث کو نہ مانو، وہ گمراہ ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی چیزوں کی حرمت بیان فرمائی اور قرآن میں ان کی حرمت بیان نہیں کی گئی، مثلاً: گھریلو گدھا، گِدھ، چیل وغیرہ۔ لہذا جس طرح قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھنا ہے۔اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال یا حرام فرمایا ہے ان پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجت ہے اس کے بغیر آدمی کا ایمان نامکمل ہے البتہ پیٹ بھرے متکبر لوگ سچی حدیثوں کا انکار کریں گے۔

حدیث نمبر (۱۲) عن العرباض بن سارية رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال: " ایحسب احدکم متكأً على اريكته يظن ان الله لم يحرم شيأً الا ما فی هذا القراٰن الا وانی والله قدامرت ووعظت ونهيت عن اشياء انها لمثل القراٰن او اكثر......الحديث رواه ابو داؤد وفی اسناده اشعث بن شعبة المصيصى قد تكلّم فيه (مشکوۃ ص ۲۹)

ترجمہ: "حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ارشادفرمایا: "کیاتم میں سے کوئی شخص اپنے تکیہ پر آسرالگا کر یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیزیں حرام کی ہیں جو اس قرآن میں ہیں، خبردار! یقیناً میں نے حکم دیا اور نصیحت کی اور بہت سی چیزوں سے منع کیا بے شک وہ قرآن کی مثل ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

حدیث نمبر (۱۳) عنه قال صلى بنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ذات يوم ثم اقبل علينا بوجهه فوعظنا موعظة بليغة زرفت منها العيون ووجلت منها القلوب فقال رجل يا رسول الله !كان هذه موعظة مودع فاوصينا فقال اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان كان عبدا حبشيا فانه من يعش منكم من بعدى فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنوا جذ وا ياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة...... رواه ابوداؤد والترمذى وابن ماجة الا انهم لم يذكر الصلوة . (مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: "حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک

دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور ہم کو نہایت موثر انداز میں نصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا۔ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! گویا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الودعی نصیحت ہے لہذا ہمیں نصیحت فرمایئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور تم کو مسلمان امیر کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اس کی باتوں کو سن کر بجا لانے کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہو، تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ ایسے وقت تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم پکڑو اور اس پر قائم رہو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم دین میں نئی نئی باتیں (غلط عقیدے، نئے عمل) پیدا کرنے سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

حدیث نمبر (۱۴) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال خط لنا رسول اللہ ﷺ خطاً ثم قال: '' ھذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً عن یمینه وعن شماله وقال ھذه سُبل علی کل سبیل منها شیطان یدعوا الیه وقرأ ﴿ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوه ﴾ رواہ احمد والنسائی والدارمی (مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں سمجھانے کے لئے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا: ''یہ اللہ تعالی کا راستہ ہے پھر آپ ﷺ نے اس لکیر کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ ایسے راستے ہیں کہ ہر ایک راستے پر شیطان بیٹھا ہے، جو اپنے راستے کی دعوت دیتا ہے پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت تلاوت کی، جس کا معنی یہ ہے کہ اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے، لہذا اس کی پیروی کرو

اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔''

حدیث نمبر (۱۵) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ......رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ھذا حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح (مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنی خواہشات کو میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کردے۔''

حدیث نمبر (۱۶) عن بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہما قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احییٰ سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثلہ اجور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیأ ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاھا اللہ ورسولہ کان علیہ من الاثم مثل آثام من عمل بھا لا ینقص ذلک من اوزارھم شیأ ......رواہ الترمذی وراوہ ابن ماجۃ عن کثیر بن عبد اللہ بن عمرو عن ابیہ عن جدہ. (مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ''حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد متروک ہو چکی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا بغیر اس کے کہ سنت پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی آئے اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی نئی بات (بدعت) ایجاد کی جس سے اللہ تعالی اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہیں ہوتا تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس بدعت

پرعمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کمی کی جائے۔"

حدیث نمبر (۱۷) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی امتی کما اتی علیٰ بنی اسرائیل حذوا لنعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتی امہ علانیۃً لکان فی امتی من یصنع ذالک وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملۃً وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃً واحدۃً قالوا من ھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال؛ ما انا علیہ واصحابی. رواہ الترمذی وفی روایۃ احمد وابی داؤد عن معاویۃ رضی اللہ عنہ ثنتان وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھی الجماعۃ وانہ سیخرج من امتی اقوام تتجاری بھم تلک الاھواء کما یتجاری الکلب لصاحبہ لایبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ. (مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یقیناً میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ قوم بنی اسرائیل پر آیا اور ان دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے برابر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اگر قوم بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ اعلانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے اور قوم بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئی تھی اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی اور وہ تمام فرقے دوزخی ہوں گے ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! وہ جنتی جماعت کون سی ہوگی ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس پر میں اور میرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) ہوں گے اور احمد اور ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں جن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ بہتر (۷۲) گروہ

دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ''جماعت'' ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہونگی جن میں خواہشات یعنی عقائد فاسدہ اور بدعات اسی طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح ہڑک والے میں ہڑک سرایت کر جاتی ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے باقی نہیں رہتا۔''

حدیث نمبر(۱۸) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال؛قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان الله لا یجمع امتی (او قال) امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالة ویدالله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار.رواه الترمذی (مشکوة ص ۳۰)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو(یا فرمایا)امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ(قدرت والا)ہے اور جو شخص جماعت سے کٹ گیا وہ تنہا جہنم میں جائے گا۔''

حدیث نمبر(۱۹) وعنه قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا سواد الاعظم انه من شَذَّ شُذَّ فی النار.رواه ابن ماجة من حدیث انس وابن عاصم فی کتاب السنة.
(مشکوة ص ۳۰)

ترجمہ:حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''بڑی جماعت کی پیروی کرو۔اس لئے کہ جو شخص جماعت سے کٹ گیا وہ اکیلا جہنم میں جائے گا۔''

حدیث نمبر(۲۰) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید......رواه البیهقی فی کتاب الزهد
(مشکوة ص ۳۰)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے پکڑا اس کے لئے سو(۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے۔''

حدیث نمبر(۲۱) عن ابی امامة رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ماضل قوم بعد هدی کانوا علیه الا اوتوا الجدل ثم قرأ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم هذه الایة ﴿ماضربوه لک الا جدلا بل هم قوم خصمون﴾ رواه احمد والترمذی (مشکوة ص ۳۱)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کوئی قوم ہدایت کے بعد جو ان کو دی گئی گمراہ نہیں ہوئی مگر جب ان میں جھگڑا یعنی تعصب پیدا ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے ''وہ تمہارے لئے نہیں بیان کرتے مثال مگر جھگڑنے کے لئے بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہی ہے۔''

حدیث نمبر(۲۲) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة. رواه احمد (مشکوة ص ۳۱)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ بھاگنے والی دور ہونے والی اور کنارہ پر رہنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے اور اپنے آپ کو علیحدگی کی گھاٹیوں سے بچاؤ اور جماعت مجمع اور جمہور کو لازم پکڑو۔''

حدیث نمبر (۲۳) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ من فارق الجماعه شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه......رواه احمد وابوداؤد (مشکوۃ ص ۳۱)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جس شخص نے جماعت سے ایک بالشت علیحدگی کی اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے نکال دیا۔''

حدیث نمبر (۲۴) عن مالک بن انس مرسلا قال؛ قال رسول اللہ ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃرسولہ رواہ فی المؤطا. (مشکوۃ ص ۳۱)

ترجمہ: ''امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے اللہ تعالی کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔''

حدیث نمبر (۲۵) عن غضیف بن الحارث الثمالی رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلا من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة...... رواہ احمد (مشکوۃ ص ۳۱)

ترجمہ: ''حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''کسی قوم نے کوئی بدعت نہیں نکالی مگر اس کی مانند سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔''

حدیث نمبر (۲۶) عن حسان رضی اللہ عنہ قال ما ابتدع قوم بدعة فی دینھم الا نزع

اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیامۃ......رواہ الدارمی (مشکوۃ ص ۳۱)

ترجمہ: حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب کوئی قوم دین میں بدعت (نیا عقیدہ یا نیا عمل) ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالی اس کی مانند سنت سے ان کو محروم کر دیتے ہیں پھر وہ سنت ان کی طرف قیامت تک واپس نہیں کرتے۔''

حدیث نمبر (۲۷) عن ابراھیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام......رواہ البیھقی فی شعب الایمان مرسلاً (مشکوۃ ص ۳۱)

ترجمہ: ''حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے بدعتی (یعنی نئے عقیدے اور نئے عمل کو دین بنانے والے) کی تعظیم کی تو اسلام گرانے میں اس کی مدد کی۔''

حدیث نمبر (۲۸) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوباً واعمقھا علماً اقلھا تکلفاً اختار ھم اللہ لصحبۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا قامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعواھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم...... رواہ زرین (مشکوۃ ص ۳۲)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص پیروی کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ ان لوگوں کی پیروی کرے جو فوت ہو چکے ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی۔ کیونکہ زندہ

لوگ فتنہ سے مامون نہیں اور قابل اتباع لوگ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہی لوگ امت کے افضل ترین لوگ ہیں، دل کے اعتبار سے نیک اور علم کے اعتبار سے کامل اور تکلف میں بہت کم تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی اکرم ﷺ کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے چُن لیا تھا پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو۔ ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الوسع مضبوطی سے پکڑو کیونکہ وہ ہدایت کی سیدھی راہ پر تھے۔''

حدیث نمبر (۲۹) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا...... متفق علیه (مشکوۃ ص ۳۳)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ بدنوں سے نکال لے لیکن اس کو اٹھائے گا، علماء کے اٹھانے کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا، لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے، ان سے مسائل پوچھیں گے وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

حدیث نمبر (۳۰) عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ من طلب العلم لیجاری به العلماء اولیماری به السفهاء او یصرف به وجوه الناس الیه ادخله اللہ النار. رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجه عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (مشکوۃ ص ۳۴)

ترجمہ: ''حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص

اس لیے علم طلب کرے تا کہ اس کے ساتھ علماء سے مقابلہ کرے یا بے وقوفوں سے جھگڑا کرے یا اس کے ذریعہ لوگوں کے منہ اپنی طرف متوجہ کرے، تو اس کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا۔''

حدیث نمبر (۳۱) عن ابن عباس ؓ قال؛قال رسول اللہ ﷺ من قال فی القراٰن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار (وفی روایۃ) من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأمقعدہ من النار......رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۳۵)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے (عقل) سے بات کہی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے (اور ایک روایت میں ہے) جس شخص نے قرآن میں بغیر علم کے بات کہی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔''

حدیث نمبر (۳۲) عن جندب ؓ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ من قال فی القراٰن برایہ فصاب فقد اخطأ رواہ الترمذی وابو داؤد (مشکوہ ص ۳۵)

ترجمہ: ''حضرت جندب ؓ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے (عقل) سے بات کہی پس واقع کے مطابق کہی، تو تحقیق اس نے خطا کی۔''

حدیث نمبر (۳۳) عن ابی ہریرۃ ؓ قال؛قال رسول اللہ ﷺ المراء فی القراٰن کفر......رواہ احمد وابو داؤد (مشکوۃ ص ۳۵)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: ''قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔'' یعنی اپنے گندے نظریات کو قرآن سے ثابت بنا کر جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

حدیث نمبر (۳۴) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سمع النبی ﷺ قوما یتدارؤن فی القراٰن فقال ؛ انما ھلک من کان قبلکم بھذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض وانما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً فلا تکذبوا بعضہ بعضاً فما علمتم منہ فقولوا وما جھلتم فکلوہ الی عالمہ...... رواہ احمد وابن ماجۃ (مشکوۃ ص ۳۵)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک جماعت کے بارے میں سنا کہ وہ آپس میں قرآن میں بحث اور جھگڑا کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً تم سے پہلے والے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے انہوں نے کتاب اللہ کے بعض کو بعض پر مارا، یعنی ایسے مطالب بیان کئے جس کی وجہ سے تعارض اور ٹکراؤ پیدا ہوا حالانکہ اللہ تعالی کی کتاب اسی لئے اتاری گئی ہے کہ بعض بعض کی تصدیق کرتی ہے۔ لہذا تم بعض کو بعض کے ساتھ مت جھٹلاؤ اور اس کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اس کو بیان کرو اور جو نہیں جانتے ہو اسے اس کے جاننے والے کے سپرد کرو۔''

حدیث نمبر (۳۵) عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول لا یزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک...... متفق علیہ (مشکوۃ ص ۵۸۳)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضور اکرم ﷺ کو سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی جو اللہ تعالی کے حکم پر قائم ہوگی جو شخص اس جماعت کو چھوڑ دے گا یا اس جماعت کی مخالفت کرے گا وہ ان کو نقصان

نہیں دے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچے گا۔‘‘

حدیث نمبر(۳۶) عن معاویة بن قرة عن ابیه رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فسد اهل الشام فلا خیرفیکم ولا یزال طائفة من امتی منصورین لا یضرهم من خذلهم حتی تقوم الساعة.

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح ص ۵۸۴)

ترجمہ: ’’حضرت معاویہ بن قرہ اپنے باپ قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:’’جب اہل شام تباہ ہو جائیں تو تم میں بھلائی نہ ہوگی اور میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے گی جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید ونصرت حاصل ہوتی رہے گی اور جو شخص اہل حق کی اس جماعت کو چھوڑ دے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتی کہ قیامت قائم ہوگی۔‘‘

حدیث نمبر(۳۷) عن حذیفة رضی اللہ عنہ قال کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسأله عن الشر مخافة ان یدرکنی قال؛ قلت یارسول اللہ انا کنا فی الجاهلیة وشر فجأنا اللہ بهذا الخیر فهل بعد هذا الخیر من شر قال نعم قلت وهل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیه دخن قلت وما دخنه قال قوم یستنون بغیر سنتی ویهدون بغیر هدیتی تعرف منهم وتنکر منهم قلت فهل بعد ذلک الخیر من شر قال نعم دعاة علی ابواب جهنم من اجابهم الیها قذفوه فیها قلت یا رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) صِفْهُمْ لَنَا! قال هم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قلت فما تامرونی ان ادرکنی ذٰلک ؟ قال تلزم جماعة المسلمین وامامهم. قلت فان لم یکن لهم جماعة ولا امام؟ قال

فاعتزل تلک الفِرَق کلها ولو ان تعض باصل شجرة حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک .(متفق علیه)وفی روایة لمسلم قال وسیکون بعدی ائمة لا یهتدون بهدی ولا یستنون بسنتی ویقوم فیهم رجال قلوبهم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قال حذیفة رضی اللہ عنہ قلت کیف اصنع یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان ادرکت ذلک قال تسمع وتطیع الامیر وان ضرب ظهرک واخذ مالک فاسمع واطع (مشکوۃ ص ۴۶۲)

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگ تو اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر و نیکی اور بھلائی کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر و برائی کے متعلق سوال کیا کرتا تھا اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں ہم کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں (یعنی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تو عبادت اور اطاعت کے متعلق سوال کیا کرتے تھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ نیک عمل اور اچھے کام کرسکیں) میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جاہلیت اور شر میں تھے، اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لایا تو کیا اس خیر کے بعد کچھ شر ہے؟'' فرمایا: ''ہاں!'' میں نے کہا: ''اور اس شر کے بعد پھر کیا خیر ہوگی؟'' فرمایا: ''ہاں! اور اس میں کدورت ہوگی۔'' میں نے کہا: ''اور اس کی کدورت کیا ہے؟'' فرمایا: ''کچھ لوگ ہوں گے جو میری راہ کے سوا اور راہ اختیار کریں گے اور میری راہ کے علاوہ اور راہ دکھائیں گے۔ ان کے بعض کاموں کو تو پہچانے گا بعض کا انکار کرے گا۔'' میں نے کہا: ''اس خیر کے بعد شر ہوگی؟'' فرمایا: ''کہ ہاں! جہنم کے دروازے کی طرف بلانے والے ہوں گے جو ان کی بات مانے گا اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔'' میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے لئے ان کے صفات بیان کریں!'' فرمایا: ''وہ ہماری قوم میں سے ہوں گے ہماری زبان میں کلام کریں گے

۔‘‘میں نے کہا: ’’آپ مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں اگر مجھ کو ایسا وقت پالے؟‘‘ فرمایا: ’’مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑ۔‘‘ میں نے کہا: ’’اگر ان کا امام اور ان کی جماعت نہ ہو؟‘‘ فرمایا: ’’ان سب فرقوں سے علیحدہ ہو جا اگرچہ تجھے درخت کی جڑ پناہ کیوں نہ دے۔‘‘ یعنی یہاں تک کہ تجھے موت پالے اور تو اس حالت پر ہو۔‘‘

مسلم کی روایت میں ہے میرے بعد امام ہوں گے جو میری راہ پر نہیں چلیں گے اور نہ میرے طریقے کو اختیار کریں گے اس زمانے میں کتنے ہی لوگ ہوں گے جن کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہوں گے۔‘‘ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ’’اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ! اگر ایسا وقت پالوں تو میں کیا کروں؟‘‘ فرمایا: ’’تو اپنے امیر کی اطاعت کر اور جو کچھ وہ کہے اس کو سن، اگرچہ تیری پیٹھ پر مارا جائے اور تیرا مال پکڑا جائے تو پھر بھی تو سمع اور اطاعت اختیار کر۔‘‘

حدیث نمبر (۳۸) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بادروا بالاعمال فتنا کقطع الليل المظلم يصبح الرجل مومنا ويمسى كافرا يمسى مومنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا......رواه مسلم

(مشکوة ص ۴۶۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’کالی رات کی طرح سیاہ فتنے آنے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہوگا صبح کو کافر ہوگا۔ اپنے دین کو دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر بیچ ڈالے گا‘‘

حدیث نمبر (۳۹) عن اسامة بن زيد رضی اللہ عنہ قال اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم على اطم من اطام المدينة فقال: هل ترون ما ارى؟ قالوا: لا. قال: فانی لاری الفتن تقع

خلال بیوتکم کوقع المطر......متفق علیه (مشکوۃ ص ۴۶۲)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ٹیلوں کو جھانک کر فرمایا: ''کیا تم اس چیز کو دیکھتے ہو جس کو میں دیکھتا ہوں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''نہیں۔'' فرمایا: ''بے شک میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کی طرح گر رہے ہیں۔''

حدیث نمبر (۴۰) عن الزبیر بن عدی قال اتینا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فشکونا الیه مانلقی من الحجاج فقال اصبروا فانه لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعده شر منه حتی تلقوا ربکم سمعته من نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم......رواه البخاری

(مشکوۃ ص ۴۶۳)

ترجمہ: ''حضرت زبیر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے حجاج بن یوسف کے برے سلوک کی شکایت کی جس سے ہم دوچار تھے، آپ نے فرمایا: ''صبر کرو! تم پر جو زمانہ بھی آئے گا وہ پہلے سے بدتر ہوگا یہاں تک تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے، یہ بات میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔''

حدیث نمبر (۴۱) عن علی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سیخرج قوم فی آخر الزمان حداث الاسنان سفهاء الاعلام یقولون من خیر قول البریة لا یجاوز ایمانهم حناجرهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة فاینما لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجرا لمن قتلهم یوم القیامة

(متفق علیه، مشکوۃ ص ۳۰۷)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے تھے: ''آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی نوعمر اور بیوقوف ہوں گے بہترین خُلق کی باتیں کریں گے۔ (یعنی بظاہر قرآن وحدیث کی بات کریں گے) ایمان ان کے نرخرے سے تجاوز نہیں کرے گا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، تم ان کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو، ان کے قتل کرنے سے قیامت کے دن ثواب ملے گا۔''

حدیث نمبر (۴۲) عن ابی سعید الخدری وانس بن مالک رضی اللہ عنہما قال سیکون فی امتی اختلاف وفرقة یحسنون القیل ویسیئون الفعل ویقرؤون القراٰن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین مروق السهم الرمیة لا یرجعون حتی یرتد السهم علی فوقهم هم شر الخلق والخلیقة طوبٰی لمن قتلهم وقتلوه یدعون الی کتاب الله ولیسوا منا فی شیءٍ من قاتلهم کان اولی بالله منهم قالوا یا رسول الله! ماسیماهم قال التحلیق .... رواه ابوداؤد

(مشکوۃ ص ۳۰۸)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ بازی ہوگی ایک قوم ہوگی جن کی باتیں بظاہر اچھی ہوں گی اور کام ان کے برے ہوں گے، دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے دین کی طرف نہیں لوٹیں گے یہاں تک کہ تیر اپنے کمان کی طرف لوٹ آئے وہ بدترین مخلوق ہیں خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جو ان کو قتل کرے اور وہ جس کو یہ قتل کریں وہ اللہ تعالی کی کتاب (قرآن) کی طرف (برائے نام) دعوت دیں گے۔ حالانکہ ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو شخص ان کے ساتھ لڑائی کرے گا وہ اللہ تعالی کے زیادہ قریب ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''ان کہ علامت کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سر

منڈوانا۔''

حدیث نمبر (۴۳) عن شریک بن شهاب قال کنت اتمنی ان القی رجلا من اصحاب النبی ﷺ اساله عن الخوارج. فلقیت ابا برزة رضی اللہ عنہ فی یوم عید فی نفر من اصحابه. فقلت له هل سمعتَ رسول الله یذکر الخوارج؟ قال نعم! سمعت رسول الله ﷺ باذنی ورائیته بعینی اتیٰ رسول الله ﷺ بمال فقسمه فاعطیٰ من عن یمینه ومن عن شماله ولم یعط من ورائه شیاً فقام رجل من ورائه فقال یا محمد ﷺ! ماعدلت فی القسمة رجل اسود مطموم الشعر علیه ثوبان ابیضان فغضب رسول الله ﷺ غضباً شدیداً وقال والله لاتجدون بعدی رجلا هواعدل منی. ثم قال یخرج فی آخر الزمان قوم کان هذا منهم یقرؤون القراٰن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة سیما هم التحلیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اٰخرهم مع المسیح الدجال فاذالقیتموهم هم شر الخلق والخلیقة

(رواه النسائی ،مشکوة ص ۳۰۹)

ترجمہ: شریک بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میں تمنا رکھتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے کسی صحابی کو ملوں اور اس سے خوارج کے متعلق حالات معلوم کروں چنانچہ میں عید کے دن حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو اس کے چند رفقاء کے ساتھ ملا۔ میں نے کہا: ''کیا تو نے آپ ﷺ سے خوارج کے متعلق سنا ہے؟ کہا: ''جی ہاں! میں نے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس کچھ مال لایا گیا آپ ﷺ نے اس کو تقسیم فرمایا اور دائیں جانب اور بائیں جانب والے لوگوں کو دیا۔ پیٹھ پیچھے بیٹھنے والوں کو نہ دیا آپ ﷺ کے پیچھے سے ایک

شخص کھڑا ہوا اور کہا: ''اے محمد ﷺ! تو نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔'' وہ سیاہ رنگ کا آدمی تھا اس کے بال منڈے ہوئے تھے اس پر دو سفید کپڑے تھے تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! میرے بعد مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والے تم نہیں پاؤ گے۔'' پھر فرمایا: ''آخر زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی (گویا یہ شخص انہیں میں سے ہے) وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کی گردنوں کے نرخرہ کے نیچے نہیں جائے گا، اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے ان کی علامت سر کا منڈانا ہے وہ ہمیشہ خروج کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا آخر مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا جب تم ان کو پاؤ ان کو قتل کر و وہ بدترین آدمیوں اور بدترین مخلوق میں سے ہیں۔''

فائدہ: ان حدیثوں میں خارجیوں کی علامت سر منڈانا بتایا گیا ہے اس لئے کہ اس وقت اس فتنہ کا بانی سر منڈا تھا، جبکہ عرب میں عام رواج بال رکھنے کا تھا، لہٰذا ان روایات سے سر منڈانے کی مذمت اخذ کرنا یا ہر سر منڈے کو خارجی سمجھ لینا درست نہیں ہے، کیونکہ سر منڈانا خصوصاً حج کے موقع پر دینِ اسلام کی علامات میں سے ہے۔ دیکھئے قرآن مجید کی تلاوت بھی ان لوگوں کے صفات میں بیان کی گئی ہے لیکن تلاوت کو برا نہیں سمجھا جائے گا۔

حدیث نمبر (۴۴) کان ابن عمر رضی اللہ عنہ یراھم شرار خلق اللہ وقال؛ انھم انطلقوا الی اٰیات اللہ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین.

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خوارج کو اللہ تعالی کی ساری مخلوق سے برا سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ کفار کے حق میں اترنے والی آیات کو مومنین پر چسپاں کرتے ہیں۔''

حدیث نمبر (۴۵) عن ابی سلمۃ وعطاء بن یسار رضی اللہ عنہما انھما اتیا ابا سعید

الخدری ﷜فسألاہ عن الحروریة اَسَمِعْتَ النبی ﷺ قال:" لا ادری ما الحروریة. سمعتُ النبی ﷺ یقول: یخرج فی هذه الامة ولم یقل منها قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتهم ویقرؤون القرآن لا یجاوز حلوقهم (او حناجرهم) یمرقون من الدین کمروق السهم من الرمیة فینظر الرامی الی سهمه الی نصله الی رصافه فیتماریٰ فی الفوقه هل علق بها من الدم شئ.

(بخاری ج۲ ص ۱۰۲۴)

ترجمہ: "حضرت ابوسلمہ اور حضرت عطاء بن یسار ﷠ دونوں حضرت ابوسعید خدری ﷜ کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا کہ "کیا آپ نے حضور اکرم ﷺ سے خوارج کے متعلق کچھ سنا ہے؟ فرمایا:" میں نہیں جانتا حروریہ (خوارج) کیا ہیں؟ میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے:"اس امت میں، یوں نہیں فرمایا اس قوم میں سے، کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر سمجھو گے اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر جانور سے پار نکل جاتا ہے (اس میں کچھ لگا نہیں رہتا) تیر مارنے والا تیر کو دیکھتا ہے پھر اس کے پیکان کو دیکھتا ہے پھر اس کے بار کو دیکھتا ہے (کہیں کچھ نہیں) اس کے بعد جڑ میں (جو کمان سے لگتا ہے) اس کو شک ہوتا ہے شاید اس میں خون لگا ہو (مگر وہ بھی صاف)

حدیث نمبر (۴۶) عن انس ﷜ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویکثر الجهل......متفق علیه

(مشکوۃ ص ۴۶۹)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا قیامت کے علامات میں سے ہے کہ علم (دین) اُٹھالیا جائے گا اور جہالت زیادہ ہوگی۔''

حدیث نمبر (۴۷) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا......رواہ الترمذی (مشکوۃ ص ۴۷۰)

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامت قیامت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں کو لعن طعن کریں برا بھلا کہیں گے۔''

حدیث نمبر (۴۸) عن ابی قلابۃ قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ علیکم بالعلم قبل ان یقبض وقبضہ ان یذھب باصحابہ علیکم بالعلم فان احدکم لا یدری متیٰ یفتقر الیہ او یفتقر الیٰ ما عندہ انکم ستجدون اقواماً یزعمون انھم یدعونکم الیٰ کتاب اللہ وقد نبذوہ وراء ظھورھم فعلیکم العلم وایاکم والتبدع وایاکم والتنطع ،وایاکم والتعمق ،علیکم بالعتیق.

(سنن دارمی ج ا ص ٦٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''علم کو قبض ہونے سے پہلے لازم پکڑو اور اس کے قبض ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ اہل علم چلے جائیں گے۔ علم کو لازم پکڑو یقیناً تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کو علم کی ضرورت پڑے گی اور دیگر لوگوں کو اس کے علم کی کب ضرورت پڑے گی؟

عنقریب تم ایسی قوموں کو پاؤ گے جو یہ گمان رکھتے ہوں گے کہ وہ اللہ تعالی کی کتاب کی طرف بلا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ تعالی کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال چکے ہوں گے تو علم کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو غلو فی الدین سے بچاؤ اور اپنے آپ کو خواہ مخواہ کی

گہرائیوں اور باریکیوں سے بچاؤ اور (صحابہ کرام کے) پرانے راستے کو لازم پکڑو۔"

حدیث نمبر (۴۹) عن شقیق قال؛ قال عبد اللہ کیف انتم اذا لبستکم فتنة یهرم فیها الکبیر ویربو افیها الصغیر ویتخذهاالناس سنة فاذا غیرت قالوا غیرت السنة قالوا متی ذالک یا ابا عبد الرحمن ؟قال اذاکثرت قرأ کم وقلت فقهاؤکم وکثرت امراؤکم وقلت امناؤکم والتمست الدنیا بعمل الاخرة. (سنن دارمی ج ا ص ۷۵)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم ایسے فتنہ میں گھرِ جاؤ گے کہ اسی فتنہ کی حالت میں چھوٹے بچے پرورش پا کر جوان ہو جائیں گے اور بڑی عمر والے بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے لوگ اس فتنہ پر اس طرح عمل پیرا ہوں گے کہ اس کو سنت بنالیں گے اس میں کوئی تبدیلی آئے گی تو کہیں گے کہ سنت تبدیل ہوگئی ہے۔ لوگوں نے کہا: "اے ابوعبدالرحمٰن! ایسا کب ہوگا؟ فرمایا: "یہ حالت اس وقت ہوگی جب تم میں قاریوں (قرآن پڑھنے والوں) کی کثرت، فقہاء کی قلت ہوگی اور حکمرانوں کی کثرت ہو گی اور امانت داروں کی قلت ہوگی اور آخرت طلب کرنے والے عمل کے ذریعہ دنیا طلب کی جائے گی۔"

حدیث نمبر (۵۰) عن ثوبان رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال انما اخاف علی امتی الائمة المضلین. (سنن دارمی ج ا ص ۸۱)

ترجمہ: "حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے ائمہ کا خطرہ ہے" (کہ وہ میری امت کو سبز باغ دکھا کر گمراہ کریں گے)

حدیث نمبر(۵۱) عن محمد بن علی رضی اللہ عنہ قال لا تجالس اصحاب الخصومات فانهم یخوضون فی آیات الله ...... (سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲)

ترجمہ: ''حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جھگڑا کرنے والوں کے ساتھ مت بیٹھو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی آیات میں گھسنے والے ہیں۔''

حدیث نمبر(۵۲) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انه جاءه رجل فقال: ان فلاناً یقرأ علیک السلام .قال: بلغنی انه احدث فان کان احدث فلا تقرأ علیه السلام. (سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۰)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا: ''فلاں آدمی آپ کو سلام دیتا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس نے دین میں نئے نظریات (بدعات) ایجاد کیے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو میرے سلام ان کو مت پہنچانا کیونکہ وہ اہل بدعت ہونے کی وجہ سے سلام کا حقدار نہیں ہے۔''

حدیث نمبر(۵۳) عن اسماء بن عبید دخل رجلان من اصحاب الاهواء علی ابن سیرین فقالا یا ابابکر ! نحدثک بحدیث؟قال: لا. قال:'' فنقراء علیکم اٰیةً من کتاب الله؟ قال: لا لتقومان عنی او لا قومن قال فخرجا فقال بعض القوم یا ابا بکر وکان علیک ان یقرأ علیک اٰیةً من کتاب الله تعالیٰ؟ قال ؛انی خشیت ان یقرأ علی فیحر فانها فیقرء ذٰلک فی قلبی.

(سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۱)

ترجمہ: ''اسماء بن عبید سے روایت ہے دو بدعتی خواہش پرست امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ''اے ابو بکر! ہم آپ کو حدیث سنائیں؟ فرمایا نہیں کیا قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھیں فرمایا نہیں (پھر فرمایا) یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ یا پھر میں اٹھ کھڑا ہوں گا، راوی کہتا ہے کہ وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے تو قوم کے بعض ساتھیوں نے کہا ان کے قرآن پڑھنے میں کیا حرج تھا؟ فرمایا مجھے خوف تھا کہ اگر وہ قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھتے اور اس کے معنیٰ کی تحریف کرتے اور یہ غلط معنیٰ میرے دل میں بیٹھ جاتا (شاید میں ان کی طرح گمراہ ہو جاتا لہٰذا ایسے لوگوں سے قرآن و حدیث سننا بھی درست نہیں)

حدیث نمبر (۵۴) عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انی فرطكم على الحوض من مرعلى شرب ومن شرب لم يظمأ ابداً ليردن على اقوام اعرفهم ويعرفونني ثم يحال بينهم فاقول انهم منى فيقال انك لا تدرى ما احدثوا بعدك فاقول سُحقاً سُحقاً لمن غير بعدى. متفق عليه

(مشکوۃ ص ۴۸۸)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً میں حوض کوثر پر تمہارا منتظر ہوں گا، جو میرے پاس سے گزرے گا اس سے پیئے گا اور جو شخص پیئے گا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا وہاں کچھ لوگ میرے پاس سے گزریں گے میں بذریعہ علامات ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی تو میں کہوں گا یہ (بظاہر) میرے ہیں، تو مجھے کہا جائے گا، آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعتیں ایجاد کیں، تو میں کہوں گا ہلاکت در ہلاکت اس شخص کے لئے جس نے میرے دین کو تبدیل کیا۔''

حدیث نمبر (۵۵) اخرج الديلمي في مسند الفردوس بسند ضعيف عن

ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تبیض وجوہ اھل السنۃ وتسود وجوہ اھل البدع. (تفسیر مظھری ج۲ص۱۱۶، درمنثور ج۱ص۶۳)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اہل السنۃ کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے منہ کالے ہوں گے۔''

حدیث(۵۶)عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قرء ھٰذہ الآیۃ قال؛ تبیض وجوہ اھل السنۃ وتسود وجوہ اھل البدعۃ .

(تفسیر مظھری، ج۲ص۱۱۶، تفسیر در منثور ج۱،ص۶۳)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے قرآن کی یہ آیت ﴿یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ﴾ کی تلاوت کی اور فرمایا: ''اہل السنّت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے منہ کالے ہوں گے۔''

حدیث نمبر(۵۷)عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال ان فی البحر شیاطین مسجونۃ اوثقھا سلیمان یوشک ان تخرج فتقرء علی الناس قرآناً (مسلم ج۲ص۱۰)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''دریا میں شیاطین قید ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے قید کیا تھا، عنقریب وہ نکلیں گے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے ان پر قرآن پڑھیں گے۔''

حدیث نمبر(۵۸)عن ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ قال ؛ لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنۃ فیوخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلایوخذ حدیثھم. (مسلم ج۱ص۱۱)

ترجمہ: ''امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (عہد اول) کے لوگ سند حدیث کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے (کیونکہ اہل بدعت نہ ہونے کی وجہ سے سب ثقہ تھے) تو جب فتنے فساد اور بدعات رونما ہوئے تو لوگ کہتے تھے کہ اپنے راویوں کا نام لو (تا کہ ان کی جانچ پڑتال کی جائے) تو دیکھا جائے اگر وہ اہل السنّت سے ہے تو اس کی حدیث کو لیا جائے گا اور اہل بدعت سے ہے تو اس کی حدیث کو نہ لیا جائے گا۔''

حدیث نمبر (۵۹) عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم ان بعدهم قوم یشهدون ولا یستشهدون یخونون ولا یوتمنون وینذرون ولا یفون ویظهر فیهم السمن وفی روایة یحلوفون ولا یستحلفون ......متفق علیه ،وفی روایة لمسلم عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ثم یخلف قوم یحبون السمانة . (مشکوۃ ،ص)

ترجمہ: حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے ہے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے والے ہیں پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے، پھر اُن کے بعد ایسی قوم آئے گی جو گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی، خیانت کریں گے ان پر اعتماد نہ کیا جائے گا منت مانیں گے اور پوارا نہ کریں گے، ان میں موٹا پا ظاہر ہوگا مسلم کی روایت میں ہے پھر ایسی قوم آئے گی جو موٹا پا کو پسند کرے گی۔''

مذکورہ بالا احادیث کا خلاصہ:

اگر آپ مذکورہ بالا احادیث کا بغور مطالعہ فرمائیں تو آپ کو یہ بات واضح طور معلوم ہو جائے گی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ اس امت میں بکثرت فتنے فساد برپا ہوں گے گمراہیوں کے امام رونما ہوں گے رنگین دعوؤں کے ذریعہ لوگوں کے

ایمانوں کو لوٹ لیں گے اسلام اور مسلمانی کا دعویٰ کریں گے حالانکہ اسلام سے ایسے نکل چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اپنے خود ساختہ عقائد ونظریات کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کریں گے اور بات بات پر قرآن کی آیات پڑھیں گے۔ قرآن قرآن کی خوب رٹ لگائیں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا صحیح اور سچی احادیث کا یہ کہہ کر انکار کر دیں گے کہ یہ قرآن کے خلاف ہیں عقائد اپنے دماغ سے خود تیار کریں گے پھر قرآن مجید کی آیات کو ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے آیات قرآنیہ کا ایسا غلط مطلب بیان کریں گے جو دوسری آیات کے خلاف اور متصادم ہوگا قرآن کے نام پر مسلمانوں سے خوب جھگڑا کریں گے۔ حالانکہ خود پرلے درجہ کے جاہل ہوں گے جانتے کچھ نہ ہوں گے لیکن اَن پڑھ ہونے کے باوجود فتوے دے کر لوگوں کو گمراہ کریں گے صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھیں گے باقی تمام مسلمانوں پر شرک وکفر کے فتوے لگائیں گے۔ جو آیات یہود ونصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی ہیں وہ خواہ مخواہ مسلمانوں پر فِٹ کریں گے، گمراہیوں کے یہ سرغنے غیر دین کو دین بنائیں گے اور دین میں رنگ برنگی اعتقادی بدعات کو شامل کریں گے دین اسلام کی اصلی شکل وصورت کو مسخ کر کے ایک نئے قسم کا ایک ڈھانچہ تیار کریں گے اہل السنّت والجماعت سے کٹ کر اور سلف صالحین کی پاکباز جماعت کو چھوڑ کر نئے نئے فرقے بنائیں گے، کبھی اسلام کے نام پر، کبھی قرآن کے نام پر، کبھی قرآن وحدیث کے نام پر، کبھی توحید کے نام پر، اور کبھی اتحاد کے نام پر عوام الناس کو دھوکہ وفریب دیں گے۔

اللہ کے نبی ﷺ اور سلف صالحین نے ایسے لوگوں کا نام اہل ہوی، اہل بدعت اور اہل فرقہ رکھا ہے اور ایسے لوگوں سے کلی اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہے ان کے پاس بیٹھنے کا ان کی باتیں سننے بلکہ ان سے قرآن وحدیث سننے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ یہ لوگ قرآن

پر بڑے دلیر واقع ہوئے ہیں جو چیز قرآن نہیں ہے اس کو قرآن بنا کر پیش کرتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات کی تحریف کرتے ہیں اور غلط مفہوم بیان کرتے ہیں لہذا ایسے لوگوں سے قرآن سننے کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات بھی واضح ہے کہ اہل السنّت والجماعت سچی اور برحق جماعت ہے یہ وہ جماعت ہے جو آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تسلسل اور تواتر وتوارث کے ساتھ چلی آرہی ہے آپ ﷺ کی ذات اقدس تک اس مقدس جماعت کا تسلسل باقاعدگی کے ساتھ قائم ہے اور تسلسل ایک دن بھی نہیں ٹوٹا اور یہ تسلسل قیامت تک دائم اور قائم رہے گا۔ یہ جماعت آپ ﷺ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے والی ہے اور چودہ سو سالہ یہ صدی دار تسلسل اس فرقہ میں نہیں ہے۔ یہ فرقہ جس صدی کی بھی پیداوار ہے، وہ اپنے سے پہلی صدی والے تک اپنا رشتہ نہیں بتا سکتا بلکہ براہ راست قرآن کا یا قرآن وحدیث کا مدعی بننا چاہتا ہے اور جو لوگ آپ ﷺ اور صحابہ کرام تک اپنے مذہب اور نظریات وعقائد کا تسلسل ثابت نہیں کر سکتے بلکہ درمیان والی تمام صدیوں کو پھلاند کر قرآن یا قرآن وحدیث یا اسلام کا نام لیتے ہیں ان کا یہ طرز عمل خود ان کی گمراہی کی دلیل ہے کیونکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ درمیان میں کچھ ایسی صدیاں گزری ہیں جن میں تمام لوگ نہ قرآن واسلام کو جاننے والے تھے نہ ماننے والے، اور نہ ہی اس پر عمل کرنے والے تھے۔ ان میں کوئی ایک شخص بھی مسلمان نہیں تھا اور یہ بات خود غلط اور قرآن وحدیث کی پیشگوئیوں کے خلاف ہے اور اس لئے بھی کہ جو قرآن وحدیث اور اسلام ایسے لوگوں کے ذریعے آئندہ صدی کے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچا ہے، تو اس قرآن واسلام پر کیا اعتماد رہ سکتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ ہر دور اور ہر صدی میں قرآن وحدیث اور اسلام کو جاننے ماننے اور اس پر عمل کرنے والے مسلسل چلے آرہے ہیں اس تسلسل میں

ایک منٹ بھی انقطاع واقع نہیں ہوا اور یہی چیز اہل السنۃ والجماعۃ کا خاصہ ہے جو دوسرے کسی فرقے اور گروہ میں نہیں پایا جاتا۔حضور اکرم ﷺ نے اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ رہنے کی تاکید فرمائی اور اس جماعت کو چھوڑنے پر جہنم کی وعید سنائی ہے اور ایسی جماعت کو اہل حق اہل السنۃ فرما کر ان کا نام خود تجویز فرمایا ہے اور قیامت تک ہر دور اور ہر وقت میں تسلسل کے ساتھ جاری وساری رہنے والی اس جماعت کے ساتھ قائم رہنے کی ترغیب فرمائی اور اس کو چھوڑنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

اہل السنۃ والجماعۃ اور فرقہ بندی:

قرآن مقدس اور حدیث پاک میں گروہ بندی اور فرقہ بازی سے شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے لیکن واضح ہو کہ اہل السنۃ والجماعۃ اصطلاحی معنی میں نہ گروہ ہے نہ فرقہ بلکہ یہ لوگ تو اہل حق کی ہر دور میں ایک رواں دواں جماعت ہے۔فرقہ تو وہ ہے جو اس جماعت سے کٹ کر اور اس جماعت کی راہ چھوڑ کر ایک نئی جماعت بنالے اور اہل السنۃ سے علیحدہ اپنا ایک اور تشخص قائم کرے وہ فرقہ ہے اور گروہ بندی ہے اور اسی کی قرآن وحدیث میں مذمت کی گئی ہے اہل السنۃ والجماعۃ مذموم فرقہ قطعاً نہیں ہے۔اہل حق کی اس سچی جماعت کو فرقہ کہنا یا فرقہ سمجھنا بہت بڑی غلط فہمی اور مغالطہ آمیزی ہے لہذا اگر کہیں اہل حق کی اس جماعت کو فرقہ کہا بھی گیا ہے تو وہ مذموم معنی کے لحاظ سے اصطلاحی فرقہ مراد نہیں ہے بلکہ وہاں فرقہ بامعنی جماعت کے ہے بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کو فرقہ کہنے اور سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ یہ جماعت فرقہ نہیں ہے بلکہ فرقے وہ ہیں جو اس جماعت کو چھوڑ کر الگ نام کام اور جماعت بنا چکے ہیں حتی کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات بھی چھوڑ چکے ہیں اور خود ساختہ اور خود باختہ خیالات کو قران وحدیث اور اسلام

کا لیبل لگا کر سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے میں مشغول ومصروف ہیں۔

فقہی مذاہب اور اصلاحی مشارب فقہ کے چار مذاہب اور صوفیاء کرام کے چار اصلاحی سلسلے قطعاً فرقے نہیں ہیں بلکہ چاروں آئمہ مجتہدین امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے پیروکار ومقلدین اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔ان کا آپس کا فقہی فروعی اختلاف مذموم نہیں، بلکہ محمود اور رحمت ہے۔ ان کے اختلاف کی حقیقت وحیثیت صرف مختلف تعبیرات اور تشریحات کی ہے۔اسی طرح اصلاحی سلاسل نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ بھی مختلف فرقے نہیں ہیں بلکہ یہ سب حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔البتہ سالکین راہ کی اصلاح اور تربیت کے طریق ان کے مختلف ہیں جیسے دینی مدارس کے قرآن پڑھانے والے اساتذہ کرام مبتدی طلبہ کو قرآن مجید پڑھانے سے پہلے کوئی نورانی قاعدہ پڑھاتا ہے، اور کوئی بغدادی قاعدہ پڑھاتا ہے، اور کوئی یسرنا القرآن پڑھاتا ہے لیکن مقصد سب کا ایک ہوتا ہے کہ بچے کے لئے قرآن پڑھنا آسان ہو جائے۔ اسی طرح اصحاب سلاسل مختلف طریقوں سے سالکین کی تربیت کرتے ہیں، مقصد سب کا ایک ہوتا ہے کہ سالک کی اصلاح ہو جائے۔اسی طرح ائمہ اربعہ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ لوگ قرآن وحدیث پر عمل کرنیوالے بن جائیں۔لہذا ائمہ اربعہ اور اصحاب سلاسل کو فرقہ کہنا کوتاہ فہمی ہے کیونکہ یہ تو سب کے سب اہل السنۃ والجماعۃ ہیں۔دلیل یہ ہے کہ فرقہ بندی میں جو لوگ مبتلا ہو چکے ہیں، وہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ سے نفرت کرتے ہیں۔ان سے بغض وعناد رکھتے ہیں، ان کے خلاف ان کے سینے کینے سے بھرے ہوئے ہیں، جبکہ ان چاروں مذاہب اربعہ کے پیروکاروں اور چاروں سلاسل کے سالکین کے درمیان پیار ومحبت ہے، الفت واخلاص ہے، رواداری اور ایثار ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی اختلاف کے باوجود یہ سب ایک ہیں اور سب اہل حق اور اہل سنت ہیں۔ان میں سے کسی ایک کو فرقہ

کہنا درست نہیں ہے جو ان کو فرقہ کہتا ہے درحقیقت فرقہ کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔

قرآن مجید میں سلف صالحین کی جماعت کی پیروی کا حکم

آپ نے گزشتہ سطور میں بہت سی احادیث کا مطالعہ کیا جن میں جماعت کے ساتھ چلنے کی زبردست تاکید کی گئی ہے اور جماعت سے کٹنے کو ایمان کے لئے خطرناک قرار دیا گیا ہے۔اب چند آیات ملاحظہ فرمایئے۔جن میں صالحین کی جماعت کی راہ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے اور اسی راہ پر چلنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

آیت نمبر (۱) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین. (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: ''بتلا دیجئے ہم کو راستہ سیدھا راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو راستہ سے گم ہو گئے۔''

(فائدہ) اس آیت میں صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ کو متعین کیا گیا ہے کہ وہ ان مقدس لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اور اس انعام یافتہ جماعت کے لوگ چار قسم کے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت نمبر (۲) ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقاً.

(سورۃ النساء آیت ٦٨)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ اور رسول ﷺ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء

اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں ۔تو اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ منعم علیہم چار قسم کے لوگ ہیں (۱) انبیاء کرام علیہم السلام (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین ۔

تو ثابت ہوا کہ صالحین کی راہ بھی ''صراط مستقیم'' اور ان کی پیروی کرنا ان کے نقش قدم پر چلنا گویا کہ صراط مستقیم پر چلنا ہے اس آیت میں صراط مستقیم کو متعین کرنے میں **صراط القراٰن والحدیث** کے مختصر جملہ کی بجائے **صراط الذین انعمت علیھم** فرمانا دلیل ہے اس بات کی کہ قرآن وحدیث کے صحیح مفہوم ومطالب تک رسائی سلف صالحین کی پیروی کے بغیر مشکل ہے اور صراط مستقیم بھی ان کے اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے تو قرآن مجید کی یہ آیت سلف صالحین کی جماعت کی پیروی کرنے کی تاکید کرتی ہے ۔الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ کا قرآن مجید کی اس آیت پر پورا پورا عمل ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں معلوم ہوا کہ انسان کی اصلاح وفلاح کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں ۔ایک کتاب اللہ جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ سے متعلقہ احکام موجود ہیں۔ دوسری رجال اللہ یعنی اللہ والے ان سے استفادہ کی صورت یہ ہے کہ کتاب اللہ کے معروف اصول پر رجال اللہ کو پرکھا جائے جو اس معیار پر نہ اتریں ان کو رجال اللہ ہی نہ سمجھا جائے ،اور جب رجال اللہ صحیح معنی میں حاصل ہو جائیں تو ان سے کتاب اللہ کا مفہوم سیکھنے اور عمل کرنے کا کام لیا جائے ۔فرقہ وارانہ اختلافات کا بڑا سبب یہی ہے کہ کچھ لوگوں نے صرف کتاب اللہ کو لے لیا رجال اللہ سے قطع نظر کر لی ان کی تفسیر وتعلیم کو کوئی حیثیت نہ دی اور کچھ لوگوں نے صرف رجال اللہ کو معیار حق سمجھ لیا اور کتاب اللہ سے آنکھ بند کر لی اور دونوں طریقوں کا نتیجہ گمراہی ہے (تفسیر معارف القرآن جلد ۲ ص ۹۴)

آیت نمبر (۳) واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا انؤمن کما اٰمن

السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لايعلمون. (سورة بقرة آيت ۱۳)

ترجمہ: ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا ہی ایمان لے آ ؤ جیسا ایمان لائے ہیں اورلوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لاویں جیسا ایمان لے آئے ہیں یہ بے وقوف یاد رکھو بے شک یہی ہیں بیوقوف لیکن اس کا علم نہیں رکھتے۔''

(فائدہ) اس آیت میں منافقین کے سامنے ایمان اوراعتقاد کی ایک کسوٹی اور معیار پیش کیا گیا ہے کہ تم ان لوگوں جیسا ایمان لے آ ؤ تب تمہارا ایمان معتبر ہے اگر تمہارا ایمان ان لوگوں جیسا نہیں ہے خواہ تم ایمان ،قرآن اوراسلام کے کتنے دعوے کیوں نہ کرو تمہارے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ صحابہ کرام ایمان کی کسوٹی اورحق کا معیار ہیں اوراس مقدس جماعت کی پیروی راہ نجات اورصراط مستقیم ہے اورصحابہ کرام کی جماعت صالحین کی سرخیل اوراول دستہ ہے لہذا ان جیسا ایمان قابل قبول ہے ورنہ مردود ہے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے علماء اہل السنّت والجماعت صحابہ کرام کو معیار حق سمجھتے ہیں اوراس مقدس جماعت کی پیروی کوضروری قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''چھٹی آیت میں منافقین کے سامنے صحیح ایمان کا ایک معیار رکھا گیا ہے کہ ﴿ اٰمنوا كما امن الناس ﴾ یعنی ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اورلوگ اس میں لفظ ناس سے مراد بالاتفاق مفسرین صحابہ کرام ہیں کیونکہ وہی حضرات جونزول قرآن کے وقت ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالی کے نزدیک وہی ایمان معتبر ہے جوصحابہ کرام کے ایمان کی طرح ہو جن چیزوں میں جس کیفیت کے ساتھ ان کا ایمان ہے اسی طرح کا ایمان دوسروں کا ہوگا تو ایمان کہا جائے گا ورنہ نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا ایمان ایک کسوٹی ہے جس پر باقی ساری امت کے ایمان کو پرکھا جائے گا جو

اس کسوٹی پر صحیح نہ ہوا اس کو شرعاً ایمان اور ایسا کرنے والے کو مومن نہ کہا جائے گا۔اس کے خلاف کوئی عقیدہ اور عمل خواہ ظاہر میں کتنا ہی اچھا نظر آئے اور کتنی ہی نیک نیتی سے کیا جائے اللہ کے نزدیک ایمان معتبر نہیں ان لوگوں نے صحابہ کرام کو سفہاء یعنی بے وقوف کہا اور یہی ہر زمانے کے گمراہوں کا طریقہ رہا ہے کہ جو ان کو صحیح راہ بتلائے اس کو بے وقوف جاہل قرار دیتے ہیں مگر قرآن کریم نے بتلا دیا کہ درحقیقت وہ خود ہی بے وقوف ہیں کہ ایسی کھلی نشانیوں پر ایمان نہیں رکھتے۔'' (معارف القران ج۱،ص ۱۲۵)

تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی یہ آیت بھی صالحین کی جماعت کی پیروی کا حکم دیتی ہے۔

آیت نمبر (۴) ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولیٰ ونصله جهنم وسآء ت مصیرا.

(سورة نساء آیت ۱۱۵)

ترجمہ: ''جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہولیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔''

(فائدہ) اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کی مخالفت کے ساتھ ساتھ مومنین کی جماعت کی مخالفت کو ایمان کے لئے خطرناک قرار دیا گیا اور جماعت مومنین سلف صالحین کی راہ چلنے کی تاکید وترغیب دی گئی اور ان کے راستے کو چھوڑنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔اور اہل السنّت والجماعت کا یہی نظریہ ہے کہ جماعت کی راہ صراط مستقیم ہے جس کو چھوڑنے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (آیت نمبر ۱۱۵) اس آیت میں دو چیزوں کا

جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے۔ایک مخالفت رسول ﷺ اور یہ ظاہر ہے کہ مخالفت رسول ﷺ کفر اور وبال عظیم ہے دوسرے جس کام پر سب متفق ہوں۔اس کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ید اللہ علی الجماعة من شذ شذ فی النار یعنی جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہوگا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے؟ آپ نے قرآن مجید سے دلیل معلوم کرنے کے لئے تین روز تک مسلسل تلاوت قرآن کو معمول بنایا ہر روز دن میں تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ پورا قرآن ختم کرتے تھے بالآخر یہی مذکورہ آیت ذہن میں آئی اور اس کو علماء کے سامنے بیان کیا تو سب نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجت پر یہ دلیل کافی ہے۔

(معارف القران ج ۲ ص ۵۴۷)

ثابت ہوا کہ سلف صالحین کی جماعت کی پیروی ضروری ہے اور اس راہ کو چھوڑنا گمراہی ہے

آیت نمبر (۵) والسٰبقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنه . (سورة توبة آیت ۱۰۰)

ترجمہ: ”جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔“

(فائدہ) اس آیت میں اللہ تعالی نے سابقین اولین مہاجرین وانصار سے راضی ہونے کی خوشخبری سنائی اور ساتھ ساتھ ان کے پیروکاروں کو بھی خوشخبری سنائی کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

تو یہ آیت بھی صحابہ کرام کی مقدس جماعت کی پیروی کی ترغیب دیتی ہے اور تاکید کرتی ہے اور صحابہ کرام صالحین کی جماعت کے سرخیل اور سرتاج ہیں اور اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت کی پیروی کے بغیر نجات مشکل ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''﴿والذین اتبعوھم﴾ سے وہ لوگ مراد ہیں جو سابقین اولین کے بعد آئے اور ان کے نقش قدم پر چلے خواہ وہ صحابہ ہوں تابعین ہوں یا تبع تابعین یا ان سے بھی بعد غرض یہ کہ ﴿والذین اتبعوھم﴾ سے وہ تمام لوگ مراد ہیں جو مہاجرین اور انصار کی پیروی کریں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہوں وہ سب جنت کے مستحق ہیں اور خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش پس یہ آیت قیامت تک جملہ مسلمانوں کو شامل ہے جو صحابہ کے طریقہ پر ہوں اور اقوال وافعال میں ان کے پیروکار رہوں بغیر صحابہ کی اتباع کے اور پیروی کے خدا کی رضا اور جنت نہیں مل سکتی اور اہل السنّت والجماعت کا یہی طریقہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور جماعت صحابہ کرام کے طریقہ پر چلتے ہیں اسلئے ان کو اہل السنّت والجماعت کہا جاتا ہے۔'' (معارف القران ج۳ص۴۰۰)

تو بہر حال یہ آیت بھی جماعت کی پیروی کی دلیل ہے۔

آیت نمبر (٦) واتبع سبیل من اناب الیّ . (سورۃ لقمان آیت ۱۵)

ترجمہ: ''اس شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو۔''

(فائدہ) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے لوگوں کی پیروی کا حکم

دیا گیا ہے کہ اللہ والوں کی راہ پر چلو اور ان کا اتباع کرو تو معلوم ہوا کہ قرآن اور اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سلف صالحین کی جماعت کی پیروی ضروری ہے۔

مفسر قرآن علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آیت مذکورہ بالا کی تعریف لکھتے ہیں وحاصله اتبع سبيل المخلصين خلاصہ یہ ہے کہ مخلصین کی جماعت کی پیروی ہے

(روح المعانی ج ۱۱ ص ۱۳۲)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: ''وغير واحد يقول هو صلى الله عليه وسلم والمنون والظاهر والعموم . (روح المعانی ج ا ص ۳)

یعنی بہت سے مفسرین نے فرمایا ہے کہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالی کی طرف رجوع کرنے والوں کی پیروی کا جو حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی جماعت ہے اور واضح یہی ہے کہ اس آیت میں عموم ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام مومنین کی جماعت مراد ہے۔

آیت نمبر (۷) يـا ايهـا الـذيـن آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الامر منكم. (سورة النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو تم اللہ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔''

(فائدہ) اس آیت میں اولـی الامر کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا اولـی الامر کا معنی حکم والے اور یہ دو قسم پر ہیں ایک حکمران جو حکم چلانے والے ہیں دوسرا علماء وفقہاء اسلام یہ حکم بتانے والے ہیں۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ اولـی الامر یعنی حکمرانوں اور علماء وفقہاء کی بھی اطاعت کرنی ہے اور یہ علماء وفقہاء اسلام بھی صالحین کی

جماعت کے افراد ہیں۔لہذا یہ آیت بھی صالحین کی جماعت کی پیروی اور اتباع کا حکم دیتی ہے۔چنانچہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں اولی الامر کی تفسیر میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا کہ اس سے مراد مسلمان حکام ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے فقہاء مراد ہیں یہ دوسری تفسیر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، عطا بن السائب رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بہت سے مفسرین سے منقول ہے اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تفسیر کو متعدد دلائل کے ذریعہ ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے۔اس آیت میں لفظ اولی الامر سے علماء مراد لینا اولی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۳ص ۳۳۴)

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حکام کی اطاعت سیاسی معاملات میں کی جائے اور علماء وفقہاء کی مسائل شریعت کے باب میں۔“ (احکام القران للجصاص ج۲ص۲۵۶)

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امراء کی اطاعت کا نتیجہ بھی بالآخر علماء ہی کی اطاعت ہے کیونکہ امراء بھی شرعی معاملات میں علماء کی اطاعت کے پابند ہیں مطاعة الامر اتبع لطاعة العلماء (اعلام المؤقعین ج ا ص ۷)

بہر حال اس تفسیر کے مطابق آیت میں مسلمانوں کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور ان علماء وفقہاء کی اطاعت کریں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی شارح ہیں اور اسی اطاعت کا اصطلاحی نام تقلید ہے۔

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۶، ۱۷)

واضح رہے کہ جن علماء حق اور فقہاء اسلام کو اولی الامر کہہ کر ان کی اطاعت و

پیروی کا حکم دیا گیا ہے وہ صالحین کی جماعت کے اعلی افراد ہیں لہٰذا اس آیت میں بھی صالحین کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

جماعت قرآنی کے منکر آیات قرآنی کے منکر ہیں

قارئین! قرآن مجید کی یہ چھ آیات بینات آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ایک جماعت کی پیروی اور اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ جماعت ایسی ہے جو عہد اول سے چلی ہے اور ہر دور میں مسلسل چلی آرہی ہے اور قیامت تک چلتی رہے گی کیونکہ اس جماعت کے راستہ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے اور ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی تاکید کی گئی ہے تو لازم ہے کہ یہ جماعت ہر دور میں اپنے عقائد اور نظریات کے ساتھ باقی موجود ہو اور سوائے اہل السنۃ والجماعت کوئی ایسی جماعت نہیں پائی جاتی جو اس تسلسل کے ساتھ دائم وقائم اور جاری وساری ہو کیونکہ جو فرقہ چودھویں صدی میں پیدا ہوا وہ تیرھویں صدی میں موجود نہیں تھا اور تیرھویں صدی میں پیدا ہونے والے کا بارھویں صدی میں نام ونشان نہیں۔ اس طرح جس فرقہ نے بارہویں صدی میں جنم لیا وہ گیارہویں صدی میں موجود نہیں تھا۔ لہذا قرآن مجید نے جس جماعت کی پیروی کا حکم دیا ہے وہ سلف صالحین کی اہل السنّت والجماعت ہے، باقی سب نوزائیدہ فرقے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان نومولود فرقوں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا تمہارے خیالات ونظریات والے لوگ تم سے پہلے بھی دنیا میں کہیں موجود تھے تمہاری جماعت کے افراد خیر القرون میں بھی پائے جاتے تھے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم کسی جماعت کو کسی جماعت کے افراد کو بزرگوں، عالموں اور اماموں کو نہیں مانتے ہم تو قرآن کو مانتے ہیں۔

ایک تو یہ بات واضح ہوگئی یہ فرقے قرآن والی جماعت کو نہیں مانتے دوسری یہ

بات کہ ان فرقوں کا عہد اول تک کوئی تسلسل نہیں ہے۔لہٰذاان کا نومولود ہونا ہی ان کے گمراہ ہونے کی دلیل ہے اوران کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں کیونکہ قرآن تو اپنی جماعت کی پیروی کا حکم دیتا ہے۔اور یہ لوگ قرآن کی جماعت کا انکار کرتے ہیں اس طریقہ سے یہ لوگ صرف جماعت قرآنی کے منکر نہیں بلکہ آیات قرآنی کے بھی منکر ہیں جن میں جماعت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

وضاحت کے لئے ایک مثال:

ایک شخص بوڑھا ہوگیا اس کے دو بیٹے تھے یہ شخص اپنے چھوٹے بیٹے کو کہتا ہے بیٹا! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو اپنے بڑے بھائی کی پیروی کر، اس کا کہا مان، اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کر، چھوٹا بولتا ہے ابو جان! میں آپ کی مانوں گا لیکن بڑے بھائی کی نہیں مانوں گا، باپ بار بار بڑے بھائی کی پیروی کا حکم کرتا ہے بیٹا بار بار یہی کہتا کہ ابو جان آپ کی مانوں گا بڑے بھائی کی نہیں مانوں گا۔تو ظاہر ہے کہ بے وقوف چھوٹا بیٹا صرف بڑے بھائی کا انکار نہیں کرتا بلکہ باپ کی بات کو رد کر کے باپ کا نافرمان ہو رہا ہے۔اسی طرح قرآن مجید کے دعویدار لوگ قرآن مجید کی جماعت کا انکار کر کے قرآن مجید کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ جماعت کی پیروی اور اطاعت کا حکم بھی تو قرآن نے دیا ہے لہٰذا سلف صالحین کی راہ چھوڑ دینا گویا قرآن مجید کو چھوڑنا ہے۔

قرآن اور جماعت قرآن دونوں کی پیروی کی صحیح صورت

علماء اہل السنّت والجماعت کے نزدیک دین اسلام کی اصل بنیاد قرآن مجید ہے اوراسی کی پیروی کرنا اس پر عمل کرنا راہ نجات ہے لیکن ہمارے علماء فرماتے ہیں قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی جماعت کی راہنمائی حاصل کی جائے۔جو کچھ

قرآن مجید کی تفسیر حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، فقہاء اسلام اور بزرگان دین نے فرمائی ہے وہی صحیح اور برحق ہے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب متعین کرنے میں قرآن مجید کی جماعت کا فہم معتبر ہے قرآن کی جماعت نے قرآن مجید کی جو تشریح و تفسیر بیان کی ہے وہ درست ہے۔ یوں سمجھئے کہ قرآن اللہ کا اور فہم سلف صالحین کی جماعت کا ہے بخلاف گمراہ فرقوں کے کہ وہ سلف صالحین، بزرگان اور آئمہ مجتہدین کی بیان کردہ تشریحات کو پس پشت ڈال کر آیات قرآنی کا مطلب اپنی فہم و سمجھ کے مطابق متعین کرتے اور پھر اپنی فہم کو قرآن مجید کا درجہ دے دیتے ہیں اور جو شخص ان کی فہم کو نہ مانے اس پر منکر قرآن ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔

فرق خوب سمجھ لیجئے! تفسیر قرآن کے سلسلہ میں اہل السنّت والجماعت سلف صالحین کے فہم پر اعتماد کرتے ہیں جبکہ نومولود فرقے سلف صالحین کی راہ چھوڑ کر اپنی فہم و سمجھ کو قرآن کا درجہ دیتے ہیں۔

ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے اکابر اور ائمہ مجتہدین قرآن مجید کا مطالعہ فرما کر عقائد و مسائل کا استخراج و استنباط کرتے ہیں بخلاف گمراہ فرقوں کے کہ وہ لوگ مسئلہ اپنے دماغ سے گھڑ لیتے ہیں پھر قرآن مجید کو اپنے خود ساختہ مسئلہ کے مطابق ڈھالنے کی سعی مذموم کرتے ہیں تو بہرحال یہ بات واضح ہوگئی کہ فہم قرآن کے سلسلہ میں جماعت قرآنی کی پیروی کرنی ہے۔ جو لوگ قرآن والی جماعت کی راہ چھوڑ کر تفسیر قرآن میں اپنی مرضی اور من مانی کرتے ہیں وہ ہمیشہ راہ راست اور صراط مستقیم سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی تفسیر میں اپنی مرضی اور من مانی کرنے کا انجام

جن لوگوں نے فہم قرآن کے صحیح طریقہ کو چھوڑ کر سلف صالحین کی تشریحات وتعبیرات کو پس پشت ڈال کر اور قرآن والی جماعت کی راہنمائی سے بے نیاز ہو کر اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کی اور آیات قرآنی کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اپنے گندے اور خیالات فاسدہ کو قرآن کا درجہ دینے میں کھینچ تان کی تو ایسے بے راہ لوگوں نے اللہ تعالی کی کتاب کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا اور تحریف قرآن کی بدترین مثالیں قائم کر کے یہود ونصاری کو بھی مات کر دیا۔

ایسے بدقماش لوگوں نے بزور قلم قرآن مجید سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیث رسول ﷺ پر اعتماد نہیں ہے ایسے ہی ہیں۔ لوگوں نے صلوۃ، زکوۃ اور روزہ وغیرہ عبادات مخصوصہ کا حلیہ بگاڑ کر کہا کہ ''صلوۃ'' دعا کا نام ہے ''زکوۃ'' پاکی صفائی کا نام ہے اور ''روزہ'' صرف گناہوں سے بچنے کا نام ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے قرآن مجید سے ختم نبوت، حیات عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور عذاب قبر کا انکار ثابت کیا قرآن پڑھ کر، جنات، ملائکہ، پل صراط، شیاطین، وزن اعمال، معراج النبی ﷺ اور حشر اجساد کا انکار کیا۔ یہی لوگ تو ہیں جنہوں نے قرآن کے نام پر معجزات، کرامات، قربانی ودجال اور امام مہدی کا انکار کیا۔ ایسے ہی لوگوں نے ٹی وی، ناچ، گانا، تصویریں، سود وغیرہ حرام کاموں کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے قرآن سے اللہ کے نبیوں، ولیوں اور اماموں کو عالم الغیب، مختار کل ہر جگہ حاضر وناظر ہونا ثابت کیا ہے۔ غیر اللہ کے سجدے، نذر ونیاز، گیارہویں شریف، جشن میلاد النبی ﷺ کو بھی قرآن مجید سے ثابت کیا ہے۔ جو لوگ

ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین نہیں کہتے اور یتیم پوتے کو دادا کی جائیداد میں وارث بناتے ہیں، استدلال تو وہ بھی قرآن سے کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کو (نعوذ باللہ) ثابت کرنے والے لوگ بھی قرآن پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں ان کا بن باپ پیدا ہونا قرآن کے خلاف ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو (توبہ نعوذ باللہ) کافر و مرتد کہنے والے لوگ بھی قرآن کریم کی آیات کو دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبد الرحمٰن بن ملجم اور اس کا خارجی گروپ بہت بڑا قرآنی تھا اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کفر اور واجب القتل ہونا قرآن سے ثابت کرتا تھا۔ثابت کرنیوالوں نے اپنا متعہ بھی تو قرآن سے ثابت کیا ہے۔مرد و عورت کی مساوات اور بے پردگی بھی قرآن سے ثابت کی گئی ہے، اور کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ توسل شرک ،سماع موتی شرک اور پوری امت مشرک ہے (العیاذ باللہ) حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کو شرک کی بنیاد کہہ دیا بہت سے لوگوں نے مہدی، مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعوی کیا اور پھر ایسے دعوؤں کو قرآن سے ثابت کر دکھایا۔کسی نے بیک وقت قرآن سے گیارہ شادیاں ثابت کیں کسی نے عورت کی سربراہی ثابت کی اور کسی نے عورت کی دیت کو مرد کی دیت کے برابر ثابت کیا۔

الغرض یار لوگوں نے کیا کچھ قرآن سے ثابت کر کے نہیں دکھایا حتی کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں کہ شراب و خنزیر حلال ہے۔ جب اس سے ثبوت مانگا گیا تو قرآن مجید کی درج ذیل آیت پڑھی اور اپنے دعوے کو ثابت کر دیا ﴿**طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم**﴾ ''یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے۔''

طرزِ استدلال یہ اپنایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔اہل کتاب شراب پیتے ہیں خنزیر کھاتے ہیں لہٰذا ہمارے لئے بھی یہ چیزیں حلال

ہیں کیونکہ یہ بھی اہل کتاب کا کھانا ہیں حالانکہ سلف صالحین کی انعام یافتہ جماعت کے نزدیک اس آیت کی مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے اہل کتاب کی ذبیحہ حلال ہے یعنی مرغی، بکری وغیرہ۔جس طرح مسلمان ذبح کرے تو حلال ہے اسی طرح اگر اہل کتاب کا کوئی آدمی حلال جانور کو ذبح کرے تو وہ بھی حلال ہے۔

خلاصہ: یہ کہ آزادی نظر وفکر کے نام سے جن لوگوں نے قرآن کی بتائی ہوئی انعام یافتہ جماعت کی راہ چھوڑی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اپنی مرضی کی اور من مانی چلائی تو عبدالرحمٰن بن ملجم جیسے خارجی ،رافضی ،ناصبی ،معتزلی ،جبری ،قدری ،،ذکری ،قادیانی ،چکڑالی ، پرویزی اور مسعودالدین عثمانی غیر مقلد جیسے فرقہ ساز لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن کو بازیچہ اطفال بنایا غیر قرآن کو قرآن ٹھہرایا، بے دینی کو دین کا نام دیا اور کفر کو اسلام کا لیبل لگایا اور تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام کہہ کر خود کو اسلام کا واحد ٹھیکیدار بنایا۔

اسی بے راہ روی اور ذہنی آوارہ گردی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے انعام یافتہ جماعت صالحین کی پیروی کو لازمی قرار دیا ہے اور صرف اسی جماعت کو ''صراط مستقیم'' بتایا ہے اور جماعت کی راہ چھوڑنے کو گمراہی قرار دیا ہے۔اسی لئے تو اہل السنّت والجماعت کے لوگ قرآن والی جماعت کی پیروی کرتے ہیں اور اس جماعت کے چھوڑنے کو گمراہی بتاتے ہیں۔ جبکہ دوسرے فرقے صرف قرآن قرآن کی رٹ خوب لگاتے ہیں اور جماعت کی راہ اختیار کرنے سے انکاری ہیں حالانکہ جماعت کے بغیر قرآن کے مطالب تک رسائی ناممکن ہے۔یہ ہے اہل السنّت والجماعت اور فرقوں کا واضح فرق۔''

کیا قرآن مجید میں ہر مسئلہ کا واضح جواب موجود ہے؟

قرآن مجید کو برائے نام استعمال کرنے والے فرقوں کی عادت ہے کہ جب بھی

کوئی مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو فوراً سوال کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآن مجید سے ثابت کرو، قرآن مجید پیش کرو۔ اگر اس مسئلہ کا جواب قرآن میں نہیں ہے تو ہم اس کو نہیں مانتے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر مسئلہ اور ہر جزئیہ وضاحت کے ساتھ قرآن مجید کی عبارت میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے ورنہ موجودہ قرآن سے تو قرآن کئی گنا بڑھ جاتا جس سے استفادہ کرنا بھی دشوار ہو جاتا قرآن مجید تو ایک اصولی کتاب ہے۔ جس میں جزئیات نسبتاً کم اور اصول زیادہ ہیں۔

دیکھئے قرآن مجید میں نماز پڑھنے کا حکم موجود ہے لیکن مکمل طریقہ نماز تعداد رکعات وغیرہ ذکر نہیں کی گئیں زکوٰۃ کا حکم ہے لیکن نصاب نہیں بتایا گیا اور یہ بھی نہیں بتایا گیا مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے، روزے کا حکم ہے لیکن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا، یہ تفصیل قرآن میں نہیں ہے، حج وعمرہ کے بعض مسائل تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں مذکورہ ہیں لیکن مکمل طریقہ مذکور نہیں ہے۔ قرآن مجید میں التحیات ، دعائے قنوت، اذان وتکبیر کے الفاظ اور رکوع وسجود کی تسبیحات موجود نہیں ہیں، قرآن مجید میں نماز جنازہ ادا کرنے کا طریقہ لکھا ہوا نہیں ہے، قرآن مجید میں گدھے، گھوڑے، ہاتھی بھینس، کوا، اور طوطا وغیرہ پرندوں اور جانوروں کے حلال وحرام ہونے کا حکم موجود نہیں ہے

الغرض نامعلوم کتنی جزئیات وعبادات ہیں جن کا حکم یا تفصیل قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہر مسئلہ میں قرآن مجید کی آیت کا مطالبہ کرنا کہ ہر مسئلہ قرآن سے ثابت کرو ورنہ ہم نہیں مانتے پرلے درجے کی جہالت اور قرآن سے ناواقفیت ہے۔ حتی کہ مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ منکرین حدیث سے سوال کیا کرتے تھے کہ بتاؤ! قرآن مجید کی کس آیت میں واضح طور پر لکھا ہے کہ کتے کا پیشاب ناپاک ہے۔ مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید میں تمام جزئیات کا احاطہ نہیں ہے البتہ قرآن مجید نے ایک ایسا طریقہ بتایا ہے کہ اگر

اس پر عمل کیا جائے تو ہر مسئلہ کا حل نکل آتا ہے۔

تبیاناً لکل شیٔ کا مطلب: جب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شریعت کے ہر مسئلہ کا جواب واضح لفظوں میں موجود نہیں ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ﴿تبیانا لکل شیٔ﴾ فرمایا ہے تو اس کا کیا مطلب؟ تو علماء اہل السنّت والجماعت فرماتے ہیں کہ اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے اصول اور ضابطے قرآن مجید میں لکھ دیے ہیں۔ اگر ان کو بروئے کار لایا جائے اور صحیح استعمال کیا جائے تو ہر مسئلہ کا حل قرآن مجید سے نکل سکتا ہے اور اصول یہ ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر.

(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول ﷺ کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔''

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے کسی مسئلہ کے حل کے لئے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی کی اطاعت کرو یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع کرو اگر مسئلہ کا جواب قرآن مجید میں موجود ہے تو بہتر، اگر قرآن میں وہ مسئلہ نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو یعنی حدیث میں مسئلہ کو تلاش کرو اگر حدیث میں مسئلہ مل جائے تو بہتر اگر نہیں تو اولی الامر کی اطاعت کرو اور یہ بات پہلے با حوالہ گزر چکی ہے کہ فقہاء اسلام اور علماء ربانی اولی الامر میں داخل اور شامل ہیں لہٰذا ان کی طرف رجوع کرو۔ اگر اس مسئلہ پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے تو وہ اجماع امت ہے اور اگر فقہائے اسلام کا اس میں اختلاف ہے تو یہ اجتہاد اور قیاس صحیح ہے۔ پس اپنے امام کی تقلید کرو اب اس آیت میں ہمیں بتایا گیا کہ مسئلے کا

حل پہلے نمبر پر قرآن میں تلاش کرو، نہیں تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرو، نہیں تو اجماع امت کو مانو، نہیں تو اپنے فقیہ وامام کی تقلید کرو اور یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت کے چار اصول ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع امت (۴) قیاس صحیح۔

الحمدللہ علماء اہل السنۃ قرآن مجید کے بتائے ہوئے اس اصول پر ہمیشہ عمل کرتے چلے آرہے ہیں بخلاف گمراہ فرقوں کے کہ انہوں نے قرآن مجید کے بیان کردہ اصولوں کو چھوڑ رکھا ہے بلکہ اس اصول قرآنی کے منکر ہیں کیونکہ بعض فرقے بلکہ اکثر فرقے صرف قرآن کو ماننے کا دعوی کرتے ہیں اور بس بقیہ اصولوں کا واضح لفظوں میں انکار کرتے ہیں۔ حدیث کا انکار اجماع کا انکار اور قیاس صحیح کا انکار اور بعض گمراہ فرقے زبانی دعوی کرتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور کسی چیز کو نہیں مانتے بلکہ اجماع اور قیاس صحیح کا کھلے لفظوں میں انکار کرتے ہیں اور بعض فرقے قرآن وحدیث اور اجماع قیاس صحیح کا کھلے لفظوں میں انکار کرتے ہیں اور بعض فرقے قرآن وحدیث اور اجماع کے ماننے کا دعوی کرتے ہیں لیکن قیاس صحیح کا صاف انکار کرتے ہیں۔

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے قرآن مجید کے بیان کردہ ان چار اصولوں میں سے کسی ایک کے انکار سے چاروں کا انکار لازم ہے اور کسی ایک آیت کے انکار سے پورے قرآن مجید کا انکار لازم ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ چھوڑ کر نئے نئے فرقے بنانے والے یہ لوگ قرآن مجید کی جماعت کا انکار کرکے چھ سے زائد آیات کا انکار کر چکے ہیں اور اب قرآن مجید کے اس اصول کا انکار کرکے مزید نا معلوم کتنی آیات کا انکار کرتے ہیں جن میں یہ اصول بیان کیا گیا اور علماء اہل السنۃ پوری پابندی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہیں۔

چنانچہ مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رہا یہ سوال کہ قرآن کریم میں دین کے بھی سب مسائل مذکور نہیں تو ﴿تبیانا لکل شیٔ﴾ کہنا کیسے درست ہوگا۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں اصول تو تمام مسائل کے موجود ہیں انہیں کی روشنی میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسائل کا بیان کرتی ہیں اور کچھ تفصیلات کو اجماع وقیاس شرعی کے سپرد کردیا جاتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع وقیاس سے جو مسائل نکلے ہیں وہ بھی ایک حیثیت سے قرآن ہی کے بیان کئے ہوئے ہیں۔

(معارف القران ج ۵ ص ۳۷۵)

تو معلوم ہوا کہ بے شک قرآن ہر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے اور ہر شئے کا بیان ہے بشرطیکہ قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا جائے اور قرآن مجید میں اپنی مرضی اور من مانی نہ کی جائے۔

کتاب اللہ میں مرضی اور من مانی کرنا یہود کا طریقہ ہے

یہودیوں کی ایک بری عادت یہ بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں تحریف کرتے تھے اور ان کا غلط اور من مانا مطلب بیان کرتے تھے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

آیت نمبر (۱) افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفون من بعد ماعقلوہ وھم یعلمون. (سورۃ بقرہ آیت ۷۵)

ترجمہ: ”کیا اب بھی تم توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہارے کہنے سے ایمان لے آویں گے حالانکہ ان میں کچھ لوگ ایسے گزرے ہیں کہ اللہ تعالی کا کلام سنتے تھے پھر اس کو کچھ کا کچھ کر ڈالتے تھے اس کو سمجھنے کے بعد اور وہ جانتے تھے۔“

آیت نمبر (۲) ومن الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ

(سورۃ النساء آیت ۴۶)

ترجمہ: ''یہ لوگ یہودیوں میں سے ہیں کلام کو اس کے مواقع سے دوسری جانب پھیر دیتے ہیں۔''

آیت نمبر (۳) ومن الذین ھادوا سمعون للکذب سمعون لقوم آخرین لم یاتوک یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (سورۃ المائدۃ آیت ۴۱)

ترجمہ: ''وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کہ یہودی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر سنتے ہیں۔''......جس قسم کے یہ حالات ہیں کہ وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں۔

قارئین کرام! یہ چند آیات آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم یہود اللہ اور اس کے پیغمبروں کے کلام میں تحریف کرتے تھے اور ان کا غلط معنی اور غلط مطلب بیان کرتے تھے بعینہٖ اہل السنّت والجماعت کو چھوڑ کر فرقے بننے والے لوگ اپنے غلط نظریات کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے معانی ومطالب کو تبدیل کر دیتے ہیں اور بات کو کہیں سے کہیں تک پہنچا دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے کلام کی بھی تحریف کرتے ہیں اور پھر اس کو قرآن کہنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہ قرآن نہیں بلکہ قرآن مجید کی تحریف ہوتی ہے چنانچہ ان لوگوں نے جو پروپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ تنخواہیں حرام ہیں، سماع موتی اور توسل شرک ہے اور قبر کا حساب وعذاب نہیں ہے وغیرہ۔ یہ قرآن قطعاً نہیں ہے بلکہ یہ قرآن مجید کی

تحریف ہے اور آیات کا غلط مطلب ہے جو یہ بیان کرتے ہیں بہر حال آیات قرآنیہ میں تحریف کرنا یہودیوں کا ایک شرمناک کردار ہے جس کو ان فرقوں نے اپنا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر افتراء یہودیوں کا کام ہے:

قوم یہود جن روحانی بیماریوں میں مبتلا تھی ان میں ایک مرض اللہ تعالی پر افتراء یعنی بہتان باندھنا بھی ہے چنانچہ ان کی عادت یہ تھی کہ وہ جو عقیدہ رکھتے جو عمل کرتے، کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے فرمایا ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دیا ہوتا تھا تو اللہ تعالی نے ان کی اس ناشائستہ حرکت کو بہت بڑا ظلم قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ﴿ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب﴾ (سورۃ صف)

ترجمہ: ''اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے ﴿ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری﴾ (سورۃ طہ آیت ۶۱)

ترجمہ: ''ارے کم بختی! مارو اللہ تعالی پر جھوٹ افتراء مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کردے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ ناکام رہتا ہے۔''

بدقسمتی سے یہود کی یہ بیماری ان نام نہاد قرآنیوں میں بھی پائی جاتی ہے یہ لوگ بھی مسئلے اور عقیدہ خود تراش لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں کہ اللہ نے یہ فرمایا، وہ فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی جس سے ان کے خیالات باطلہ کی تائید ہو لیکن محض اللہ تعالی پر جھوٹے بہتان باندھتے ہیں جس طرح یہودی باندھا کرتے تھے۔

قرآن کے مدعیوں کی حقیقت:

محترم قارئین! آپ کو معلوم ہو گیا کہ اہل السنۃ کی راہ چھوڑنے والے مدعی قرآن نہ تو قرآن کی جماعت کی پیروی کرتے ہیں بلکہ کھلے لفظوں میں قرآن کی جماعت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں بار بار صالحین کی جماعت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور پھر قرآن مجید کے یہ مدعی قرآن کے اصول کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ کسی مسئلہ کا حل اولا قرآن مجید میں تلاش کیا جائے اور اگر وہ مسئلہ قرآن مجید میں نہ ہو تو حدیث رسول ﷺ میں تلاش کیا جائے۔ اگر حدیث میں نہ ہو تو اجماع امت کی طرف رجوع کیا جائے ورنہ قیاس شرعی سے مسئلہ حل کیا جائے لیکن قرآن کے یہ مدعی اس اصول قرآنی کا بھی انکار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ تحریف قرآن اور افتراء علی اللہ کر کے یہود کی پیروی کرتے ہیں بلکہ قرآن مجید میں یہود کی جن بیماریوں کا ذکر ہے وہ سب کی سب ان فرقوں میں قدر مشترک کے طور پر پائی جاتی ہیں کیونکہ درحقیت ان فرقوں اور فتنوں کو برانگیختہ کرنے میں یہودیوں کا ہاتھ ہے۔

عبداللہ بن سبا دراصل یہودی تھا اس ظالم نے منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کیا اور بڑی عیاری و چالاکی سے اس ظالم نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈال کر فرقہ بندی کی داغ بیل ڈالی۔ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ جماعت نبوی ہے اور اس کو چھوڑنے والے فرقے ہیں۔ البتہ ہر فرد نے اپنا ایک رنگین نام تجویز کر رکھا ہے لیکن یہ سب فرقے عبداللہ بن سبا کی ذہنیت کے مالک اور ان کے خیالات باطلہ کے حامل ہیں۔

آپ اگر میرے اس دعوی کی تصدیق چاہتے ہیں تو قرآن مجید کی ان آیات کا مطالعہ فرمائیں جن میں یہود کے اطوار و اخلاق کو بیان کیا گیا ہے اور پھر اہل السنّت والجماعت کی راہ چھوڑنے والے برائے نام قرآنی فرقوں کے اخلاق اور عادات کو دیکھیں

ان شاء اللہ آپ ان میں اور ان میں سر مو فرق نہ پائیں گے **طابق النعل بالنعل** ان پر بالکل فٹ آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ لوگ اسلام وقرآن اور توحید کا لیبل لگا کر یہودیت کے ایجنٹ یا پھر سبائیت، خارجیت اور معتزلیت کا نیا ماڈل ہیں۔

قرآن کے چار اصولوں کی اہمیت وافادیت:

قرآن مجید میں جو یہ چار اصول بیان کئے گئے ہیں اور درجہ بدرجہ ان سب کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے کہ پہلے نمبر پر قرآن کی دوسرے نمبر پر حدیث کی تیسرے نمبر پر اجماع امت کی اور چوتھے نمبر پر قیاس شرعی کی پیروی کرو۔ یہ ہے تمام مسائل کا حل جس کو اللہ تعالیٰ نے پیش فرمایا ہے اور دنیا ودین کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو اس ترتیب سے حل نہ ہو اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کی کسی عبادت کو بھی سر انجام دینے کے لئے ان چار قرآنی اصولوں پر عمل ناگزیر ہے نماز، روزہ، حج، عمرہ، زکوۃ وغیرہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو ان چاروں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر صحیح طریقہ پر ادا کی جا سکے مثلاً نماز کو لے لیجئے دو یا تین یا چار رکعت نماز میں آپ قیام قرأت، رکوع، سجود، ثناء، تعوذ، تسمیہ وغیرہ بہت کچھ ادا کرتے ہیں اور یہ بھی یقین ہے کہ ان سب کا درجہ ایک نہیں ہے بعض چیزیں فرض بعض واجب بعض سنت اور بعض مستحب ہیں۔

یقین جانیئے! یہ تمام درجات قرآن وحدیث میں صاف لفظوں میں مقرر نہیں کئے گئے۔ بعض اجماع اور بعض قیاس صحیح یعنی اجتہاد سے مقرر کئے گئے ہیں۔ نیز نماز میں قیام، قرآت اور رکوع وسجود تو قرآن سے ثابت ہیں اور فاتحہ اور سورۃ ملانا وغیرہ حدیث سے ثابت ہے اور امام کی تکبیریں اونچی اور مقتدیوں کی آہستہ اجماع امت سے ثابت ہے اسی طرح امام کا سلام اونچا اور مقتدی کا سلام آہستہ یہ بھی اجماع امت سے ثابت ہے اور اگر کوئی شخص

بھول کر رکوع کی تسبیح کی بجائے سجود کی تسبیح پڑھ لے، یا سجود کی تسبیح کی بجائے رکوع کی تسبیح پڑھ لے تو کیا نماز ہو گی یا نہ؟ اگر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب ہو گا یا نہ؟ تو جواب یہ ہے کہ نماز ہو گئی اور سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہے۔

یہ ایک فقیہ اسلام اور امام وقت کا اجتہاد ہے کیونکہ رکوع وسجود کی تسبیحات اور ان کے الٹ ہو جانے یا ترک ہو جانے سے نہ نماز ٹوٹی ہے اور نہ ہی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔تو نماز کی تکمیل میں قرآن کے ان چاروں اصولوں کو بروئے کار لایا گیا اور یہی حال بقیہ عبادات کا ہے۔تو بہر حال قرآن کے یہ چار اصول کتنے اہم اور مفید ہیں کہ آدمی ان کے بغیر چار رکعت نماز بھی ادا نہیں کرسکتا لیکن برائے نام قرآنیوں کو دیکھئے وہ قرآن کے ان چاروں اصولوں کو پس پشت ڈال کر قرآن ،اسلام اور توحید کا نام استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ صحیح معنوں میں قرآن کو ماننے والا قرآن سے کسی ایک اصول کا انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ان میں سے کسی کا انکار چاروں کا انکار ہے اور چاروں کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

کیا قرآن آسان ہے؟

جماعت قرآنی کو چھوڑنے والے اصول قرآنی کو توڑنے والے یہودی ذہنیت کے مالک اور قرآن ،توحید، اسلام کے نام لیوا یہ فرقہ پرست اور فرقہ ساز لوگ ہمیشہ آیات قرآنیہ کا غلط معنی ومطلب بیان کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں۔چنانچہ ان بے راہ لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ قرآن آسان ہے اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے لہٰذا کسی استاد عالم اور مربی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ولقد یسرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر﴾ (سورۃالقمر آیت ۱۷)

ترجمہ: ''یعنی اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا

کوئی نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کرنے والا ہے۔“...... آیت مذکورہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید کا جو حصہ وعظ ونصیحت پر مشتمل ہے وہ آسان ہے اس کو ہر عربی جاننے والا سمجھ سکتا ہے اور جو قرآن کی عربی زبان نہیں جانتا وہ اہل علم سے سیکھ سکتا ہے کیونکہ اس کا سیکھنا آسان ہے باقی رہا احکام اور استنباط کا علم تو وہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا اِن اَن پڑھوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ اس کے لئے تو بہت بڑی علمی مہارت کی ضرورت ہے ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں ہے کہ وہ بغیر لیاقت علمی کے قرآن سے کوئی مسئلہ استنباط کر سکے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں بعض لوگوں کو ﴿ ولقد یسرنا القراٰن ﴾ پر سرسری نظر کرنے سے مجتہد بننے کی ہوس ہوتی ہے لیکن یہاں پر ﴿ للذکر ﴾ سے تیسیر للا ستنباط لازم نہیں۔ اس کا تو سیدھا مطلب یہ ہے کہ ترغیب وترہیب کے متعلق قرآن میں جو مضامین ہیں وہ نہایت جلی ہیں اور وجوہ استنباط کا دقیق ہونا تو خود ظاہر ہے

(بیان القران ص۱۰۲ مطبوعہ تاج کمپنی)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ﴿ یسرنا ﴾ کے ساتھ ﴿ للذکر ﴾ کی قید لگا کر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قرآن کو حفظ کرنے اور اس کے مضامین سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی حد تک اس کو آسان کر دیا گیا ہے جس سے ہر عالم وجاہل، چھوٹا اور بڑا یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کریم سے مسائل اور احکام کا استنباط بھی ایسا ہی آسان ہو وہ اپنی جگہ ایک مستقل اور مشکل فن ہے جس میں عمریں صرف کرنے والے علماء راسخین کو ہی حصہ ملتا ہے ہر ایک کا وہ میدان نہیں ہے۔

اس سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو قرآن کریم کے اس جملہ کا سہارا لے کر

قرآن کی مکمل تعلیم اس کے اصول وقواعد سے حاصل کئے بغیر مجتہد بننا اوراپنی رائے سے احکام ومسائل کا استخراج کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کھلی گمراہی کا راستہ ہے۔

(معارف القران جلد ۸ ص ۲۳۰)

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ قرآن مجید آسان ہے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن سیکھنے کے لئے کسی استاد عالم اور مربی کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کو باقاعدہ حضرات اساتذہ کرام سے سیکھا جائے تو وہ آسان ہے جیسے کہا جاتا ہے عربی ،فارسی آسان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص باقاعدہ بی اے کا کورس پڑھے تو وہ آسان ہے لیکن ان بے راہ نام نہاد قرآنیوں نے اس آیت کا غلط مطلب لے کر بغیر علم اور بغیر سیکھے قرآن میں تفسیر اور استخراج مسائل میں دخل دینا شروع کر دیا ہے حتی کہ نوبت بایں جا رسید کہ جو شخص قرآن مجید کی عبارت کے صحیح لفظ نہیں پڑھ سکتا آج وہ مفسر قرآن بنا بیٹھا ہے اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن آسان ہے لہٰذا کسی کی ضرورت نہیں ہے تو یہ لوگ ترجمہ قرآن کے محتاج ہیں پھر تو انہیں ترجمہ بھی خود بخود آ جانا چاہیئے حالانکہ بغیر ترجمہ والے قرآن کے یہ لوگ کسی آیت کا ترجمہ بھی نہیں کر سکتے لہذا بغیر علم کے قرآن میں ان لوگوں کا دخل دینا گمراہی کی خشت اول ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرب قیامت میں ان پڑھ لوگ مفتی بن بیٹھیں گے بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

خیر سے یہ قرآن واسلام کے نام لیوا خود بھی علم دین سے کورے ہیں اور کسی دوسرے اہل علم کی پیروی بھی نہیں کرتے بلکہ جہالت کے باوجود انکا ہر فرد مفتی امام، مفسر نا معلوم کیا کچھ بنا بیٹھا ہے۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے: آپ حضرات نے معلوم کرلیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ سے کٹنے والے فرقے قرآن والی جماعت کی راہ چھوڑ چکے ہیں اور قرآن مجید میں پیش کردہ اصول استنباط کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔

یہود بے بہبود کی طرح آیات قرآنیہ کا غلط اور من بھاتا مطلب بیان کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے آپ کو عامل قرآن یا عامل حدیث اسلام کا واحد ٹھیکیدار اور توحید کا علمبردار سمجھتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ (جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک چلی آرہی ہے اور قیامت تک رہے گی) کو خلاف قرآن وحدیث کا الزام ہے اور شرک وبدعت کے فتوے صادر کرتے ہیں حتی کہ ان کو سلام کرنا جائز سمجھتے ہیں اور کوئی مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ حالانکہ خود یہ بے راہ لوگ اہل السنۃ والجماعۃ کو چھوڑ کر قسم قسم کے شرک وکفریات میں مبتلا ہو چکے ہیں ان کے عقائد ونظریات اور خیالات سب بدعات کا مجموعہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ خود اہل بدعت ہونے کے باوجود اہل السنۃ والجماعۃ کو بدعات کا الزام دیتے ہیں رنگ برنگے کفر میں ملوث ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمین اور اہل اسلام شمار کرتے ہیں شرکیات اپنانے کے باوجود اپنے آپ کو توحیدی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت اور آپ کی سنت کو چھوڑنے کے باوجود اپنے آپ کو متبع سنت سمجھتے ہیں ایسے ہی موقع پر کہا گیا کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔"

اہل سنت اور اہل بدعت: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہل السنۃ والجماعۃ قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کرتے ہیں اجماع امت کو حجت مانتے ہیں اور جو

مسئلہ قرآن وحدیث اوراجماع سے واضح طور پر ثابت نہ ہو۔ وہاں آئمہ اربعہ میں کسی ایک کی معین طور پر تقلید شخصی کو ترجیح دیتے ہیں اوراسی میں اپنے دین وایمان کی خیر وسلامتی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اہل السنۃ والجماعۃ ان اصول اربعہ کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی جماعت کو بھی اپنا رہبر وپیشوا سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کی جو تفسیر مفہوم ومطالب اور تشریح سلف صالحین و بزرگان دین نے کی ہے اس کو حق اور صحیح جانتے ہیں اوراسی کو مشعل راہ سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ وہ قرآن مجید کی تفسیر میں خودرائی اور خودسری نہیں کرتے کیونکہ یہ تو گمراہی کی بنیاد ہے اور معاذ اللہ وہ اپنے آئمہ دین اوراکابر امت کو خدا نبی شارع اور معصوم نہیں سمجھتے بلکہ صرف ان کی تشریحات قرآنیہ کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں اوراپنی فہم پر ان کی فہم کو ترجیح دیتے ہیں۔ اوران کی پیروی اسی لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے اوران کی راہ کو ''صراط مستقیم'' قرار دیا ہے اورہمیں ان کی راہ پر چلنے کا حکم فرمایا اوران کی راہ کو چھوڑنے والوں کو ''ضالین'' اور ''مغضوب علیہم'' فرمایا ہے۔

الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ، راہ اعتدال ہے۔ یہ جماعت افراط وتفریط سے پاک ہے۔ ان کے قلوب میں الفت ہے، یہ لوگ بغض حسد اور کینہ سے دور ونفور ہیں۔ اس جماعت کا یہ نام خود حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا تجویز فرمودہ ہے اور یہ جماعت خیر القرون میں اسی نام سے مشہور معروف تھی زمانہ کا کوئی دوراس پاک جماعت سے خالی نہیں رہا، قرآن مجید اور حدیث پاک میں اہل حق کی جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب ان میں پائی جاتی ہیں آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کی وجہ سے یہ اہل سنت ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کی پیروی کرنے اوران کے معیار حق سمجھنے کی وجہ سے ان کو والجماعت کہا جاتا ہے اوراہل بدعت وہ ہیں جو قرآن مجید کے بیان کردہ اصول اربعہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس شرعی کو نہیں مانتے جماعت قرآنی کی پیروی کا انکار کرتے

ہیں سلف صالحین کی فہم پر اپنی فہم کو ترجیح دیتے ہیں بجائے ''منعم علیہم'' کی راہ کے ''ضالین اور مغضوب علیہم'' کی راہ پر چلتے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹے افتراء کرتے ہیں جو بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں کہی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں یہود و نصاریٰ کے حق میں اترنے والی آیات کو مسلمانوں پر فٹ کرتے ہیں۔ ان کے دل بغض، کینہ اور حسد و نفرت سے بھرے ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں باطل پرستوں اور اہل ہویٰ کی جو علامات بیان فرمائی گئی ہیں وہ سب ان پر منطبق آتی ہیں۔ قرآن اور قرآنی ہدایات کی دل کھول کر مخالفت کے باوجود قرآن کے مدعی ہیں۔ خارج اسلام ہیں لیکن اپنے آپ کو اہل اسلام اور مسلمین کہتے ہیں فرقہ بندی کی مذمت کرتے ہیں اور خود فرقہ بناتے ہیں۔ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے قرآن ان کی حلقوم کے نیچے نہیں اترتا یہ لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں انتہاء پسند ہیں اور تشدد ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ اہل بدعت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اپنے دماغ سے جو مسئلہ بھی بناتے ہیں براہ راست قرآن مجید سے استدلال کرنے لگ جاتے ہیں اگر ان سے پوچھا جائے کہ آج تک تو کسی عالم نے اس آیت سے یہ مسئلہ نہیں نکالا اور نہ ہی کسی مسلمان نے اس پر عمل کیا حالانکہ قرآن مجید تو اس نو ایجاد مسئلہ سے بہت پہلے کا چلا آ رہا ہے لیکن خیر القرون کے مسلمانوں کا تو اس مسئلہ کی طرف ذہن نہیں گیا۔ تو جواب یہ ہوا ہے کہ تم قرآن کے منکر ہو مثلاً ایک شخص جشن میلاد اور عید میلاد کے اثبات میں قرآن مجید کی گئی آیات پڑھ دیتا ہے کہ میلاد کا جشن اور میلاد کی عید فلاں آیت سے ثابت ہے

اور جب سوال کیا جاتا ہے کہ میلاد کا جشن اور میلاد کی عید تو ۶۰۴ھ میں شروع ہوا اور قرآن تو اس سے پہلے موجود تھا لیکن وہ لوگ اس خاص طرز کا جشن اور خاص قسم کی عید نہیں مناتے تھے کیا ان لوگوں نے بھی ان آیات سے جشن اور عید ثابت کی ہے کیا ان لوگوں کو

قران کی یہ آیات سمجھ نہ آئیں؟ تو جواب دیتے ہیں کہ تم قرآن کے منکر ہو۔

اسی طرح بعض لوگ اپنے ذہن سے یہ فتویٰ اختراع کرتے ہیں کہ سماع موتی شرک ہے حالانکہ قرآن میں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ صرف سماع موتی شرک ہے۔ ہاں غیر اللہ کو اختیارات کا مالک متصرف الامور سمجھنا عالم الغیب اور مشکل کشا، حاجت روا، سمجھنا بے شک شرک ہے لیکن صرف سماع موتی کو قرآن مجید میں شرک نہیں کہا گیا۔ یہ فتوی صرف اور صرف چودھویں صدی کی ایجاد اور پیداوار ہے۔ بے شک سماع موتی ہر دور میں مختلف فیہ رہا ہے لیکن کسی جانب سے فتویٰ زنی نہیں کی گئی تو جب ایسے متشددین سے پوچھا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیات تو پہلے سے موجود تھیں لیکن عہد اولی سے لے کر آج تک کسی نے سماع موتی کے قائلین پر شرک کا فتوی نہیں لگایا کیا وہ قرآن نہیں سمجھتے تھے؟ انہوں نے ان آیات پر عمل کیوں نہ کیا تو کہتے ہیں کہ تم قرآن کے منکر ہو گویا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خود ساختہ مسائل وعقائد کو خود قرآن سمجھتے ہیں اور جو ان کے نظریات کا انکار کرے وہ قرآن کا منکر ہے

ایک اور پہچان: نام نہاد قرآنیوں کی ایک اور علامت بھی ہے کہ یہ لوگ جب قرآن مجید سے اپنا من بھاتا مطلب کشید کرتے ہیں جو قرآن مجید کی دیگر آیات کے متصادم ہوتا ہے اور آپ ﷺ کی احادیث صحیح کے خلاف ہوتا ہے تو ان کے سامنے حضور اکرم ﷺ کی وہ صحیح حدیثیں پیش کی جاتی ہیں کہ تمہارا یہ مطلب ان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے لہذا درست نہیں ہے تو فورا بلا جھجک یہ کہہ ڈالتے ہیں کہ چونکہ یہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں لہذا مردود ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔ چنانچہ یہ ظالم خلاف قرآن کا بہانہ بنا کر احادیث صحیح کو رد کر دیتے ہیں اور بہت بڑی جسارت کرتے ہیں۔

کیا صحیح حدیثیں، قرآن کے خلاف ہوتی ہیں؟

حالانکہ محدثین نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے وہ قطعاً قرآن مجید کے خلاف نہیں ہوتیں بلکہ وہ قرآن مجید کی تشریح تفصیل اور تفسیر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور جو حدیثیں واقعی قرآن مجید کے خلاف تھیں ان کو محدثین نے صحیح کہا ہی نہیں کیونکہ یہ ایک نفیس ولطیف فن ہے اور جس کا کام اسی کو ساجھے کے اصول کے تحت حضرات فقہاء اسلام اور محدثین عظام ہی جانتے ہیں کہ کون سی حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے اور کون سی حدیث قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر ہے۔ لہٰذا ہر آدمی کا یہ کام نہیں کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایک فن سے ناواقف ہونے کے باوجود اس فن میں دخل دیتا ہے تو وہ لازماً ایک غلط رائے قائم کرے گا اور سیدھی راہ سے یقیناً گمراہ ہوگا اور ایسا گمراہ کہ اس کو اپنی غلطی اور گمراہی کا احساس تک نہ ہوگا بلکہ وہ ہمیشہ اپنی غلط رائے کو صحیح سمجھتا رہے گا اور گمراہی کو راہ ہدایت کہتا رہے گا تو اگر ان ان پڑھ لوگوں کو جج تسلیم کر کے احادیث رسول اللہ ﷺ ان کے حوالے کر دی جائیں تو یہ جاہل ایک حدیث کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے سب کو یہ کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیں گے کہ یہ قرآن کے خلاف ہیں حتی کہ یہ ظالم اور ان پڑھ مفتی مچھلی اور ٹڈی کے متعلق بھی فتویٰ سازی کریں گے کہ یہ میتۃ ہونے کہ وجہ سے حرام ہیں کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں ﴿حرمت علیکم المیتۃ﴾ تم پر میتۃ یعنی جو جانور بغیر تکبیر اور ذبح کے مر گئے وہ حرام کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ مچھلی اور ٹڈی بغیر تکبیر اور ذبح کے مرتی ہے۔ لہٰذا مردار ہونے کی وجہ سے حرام ہے باقی رہی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے لئے دو میتۃ حلال کی گئیں ہیں تو کہیں گے یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔ لہٰذا مردود ہے مچھلی اور ٹڈی حرام ہے۔

تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ جس طرح ان اَن پڑھوں نے قرآن کی جماعت کو چھوڑ کر اور صراط مستقیم سے ہٹ کر قرآن مجید کی من بھاتی تفسیر کر کے اس کو بازیچۂ اطفال بنایا اسی طرح اگر ایسے لوگوں کو جج مقرر کر دیا جائے تو یہ لوگ ایک ایک حدیث کو قرآن کے خلاف کہہ کر ردی کی ٹوکری میں ڈالتے چلے جائیں گے۔ گویا قرآن کی اصلی تفسیر سے بھی محروم اور احادیث صحیحہ کا بھی انکار ہو جائے گا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ بھی قرآن مجید کی طرح حجت شرعیہ ہیں اور حدیث کے بغیر فہم قرآن بہت مشکل ہے۔

جو کام ہو چکا، اب دوبارہ اس کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے

قرآن پاک کی سچی جماعت جن کی راہ صراط مستقیم ہے دین کا جو کام سرانجام دے دیا اب دوبارہ اس کو کرنا ایک عبث اور بے فائدہ کام ہے مثلاً قرآن مجید کی قراءتوں کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ سلف صالحین کی جماعت حقہ نے اس کام کو بخیر و خوبی پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے اب ہمارے ذمہ ہے اس علم کی حفاظت کرنا اور بعینہ آئندہ نسلوں تک پہنچا دینا اگر کوئی نیم مغز انسان کہے کہ مجھے سلف صالحین کی محنت اور کام پر اعتماد نہیں ہے میں ان کی تقلید نہیں کرتا میں تو یہ کام از سر نو دوبارہ کرنا چاہتا ہوں تو ساری دنیا ایسے شخص کو نیم پاگل سمجھے گی کیونکہ جو کام صحیح طریقہ پر مکمل ہو چکا ہے۔ اب اس کو کرنا ایک عبث کام اور لایعنی حرکت ہوگی۔ اسی طرح احادیث شریفہ کی اسناد لکھنے کا کام مکمل ہو چکا ہے حضرات محدثین کرام نے بڑی محنت عرق ریزی، طویل اسفار اور بڑی مشقتیں اٹھا کر یہ فریضہ سرانجام دے دیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے محدثین کے کام پر اعتماد نہیں ہے۔ میں ان کی تقلید نہیں کرتا لہٰذا یہ کام میں از سر نو کرتا ہوں تو یقیناً اہل علم حضرات ایسے شخص کو احمق کہیں گے اسی طرح علم واسماء رجال کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے اور جن اکابر نے یہ کام کیا ہے ان پر اعتماد کیا ہے ان پر اعتماد

لازم اوران کی تقلید ضروری ہے۔اب اگر کوئی یہ شخص یہ کام دوبارہ شروع کرے گا تو یہ اس کی بیوقوفی ہوگی۔

اسی طرح فقہاء اسلام نے اپنے اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کا حل استنباط اور استخراج کے ذریعہ کتاب وسنت سے کر دیا ہے۔خصوصا ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم نے لہذا ہمیں ان کی محنت کی قدر کرنی چاہئے ان کے اجتہادات پر اعتماد کرنا چاہئے اوران کی تقلید کرنی چاہیے اگر کوئی شخص آئمہ اربعہ اور فقہاء اسلام کے اجتہاد پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ ان کی تقلید سے روگردانی کر کے ہر مسئلہ کا جواب خود تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اس کی کم عقلی اور بدنصیبی ہوگی۔ہاں !ہر دور جدید کے نئے پیش آمدہ مسائل جن کا حل فقہاء اسلام کی خدمات میں موجود نہیں ہے تو ایسے مسائل کا جواب کتاب وسنت اوراجماع امت سے درجہ اجتہا درکھنے والے اہل علم حضرات،سلف صالحین کے اصولوں کی روشنی میں تلاش کریں۔

تو میرے معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کام خیر وخوبی کے ساتھ سرانجام دیا جا چکا ہے۔اب اسے دوبارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لہذا یہ کام کہ کون سی حدیث، قرآن مجید کے موافق ہے اور کون سی مخالف ہے یہ کام علماء محدثین ومفسرین اور فقہاء اسلام نے سرانجام دے دیا ہے۔لہٰذا ہمیں ان کی محنت پر اعتماد کرنا چاہئے اور اگر کوئی شخص سلف صالحین کے کئے ہوئے کام کو رد کر کے از سرنو یہ کام کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی ذہنی آوارہ گردی اور غیر مقلدیت ہوگی بہرحال یہ کام ہو چکا ہے۔اسی پر اعتماد کرنا ہوگا دوبارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔لہٰذا محدثین کرام نے جس حدیث کو صحیح قرار دیا وہ قطعاً قرآن کے خلاف نہیں ہے اس کی تصحیح مطابق قرآن ہونے کی سند ہے۔

نام نہاد قرآنیوں کی ایک اور جہالت:

قرآن مجید کے نام پر بے دینی پھیلانے والے اہل ہویٰ فرقے یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حدیث قرآن مجید کے مطابق ہو ہم اس کو مانتے ہیں اور اس کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ جو بات حدیث سے ثابت ہو رہی ہو وہ بات قرآن مجید میں بھی موجود ہو حالانکہ جب وہ بات قرآن مجید میں آ گئی ہے تو وہ قرآن ہونے کی وجہ سے مسلم ہے۔ اب یہاں کہنا کہ ہم اس حدیث کو مانتے ہیں، چہ معنی دارد۔ حدیث ماننے کا مطلب تو یہ ہے کہ جو بات قرآن میں نہیں ہے اور حدیث میں موجود ہے اس کو مانا جائے جیسے نماز کی رکعتیں، زکوۃ کا نصاب مفسدات ومکروہات روزہ، اذان تکبیر، دعا قنوت وغیرہ ہزاروں مسائل جزئیات و احکامات ہیں جو قرآن میں تفصیل کے ساتھ موجود نہیں ہیں لیکن حدیث میں موجود ہیں لہذا سب حدیثوں کو ماننا جو کہ درجہ قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ یہ ہے حدیث کو ماننے کا مطلب۔

اہل ہویٰ کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی:

اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ صراط مستقیم کو چھوڑنے والے اور قرآن کی جماعت سے کٹنے والے یہ گمراہ فرقے چونکہ غیر اسلام کو اسلام غیر قرآن کو قرآن غیر دین کو دین ناحق اور گمراہی کو راہ راست سمجھتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو توبہ کی توفیق بہت کم شاذ ونادر ہوتی ہے کیونکہ جب گمراہی کو ہدایت اور ناحق کو حق سمجھتے ہیں تو وہ کیسے اس سے باز آئیں گے۔ بلکہ وہ تو اس پر ڈٹے اور اڑے رہیں گے اس لئے مرزائی، رافضی، چکڑالوی، مسعودی اور دیگر قسم کے غیر مقلدین بہت کم اپنی گمراہی چھوڑنے پر تیار ہوتے ہیں کیونکہ وہ تو گمراہی کو گمراہی سمجھتے ہی نہیں توبہ کیسے کریں؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حجب

التوبة عن کل صاحب بدعة ......رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح غیر هارون بن موسٰی الفروی وهو ثقة

(مجمع الزوائد ج ا ص ۱۸۹)

ترجمہ: ''حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔'' (مندرجہ ذیل آیات کا بھی یہی مطلب ہے)

آیت نمبر (۱) والله لا یهدی القوم الظالمین (سورة الصف آیت ۷)

ترجمہ: ''اللہ تعالی ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو ظالم ہیں۔''

آیت (۲) ان الله لا یهدی القوم الفاسقین. (سورة المنافقون آیت ٦)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالی ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

آیت نمبر (۳) والله لا یهدی القوم الکافرین. (سورة البقرة آیت ۲٦۴)

ترجمہ: ''اللہ تعالی کافر لوگوں کو راستہ نہ بتلاویں گے۔''

آیت نمبر (۴) کیف یهدی الله قوما کفروا بعد ایمانهم وشهدوا ان الرسول حق وجآء هم البینات والله لا یهدی قوم الظالمین اولئک جزاؤهم ان علیهم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین خالدین فیها لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون. (سورة آل عمران آیت ۸۸)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو کافر ہو گئے بعد اپنے اس اقرار کے کہ رسول اللہ ﷺ سچے ہیں اور بعد اس کے کہ ان کو واضح دلائل پہنچ چکے تھے اور اللہ تعالی

ایسے بے ڈھنگے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہوتی ہے اور فرشتوں کی بھی اور آدمیوں کی بھی سب کی وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ان پر سے عذاب ہلکا بھی نہ ہونے پاوے گا اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی۔"

فتنوں اور فرقوں کی بارش: فتنوں کا دور ہے آپ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق بارش کے قطرات کی طرح فتنے پڑ رہے ہیں فتنہ پرداز اور فرقہ ساز لوگ شاخ در شاخ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں سے متجاوز ہو چکے ہیں کسی نے اپنا نام اہل اسلام کسی نے مسلمین کسی نے اہل قرآن کسی نے اہل حدیث تجویز کر رکھا ہے۔ اگرچہ ان فرقوں کے مابین بہت فرق ہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت سلف صالحین کی قرآن والی جماعت کی راہ چھوڑ کر براہ راست قرآن سے اپنے نظریات فاسدہ ثابت کرنا، ان سب کی قدر مشترک ہے اور یہ چیز ان سب میں واضح طور پر پائی جاتی ہے کہ یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور فقہاء اسلام کی جماعت کی پیروی کرنے کی بجائے قرآن وحدیث تک براہ راست پہنچنا چاہتے ہیں۔ ان میں اکثر تو وہ ہیں جو صاف لفظوں میں قرآن کی پیروی اور تابعداری کا انکار کرتے ہیں مثلاً رافضی، خارجی، ناصبی، چکڑالی، بہالی، آغاخانی، پرویزی، ذکری، مماتی، مودودی، مسعودی اور غیر مقلدین باہمہ اقسام یہ سب فرقے جماعت قرآنی کی پیروی کا انکار کرتے ہیں۔ باقی رہے بریلوی حضرات اگرچہ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل السنّت والجماعت کا ٹھیکے دار سمجھتے ہیں اور بزرگان دین کی محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن یہ لوگ بھی اپنے خاص نظریات میں غیر مقلد ہی ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات اپنے نظریات مخصوصہ میں جماعت کی پیروی کرنے کے بجائے براہ راست قرآن وحدیث سے اجتہاد کرتے نظر آتے ہیں مثلاً عید میلاد کے مسئلہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہ حنفیہ سے ثابت کرنے کی بجائے خود قرآن وحدیث سے ثابت

کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اگر عید میلا دقرآن وحدیث سے ثابت ہوتی تو صحابہ کرام اور فقہاء اسلام جشن عید میلا دضرور مناتے حالانکہ اس جشن کا ثبوت نہ صحابہ کرام سے ملتا ہے نہ ہی فقہ حنفیہ سے اور نہ ہی قرآن کی جماعت سے اسی لئے تو یہ لوگ اپنے نظریات مخصوصہ کو ثابت کرنے کے لئے سلف صالحین کے فہم کو بالائے طاق رکھ کر قرآن سے حجت پکڑتے ہیں۔لہٰذا اپنے خاص نظریات میں یہ بھی غیر مقلدین اور حقیقت یہ ہے کہ جماعت چھوڑنے کی وجہ سے یہ سب فرقے مختلف ہونے کے باوجود غیر مقلد ہی ہیں۔

مقصد تالیف: میرا دل چاہتا ہے کہ اسلام ،قران ،حدیث ،مسلمین ،توحید ،محبت رسول ﷺ اور محبت صحابہ ومحبت اہلبیت کے نام پر دھوکہ کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ زنی کرنے والے ان سب گمراہ فرقوں کے دجل وفریب کے پردہ تلبیس کو چاک کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کے ایمان کی چوکیداری کروں۔**واللہ هو الموفق الميسر وهو الهادى الى الصراط المستقيم وهو ولى فى الدنيا والاخرة .**

اوران شاء اللہ میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا رہوں گا اور اس سیدھی راہ چھوڑنے والوں کے خلاف عملی ،علمی ،قلمی ،زبانی اور جانی و مالی جہاد جاری رکھوں گا۔

فاطر السموات والارض انت ولى فى الدنيا والاخره توفنى مسلما والحقنى بالصالحين آمين يا رب العالمين اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولاالضالين آمين ثم آمين .

البتہ بندہ عاجز کی عمر تقریبا ۵۶ سال ہے کیونکہ میری پیدائش اگست ۱۹۴۷ء ہے اور اب ۳۰ جولائی ۲۰۰۳ء ہے۔یوں سمجھ لیجئے میں پاکستان کا ہم عمر ہوں اور پھر شوگر جیسی

موذی مرض میں تقریباً بیس سال سے مبتلا ہوں اور صبح شام اپنے آپ کو انسولین کا انجکشن لگاتا ہوں ساتھ ساتھ جامعہ عثمانیہ کی ہمہ خدمات بھی تادم تحریر میرے سپرد ہیں۔ تو ایسے حالات میں اتنا بڑا کام سرانجام دینا مجھ جیسے ہیچمدان کمزور آدمی کے لئے اگرچہ مشکل ہے لیکن میں اپنے رب ذوالجلال سے پرامید ہوں کہ وہ اپنی رحمت اور توفیق سے میری مدد فرمائے گا۔ ان شاءاللہ۔

جو کچھ بندہ عاجز نے اجمالی رنگ میں لکھ دیا ہے وہ ان فرق باطلہ کی تردید میں کافی وافی ہے۔ لیکن اب فرداً فرداً ایک ایک فرقے کے ایک ایک باطل نظریہ کی مفصل ومکمل اور مدلل تردید کے میدان میں قدم رکھنا چاہتا ہوں لیکن سب سے پہلے کراچی کے کیپٹن مسعود الدین عثمانی اور اس کی جماعت نام نہاد مسلمین یا حزب اللہ کے نظریات فاسدہ اور خیالات باطلہ کی تردید کی جائے گی ان شاءاللہ تردید میں مسعودیوں کو اولیت دینے کی چند وجوہات ہیں۔

کیپٹن مسعود الدین قرآن مجید کا منکر تھا:

کیپٹن مسعود الدین قرآن کا منکر تھا قرآن مجید میں بندہ عاجز کی دانست کے مطابق چھ آیات ایسی ہیں جہاں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایماندار بندے اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ تعالی کے تمام نبیوں اور رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں لیکن مسعود الدین عثمانی نے ان چھ آیات کے متعلق لکھ دیا کہ ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں وہ آیات جن کا مسعود الدین عثمانی نے انکار کیا، یہ ہیں۔

آیت نمبر (۱) ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوابین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفرببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک

سبیلا اولٰئک هم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مهینا.

(سورۃ نساء آیت ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ: ''بے شک جولوگ منکر ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ ہیں وہی اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب۔''

آیت نمبر (۲) والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منهم اولٰئک سوف یؤتیهم اجورهم. **(سورۃ نساء آیت ۱۵۲)**

ترجمہ: ''جولوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ان کو جلد دے گا ان کا ثواب۔''

آیت نمبر (۳) والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک هم الصدیقون والشهدآء عند ربهم. **(سورۃ الحدید آیت ۱۹)**

ترجمہ: ''جولوگ یقین لائے اللہ پر اس کے سب رسولوں پر وہی ہیں سچے ایمان والے اور لوگوں کا احوال بتلانے والے اپنے رب کے پاس۔''

آیت نمبر (۴) سابقوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها کعرض السمآء والارض اعدت للذین اٰمنوا باللہ ورسلہ. **(سورۃ الحدید آیت ۲۱)**

ترجمہ: ''دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ ہے آسمان اور زمین کا تیار کر رکھی ہے واسطے ان کے جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر

آیت نمبر (۵) فاٰمنوا باللہ ورسلہ. (سوۃ ال عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ: ''پس اب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ۔''

آیت نمبر (۶) فاٰمنوا باللہ ورسلہ. (سورۃ نساء آیت ۱۷۱)

ترجمہ: ''سو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔''

قارئین کرام! قرآن مجید کی ان چھ آیات میں ﴿اٰمنوا باللہ ورسلہ﴾ فرما کر تمام لوگوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لے آؤ اور کسی ایک رسول ﷺ کے انکار کو کفر کہا گیا ہے لیکن کراچی کا مسعود الدین عثمانی ان سب کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ حضرات ﴿اٰمنوا باللہ و رسولہ﴾ کے بجائے ﴿اٰمنوا باللہ ورسلہ﴾ کی تلقین کرتے ہیں لیکن ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔ (دعوت الی اللہ ص۱۶)

آپ نے دیکھ لیا کہ کتنے صاف لفظوں میں یہ جاہل چھ آیات قرآنیہ کا انکار کر رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں اور تمام کتابوں پر ایمان لانا از حد ضروری ہے اور کسی ایک کے انکار سے تمام کا انکار لازم ہے۔ ہاں اطاعت اور پیروی صرف اور صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کرنی ہے اور قرآن کریم کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اور حضور اکرم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں لیکن ایمان تو سب کتابوں اور سب رسولوں پر لانا ہے لیکن یہ مسعود الدین کس صفائی سے لکھتا ہے کہ ہم ﴿اٰمنوا باللہ ورسلہ﴾ کو صحیح نہیں سمجھتے معلوم ہوتا ہے کہ اس جاہل کو اتنا علم بھی نہیں ایمان کیا ہے اور اطاعت کیا ہے اور نہ ہی ایمان اطاعت کے فرق کو سمجھتا ہے۔

مسعودیوں کی حماقت: مسعودالدین عثمانی مرتے دم تک ان آیات کے انکار پر قائم رہا اور اپنے اس کفر کی کوئی توبہ شائع نہیں کی اور نہ ہی کوئی معذرت کی لیکن اس کے مرنے کے بعد مسعودیوں کو جب اس چیز کا احساس ہوا کہ مسعودالدین تو اتنی آیات کا پوری زندگی انکار کرتا رہا ہے اور اسی انکار پر اس کی موت واقع ہوئی تو انہوں نے مذکورہ بالا رسالہ شائع کر کے اس کے اس صفحہ والی پوری عبارت اڑا دی اور اس کے بجائے دوسری عبارت لکھ دی جس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں کہ ہم ﴿ اٰمنوا باللہ و رسلہ ﴾ کو صحیح نہیں سمجھتے ان لوگوں کی اس طرز عمل سے چند چیزیں واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہیں۔

اولاً: مسعودیوں کو یقین ہو گیا کہ ہمارے مسعودالدین عثمانی نے واقعی آیات قرآنیہ کا انکار کر کے ایک بہت بڑی غلطی بلکہ کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

ثانیاً: ان کو چاہیئے تھا کہ واضح لفظوں میں ان کے کفر کا اقرار کرتے پھر کفریہ عبارت کا ازالہ کر کے سابقہ غلطی کی توبہ اور معذرت نامہ شائع کرتے لیکن ایسا بالکل نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان سب مسعودالدین کے پیروکاروں نے عبارت کو تبدیل کر کے اس کے کفر پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے لہٰذا اس کے سب جانشین اور پیروکار اس کے کفر پر راضی اور خوش ہیں البتہ لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لئے عبارت تبدیل کر کے اس کے کفر کو چھپانے کی ایک مذموم حرکت کی ہے۔ ان جاہلوں کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب، علیم بذات الصدور اور دانا و بینا ہے۔

آدمی لوگوں سے تو چھپ سکتا ہے لیکن اپنے رب سے تو نہیں چھپ سکتا۔ لیکن شاید یہ اسلام کے نام نہاد علمبردار اور قرآن کے ٹھیکیدار اللہ تعالیٰ کو دلوں کے بھید جاننے والا

نہیں سمجھتے ۔اسی لئے تو در پردہ چپکے سے ایک عبارت اڑا کر دوسری عبارت رکھ دی لیکن سوال یہ ہے کہ وہ اپنے اس حیلے بہانے سے رب العالمین کی گرفت سے بچ جائیں گے؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں بچ سکتے ۔ وہ ان کے کفر اور اس پر پردہ ڈالنے کی ضرور بالضرور سزا دے گا

ثالثاً: اِن اَن پڑھ پیروکاروں نے جو اپنے مرشد کی کفریہ عبارت کو تبدیل کر دیا تو اس طریقہ سے اس کو کیا فائدہ ہوگا؟ اگر کوئی شخص زندگی میں کفر بکتا اور لکھتا رہے اور اسی کفر پر اس کی موت واقع ہو جائے تو کیا پچھلوں کے کفر چھپانے اور تبدیل کرنے سے اس کے کفر کا ازالہ ہو جائے گا؟ اگر یہ طریقہ درست ہے تو کیا اگر کوئی شخص فرعون، نمرود، ہامان، قارون اور ابو جہل وغیرہ کے کفر پر پردہ ڈال دے تو ان کی جان چھوٹ جائے گی؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں بہر حال مسعود الدین کے مرنے کے بعد اس کے کفر پہ پردہ ڈالنا اس کے پیروکاروں کی شرمناک حماقت اور رضا بالکفر کی بدترین مثال ہے۔

سات مزید آیات کا انکار: بندہ عاجز کی دانست کے مطابق قرآن مجید میں سات مقامات پر قبر وقبور کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ہر مقام پر قبر وقبور کا لفظ زمین کے اس حصہ پر استعمال کیا گیا ہے جہاں مردہ جسد دفن کیا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں مردہ جسد کے مدفن کو قبر کہا گیا ہے پہلے آپ آیات بمع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں پھر ان میں غور کریں آپ کو صاف صاف معلوم ہوگا کہ قرآن مجید جسد عنصری کے مدفن کو قبر کہتا ہے۔ دیکھئے:

آیت نمبر (۱) ولا تقم علی قبرہ. (سورۃ توبہ آیت ۸۴ پ ۱۰)

ترجمہ: ”اس کی قبر پر کھڑے نہ ہو جائیں یعنی حضور اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کسی منافق کی قبر پر نہ جائیں۔“

آیت نمبر (۲) وما انت بمسمع من فی القبور. (فاطر آیت ۲۲ پ ۲۲)

ترجمہ: ''آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں یعنی مدفون ہیں۔''

آیت نمبر (۳) کما یئس الکفار من اصحاب القبور. (ممتحنۃ آیت ۱۳)

ترجمہ: ''وہ آخرت سے ایسے ناامید ہوگئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں ناامید ہوں گے۔''

آیت نمبر (۴) ثم اماتہ فاقبرہ. (سورۃ عبس آیت ۲۱ پ ۳۰)

ترجمہ: ''پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا یعنی قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔''

آیت نمبر (۵) واذاالقبور بعثرت. (سورۃ الانفطار آیت ۴ پ ۳۰)

ترجمہ: ''جب قبریں اکھاڑ دی جاویں گی یعنی مردے قبروں سے باہر آجائیں گے۔''

آیت نمبر (۶) حتی زرتم المقابر. (سورۃ التکاثر آیت ۲ پ ۳۰)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو یعنی مرتے دم تک مال کی محبت میں غافل رہو گے۔''

آیت نمبر (۷) وان اللہ یبعث من فی القبور. (سورۃ الحج آیت ۷ پ ۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ پیدا کرے گا یعنی مردوں کو ان کے مدفن سے اٹھائے گا۔

مذکورہ بالا ساتوں آیات میں زمین کے اس حصہ کو قبر کہا گیا ہے جہاں مردہ انسان کو دفن کیا جاتا ہے۔ لیکن مسعود الدین عثمانی آف کراچی اس زمین والی قبر کو قبر نہیں مانتا بلکہ اس کو اصرار ہے کہ روح کے مقام کا نام قبر ہے۔ اس نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے

’’عذاب برزخ‘‘ اس میں سارا زور اسی پر خرچ کیا ہے کہ جسد عنصری کا مدفن قبر نہیں ہے چنانچہ اس کتاب کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں:

’’مگر افسوس کہ آج دنیا والوں کی اکثریت نے اسی دنیا کی زمین کے ایک خطہ کو وہ قبر ماننا شروع کر دیا ہے جہاں سوال وجواب کے لئے ہر مرنے والے کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور پھر قیامت تک اسی کے ساتھ عذاب یا راحت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے درانحالیکہ ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے آخر ان مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا کیسے سوال وجواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب وراحت کا معاملہ قیامت تک گزرے گا۔‘‘ (عذاب برزخ ص ۲)

دیکھئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں زمین کے اس خطہ کو قبر کہتا ہے جس میں مردہ انسان دفن کیا جاتا ہے لیکن مسعود الدین اس کا انکار کرتا ہے اور اس کے بجائے ایک اور قبر تجویز کرتا ہے اور یوں ان سات آیات بینات کا انکار کرتا ہے۔

مزید چار آیات کا انکار: قرآن مجید واضح اور صاف لفظوں میں بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا ٹھکانہ یہی زمین ہے جس میں جلد یا بدیر انسان کی قبر بنائی جاتی ہے۔

آیت نمبر (۱) قال فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون.

(سورة اعراف آیت ۲۵)

ترجمہ: ’’تم کو وہاں (زمین میں) ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی سے پھر پیدا ہونا ہے۔‘‘

آیت نمبر (۲) منھا خلقنا کم وفیھا نعید کم ومنھا نخرجکم تارةً اُخری.

(سورة طٰہٰ آیت ۵۵)

ترجمہ: ''ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں تم کو لے جاویں گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔''

آیت نمبر (۳) واللہ انبتکم من الارض نباتاً ثم یعید کم فیھا ویخرجکم اخراجاً. (سورۃ نوح آیت ۱۸)

ترجمہ: ''اللہ تعالی نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا پھر تم کو زمین ہی میں لے جاوے گا اور تم کو باہر لے آوے گا۔''

آیت نمبر (۴) الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً وامواتاً.

(مرسلات آیت ۲۶)

ترجمہ: ''کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔''

قارئین کرام! قرآن مجید کا فرمان ہے کہ مردہ انسانوں کا ٹھکانہ زمین ہی ہے جلد یا بادیر بہر حال مردہ انسانوں نے زمین ہی میں دفن ہونا ہے۔ باقی رہا روح تو اس کا مقام جو بھی ہو اس کا مردہ انسان کے جسم یا اجزاء اصلیہ سے برزخی تعلق رہتا ہے تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد بالکل سچا اور صادق آتا ہے کہ مردہ انسانوں کا ٹھکانہ قیامت تک زمین کا یہی خطہ ہے جس میں وہ دفن ہے جس کو قبر کہا جاتا ہے۔ لیکن مسعود الدین عثمانی ان چاروں آیات بینات کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ زمین کے اس خطہ کو قبر نہیں کہتے جس میں مردہ انسان دفن ہے بلکہ وہ مردہ انسان کا کوئی اور ٹھکانہ بتاتا ہے جو کہ اس زمین کے علاوہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا ٹھکانہ یہی زمین ہے لیکن اس کے برعکس مسعود الدین صاحب کہتا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا ٹھکانہ زمین نہیں بلکہ

آسمان وغیرہ ہے اور یوں ان چار آیات انکار کرتا ہے۔

مشرکانہ ذہنیت اور آیات کثیرہ کا انکار:

بندہ عاجز نے کیپٹن مسعودالدین عثمانی کے ایک رسالہ ''عذابِ برزخ'' کا ایک اقتباس سابقہ اوراق میں آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے جس میں اس نے اس خطۂ ارضی والی قبر کا انکار کیا ہے کہ اس زمین والی قبر میں کسی قسم کی جزا وسزا نہیں ہوتی اور دلیل میں مشرکانہ عقلی شبہات پیش کئے ہیں کہ جس مردہ کو درندے اور مچھلیاں کھا گئیں یا جلا کر راکھ کر دیا گیا اس کو عذاب قبر کیسے ہوگا اور کیپٹن صاحب نے سمجھ رکھا ہے کہ ایسے مردوں کو قبر نصیب ہی نہیں ہوئی اس لئے تو کہتا ہے کہ ان کو عذاب قبر کیسے ہوگا؟؟؟

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ مشرکین مکہ قیامت یعنی ﴿**والبعث بعد الموت**﴾ کے منکر تھے اور قیامت کا انکار عقلی شبہات کی وجہ سے کرتے تھے۔

چنانچہ کہتے تھے کہ ''جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے چورا چورا ہو جائیں گے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ہم دوبارہ کیسے اٹھیں گے؟ خاک وراکھ شدہ مردے کا زندہ ہونا ناممکن اور خلاف عقل ہے، لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا۔'' اس لئے قرآن مجید میں ان کے اس باطل نظریہ کو یوں بیان کیا گیا ہے ﴿**هيهات هيهات لما توعدون**﴾

لیکن اللہ جل شانہ نے ان کے تمام شبہات کے جواب میں متعدد بار بلکہ بار بار یہ جواب دیا ہے کہ چاہے مردہ جس حالت میں بھی مستحیل ہو جائے پتھر اور لوہا بن جائے یا خاک وراکھ ہو جائے اس کے سب ذرات میرے علم میں ہیں اور قدرت سے باہر نہیں چلے گئے بلکہ تحت القدرۃ ہیں میرے قابو اور گرفت میں ہیں جب چاہوں گا اس کو اٹھا لوں گا میرے لئے نہ یہ مشکل ہے نہ ناممکن۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا کیا ہم پہلی بار تمہیں پیدا کر

کے تھک گئے ہیں؟اور فرمایا جو ذات تمہیں اول بار بنا سکتی ہے وہ دوبارہ بھی بنا سکتی ہے نیز پہلے بھی تم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی کے منتشر اجزاء سے اکھٹا کر کے بنایا ہے جس نے پہلے بنایا وہ دوبارہ بھی بنا سکتا ہے الغرض ایک ہی قسم کے عقلی شبہات ہیں جن کی آڑ میں مشرکین مکہ آخرت کی زندگی کا انکار کرتے تھے اور کیپٹن صاحب قبر کی زندگی کا انکار کرتے ہیں۔

دو دعوے اور ایک دلیل: مشرکین مکہ خاک وراکھ کی دلیل سے قیامت اور قیامت کے دن کی زندگی انکار کرتے تھے اور کیپٹن صاحب انہیں دلیلوں سے قبر اور اس کی زندگی اور جزاوسزا کا انکار کرتے ہیں کیونکہ دعوے تو دونوں کے مختلف ہیں اور دلیل ان دونوں کی ایک ہی ہے۔اسی لئے بندہ عاجز نے عرض کی ہے کہ کیپٹن صاحب اور مشرکین مکہ ایک ہی ذہنیت کے مالک ہیں البتہ آخرت کی زندگی مستقل زندگی ہے،محسوس ہونے والی زندگی ہے اور قبر کی زندگی مستقل زندگی نہیں ہے بلکہ نوع من الحیات ہے جو شعور میں آنے والی نہیں ہے البتہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطلاع کی وجہ سے اس پر ایمان ضروری ہے اور قبر کی زندگی اس کے حالات اور اس کی جزاء وسزا پر ہمارا ایمان بالغیب ہے۔تو معلوم ہوا کہ جو دلائل مشرکین مکہ کو سوجھے وہی کیپٹن صاحب کو سوجھے بلکہ اصل دلائل تو مشرکین نے ایجاد کئے ہیں۔کیپٹن صاحب نے تو صرف ان کی تقلید کورانہ کی ہے۔نا معلوم اس ''کورانہ تقلید'' میں کیپٹن صاحب نے کتنی آیات قدرت کا انکار کیا ہے

قدرت باری تعالیٰ کو رد کرنے کے لئے ایک بہانہ:

جب کیپٹن صاحب اور اس کے ماننے والوں کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیات رکھی جاتی ہیں کہ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے وہ مردہ انسان کے منتشر اجزاء کے ساتھ روح کا

مجھول الکیفیۃ تعلق جوڑ کر مردے کو جزا اور سزا دے سکتا ہے۔

تو جواب دیتے ہیں کہ ہاں! قادر تو ہے لیکن ایسا کرتا نہیں کیونکہ یہ قدرت ہے اس کا قانون نہیں ہے۔حالانکہ یہ ایک احمقانہ جواب ہے کیونکہ انسان عالم دنیا میں رہ کر نیکی یا برائی کے ارتکاب کی وجہ سے جزا وسزا کا حقدار بن چکا ہے لہٰذا نیک و بد کو جزاء وسزا دینا اللہ تعالیٰ کا قانون ہے اور اس کے انصاف کا تقاضا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قبر میں مردہ انسان کو جزا وسزا دینا قدرت ہے قانون نہیں ہے پرلے درجے کی حماقت ہے۔لہٰذا یہ قدرت اور قانون دونوں جمع ہیں جیسے نطفہ سے زندہ بچہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا قانون بھی ہے اور قدرت بھی ہے اسی طرح مردہ انسان کو جزاء وسزا دینا اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی ہے اور قانون بھی ہے۔

ایک چیلنج: کیپٹن سمیت تمام منکرین عذاب قبر کو میرا چیلنج ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دکھائی جائے یا پھر آپ ﷺ کی ایک حدیث دکھائی جائے جس میں قبر کا لفظ استعمال کیا گیا اور اس سے روح کا مقام مراد لیا گیا ہو۔یقین جانئیے قرآن وحدیث میں جہاں بھی قبر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہاں یہی خطہ اراضی مراد ہے جہاں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ: دشمنان اسلام کے اعتراضات جو وہ دین اسلام کے عقائد واعمال پر وارد کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام عذاب قبر کا نظریہ پیش کرتا ہے حالانکہ بعض مردے ایسے ہیں جن کو یہ قبر نصیب نہیں ہوئی تو ان کو عذاب کیسے ہوگا۔جیسا کہ کیپٹن صاحب نے بھی یہی اعتراض کیا ہے تو علماء اسلام نے جواب دیا کہ قبر سے مراد صرف یہ گڑھا نہیں ہے بلکہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔کیونکہ آدمی مرنے کے بعد عالم برزخ میں پہنچ جاتا ہے کیونکہ موت سے لے کر قیامت کے درمیانی زمانہ کو عالم برزخ کہتے ہے اور مردہ

انسان خواہ جہاں بھی ہو وہ عالم برزخ میں ہے خواہ قبر میں دفن ہو یا پرندوں، درندوں کے پیٹ میں ہو یا خاک وراکھ ہو یا ہوا وفضا میں لٹکا ہوا ہو تو ہمارے علماء نے قبر سے مراد برزخ اس لئے کہا تا کہ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو جائے اور قبر کا مفہوم مردے کے ہر مقام کو شامل ہو جائے لیکن ان کج فہموں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ برزخ کہنے سے قبر کی نفی ہو گئی۔ حالانکہ نفی نہیں ہوئی بلکہ وسعت پیدا ہوئی اس لئے ہمارے علماء اسلام فرماتے ہیں کہ جو مردہ باقاعدہ زمین میں دفن کیا گیا وہ اس کے لئے حقیقی قبر ہے اور جو مردہ کسی اور مقام میں ہے مثلاً شیشے کی الماری میں یا خاک وراکھ میں وغیرہ وغیرہ تو اس کی مجازی قبر ہے بہرحال مردہ انسان کے مقام اور مستقر کو قبر کہتے ہیں روح کے مقام کو کہیں قبر نہیں کہا گیا۔

واضح رہے کہ قبر اور برزخ کے مفہوم میں کوئی تضاد نہیں ہے اور نہ ہی یہ دونوں ایک دوسرے کی ضدین ہیں کہ ایک سے دوسرے کی نفی ہو جائے، نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ دونوں جمع ہوتے ہیں اور بیک وقت صادق آتے ہیں۔ قبر مردہ انسان کے لئے ظرف مکان ہے اور برزخ مردہ انسان کے لئے ظرف زمان ہے لہٰذا مرنے والا انسان قبر میں بھی ہے اور برزخ میں بھی ہے برزخ اس قبر کے علاوہ کسی دوسرے مکان اور جگہ کا نام نہیں ہے جو شخص برزخ کو مکان یا جگہ سمجھتا ہے یہ اس کی حماقت ہے۔

روح نکلتے ہی آدمی کا زمانہ تبدیل ہو جاتا ہے اگرچہ وہ چارپائی پر کیوں نہ پڑا ہو لہٰذا مردہ انسان کو برزخ میں نہ سمجھنا بلکہ دنیا کی چیز سمجھنا حماقت اور نادانی ہے لہذا جن اکابر علماء کرام نے قبر سے مراد برزخ لی ہے وہ قطعاً اسی خطہ ارضی کی قبر کے منکر نہیں ہیں انہوں نے تو دشمنان اسلام کے شبہ کا جواب دیا ہے لہٰذا ایسے لوگوں کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ اس ارضی قبر کو قبر نہیں کہتے منکرین عذاب قبر کے سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔ جو اکابر بھی قبر سے مراد برزخ لیتے ہیں وہ سب کے سب اس ارضی قبر میں اعادہ روح، تعلق روح اور اس میں جزاء وسزا

کے قائل ہیں منکر کوئی بھی نہیں ہے۔

کیپٹن صاحب نے آیت کا غلط مطلب بیان کیا:

آپ کو معلوم ہو گیا کہ قبر و برزخ کے مابین کسی قسم کا تضاد و تنافی نہیں ہے اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کی ضدیں ہیں بلکہ ان دونوں کا بیک وقت اطلاق ہوتا ہے اور یہ دونوں ایک چیز پر صادق آتے ہیں یعنی مردہ جسد جہاں مدفون ہے وہی اس کی قبر ہے اور وہی اس کی برزخ ہے۔ اور قبر کے لفظ کا اطلاق ہمیشہ اسی خطہ ارضی پر ہوتا ہے جہاں مردہ انسان دفن ہے اور قبر کا لفظ قطعاً روح کی قبر پر نہیں بولا گیا نہ قرآن میں نہ حدیث میں قبر کے لفظ کو اس زمینی مدفن سے پھیر کر کسی اور پر استعمال کرنا قبر کے مفہوم کی تحریف اور زندقہ ہے لیکن کیپٹن مسعود الدین عثمانی نے اپنے اس زندقہ اور من بھاتے معنی کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی اس آیت ﴿اماته فاقبره﴾ کا غلط مطلب بیان کیا کہ اس آیت میں جو ﴿فاقبره﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس سے روح کی قبر مراد ہے حالانکہ یہ سفید جھوٹ اور خلاف واقعہ بات ہے اور قرآن کا سیاق و سباق بھی اس معنی کا ابا کرتا ہے لیکن مثال مشہور ہے کہ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' اس لئے قرآن مجید کی تحریف کرتے ہوئے کہا کہ اس جگہ قبر سے مراد روح کی قبر ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ ہر مردے کو یہ ارضی قبر نہیں ملتی بلکہ بعض مردے جلا دیئے جاتے ہیں اور بعضوں کو درندے ہڑپ کر جاتے ہیں لہٰذا اس قبر سے مراد روح کی قبر ہے جو ہر مردے کو مل جاتی ہے جبکہ یہ زمینی قبر ہر مردے کو نہیں ملتی۔ لیکن سب سے پہلے آپ آیت مذکورہ اور اس کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمایئے پھر کیپٹن صاحب کے استدلال کا حشر دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **قتل الانسان ما اكفره من اى شىء خلقه من نطفة خلقه فقدره ثم السبيل يسره ثم اماته فاقبره ثم اذا شاء انشره.** (عبس، ۲۴)

ترجمہ: ’’آدمی پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے اللہ تعالی نے اس کو کیسی چیز سے پیدا کیا نطفہ سے اس کی صورت بنائی پھر اس کو اندازے سے پیدا فرمایا پھر اس کا راستہ آسان کر دیا پھر اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔‘‘

آپ اس آیت کے سیاق وسباق میں غور کریں آیت کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ یہاں قبر سے مراد جسد کی قبر ہے کیونکہ اولا اللہ تعالیٰ نے انسان کا ذکر فرمایا جو کہ روح اور جسد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ پھر نطفہ سے اس کی تخلیق کا ذکر فرمایا ظاہر ہے کہ نطفہ سے جسد ہی بنا ہے نہ کہ روح۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آنے کی راہ آسان فرمائی ظاہر کہ راستے کی آسانی بھی جسد عنصری سے تعلق رکھتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو موت دی ظاہر ہے کہ موت کا تعلق بھی جسد کے ساتھ ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں لے گیا۔ سب کو معلوم ہے کہ انسان جو کہ نطفہ سے بنا مخصوص راستے سے دنیا میں آیا پھر موت کا لقمہ بنا۔ اسی کے لئے اللہ تعالیٰ نے قبر بنائی اسی کو قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا اور یونہی اس کو اللہ تعالیٰ قبر میں لے گیا لہذا صاف ظاہر ہے کہ آیت میں جسد کی قبر کا ذکر ہے جس پر یہ سارے حالات طاری ہونے ہیں نہ کہ روح کی قبر مراد ہے کیونکہ نہ تو وہ نطفہ سے بنی ہے نہ ہی اس کو راستے کی آسانی کی ضرورت ہے اور نہ ہی وہ مرتی ہے پس ﴿فاقبرہ﴾ سے مراد جسد کی قبر ہے نہ کہ روح کی قبر اسی لئے تو مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ انسان کو قبر میں دفن کرنا واجب ہے۔ اور دیگر مفسرین کرام نے بھی فاقبرہ سے مراد جسد کی قبر لی ہے لہذا اس آیت سے جسد کی قبر کی نفی کر کے روح کی قبر مراد لینا قرآن مجید کی تحریف ہے۔

کیپٹن صاحب کی کوتاہ فہمی: کیپٹن صاحب اس کے ماننے والے اور دیگر منکرین

عذاب قبر یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جس مردہ کو پرندے، درندے اور مچھلیاں کھا گئیں ہیں یا جو مردہ جل کر راکھ ہوگیا ہے اس کو قبر نصیب نہیں ہوتی۔ حالانکہ یہ ان لوگوں کی کوتاہ فہمی ہے اگر ان لوگوں کی یہ منطق تسلیم کر لی جائے تو توبہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف لازم آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿منها خلقنا کم و فیها نعید کم﴾ یعنی ہم نے تم کو اس زمین سے پیدا کیا اور پھر اسی میں دوبارہ لوٹائیں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق ہر مردہ نے زمین میں جانا اور دفن ہونا ہے ورنہ ذات باری تعالیٰ پر خلافِ وعدہ کا الزام آئے گا جس سے اس کی ذات منزہ ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وعدہ خداوندی کے مطابق ہر مردہ نے زمین میں جانا ہے خواہ جلد یا دیر سے۔ بہرحال ہر مردہ انسان نے زمین میں جانا ہے جو مردہ پرندوں، درندوں کے پیٹ میں گیا بالآخر وہ پرندہ اور درندہ کو مرنا اور زمین میں ملنا ہے جو مچھلیاں پانی کی تہہ میں مرگئیں بالآخر وہ بھی تہہ زمین میں جانی ہیں۔ بہرحال دیر سے یا سویر سے ہر انسان نے زمین میں تو جانا ہی ہے فرعون وغیرہ کی لاش اگرچہ کسی مکان میں رکھی ہے لیکن قیامت کے زلزلے سے وہ مکان گرے گا یوں فرعون کی لاش بھی زمین میں دفن ہوجائے گی، لہٰذا کیپٹن صاحب نے ﴿اماته فاقبره﴾ سے جسد کی قبر کی نفی کر کے روح کی قبر مراد لے کر درحقیقت اس آیت کا انکار کیا ہے۔

مردے کہاں سے اٹھیں گے؟ کیپٹن صاحب اور اس کے ماننے والے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن مردے انہیں قبروں سے اٹھیں گے جہاں ان کے مردہ جسم مدفون ہیں اور قرآن کہتا ہے: ﴿و اذا القبور بعثرت﴾ یعنی قبریں اکھیڑی جائیں گی اور مردے اٹھائے جائیں گے۔ تو اگر کیپٹن صاحب کے پہلے نظریہ کو سچا تسلیم کیا جائے کہ جہاں مردہ جسد مدفون ہے یہ قبریں نہیں ہیں بلکہ قبریں ارواح کی ہوتی ہیں تو ان کا پہلا نظریہ اس دوسرے

نظریہ کے متصادم ہوگا کیونکہ اگر قبریں ارواح کی ہوتی ہیں تو قیامت کے دن مردے بھی انہیں ارواح کی قبروں سے اٹھیں گے کیونکہ ان کے نزدیک تو اجساد مدفونہ کے مقام قبریں ہی نہیں ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان آیات کا بھی انکار ہو جائے گا جن میں بتایا گیا ہے کہ انہیں قبروں سے مردوں کو زندہ کیا جائے گا اور بات پھر بھی ذہن نشین کرلیں کہ قرآن وحدیث میں جہاں بھی قبر کا لفظ بولا گیا ہے وہ صرف اور صرف جسد عنصری کے مدفن پر ہی بولا گیا ہے ،اس کے علاوہ لفظ قبر کسی اور مقام پر نہیں بولا گیا۔ اگر کسی نے قبر سے مراد برزخ لی ہے۔تو یقین جانیے کہ جسد عنصری کا ہر مقام برزخ کے مفہوم میں داخل اور شامل ہے برزخ کا اطلاق بھی اس کے علاوہ کسی پر نہیں ہوتا اور قرآن وحدیث کی نصوص سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ ہر مردہ کو یہ زمین والی قبر مل کر رہتی ہے اگر کوئی شخص سمجھے ہوئے ہے کہ بعض مردوں کو قبر نہیں ملتی تو یہ اس کا نظریہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

کیپٹن صاحب نے حدیث کا غلط مطلب بیان کیا:

آپ نے پڑھ لیا کہ پورے قرآن مجید میں سے کیپٹن صاحب نے صرف ایک آیت پیش کی ہے ﴿اماته فاقبره﴾ اور اس کا غلط مطلب بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہاں قبر سے مراد روح کی قبر ہے۔ حالانکہ دھوکہ دہی سے کام لیا اور فریب کاری کی درحقیقت اس آیت میں بھی قبر سے مراد جسد کی قبر ہے اور اس کے بعد پورے ذخیرہ احادیث سے صرف اور صرف ایک حدیث پیش کی اور پھر دھوکہ بازی اور فریب کاری کے ذریعہ سینہ زوری کی کہ اس حدیث میں جو قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے روح کی قبر مراد ہے۔ آپ سب سے پہلے حدیث اور پھر کیپٹن صاحب کا کیا ترجمہ اور تشریح ملاحظہ فرمایئے پھر بندہ عاجز اس کے استدلال کی حقیقت آپ کے سامنے واضح کرے گا چنانچہ

لکھتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ بخاری کی اس حدیث کا کیا جواب ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے

عن عمرة بنت عبد الرحمن انها اخبرته انها سمعت عائشة زوج النبی ﷺ قالت انما مر رسول اللہ ﷺ علی یھودیة یبکی علیھا اھلھا فقال انھم لیبکون علیھا وانھا لتعذب فی قبرھا. (بخاری ج ۱ ص ۱۷۲)

ترجمہ: ''عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ایک یہودیہ (عورت) پر گزرے (قبر پر نہیں) اس پر گھر والے رو رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس (یہودیہ) پر رو رہے ہیں اور اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ (بخاری ص ۱۷۲، ج ۱، و مسلم)

بخاری کی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ یہودی عورت ابھی زمین کی قبر میں دفن بھی نہیں کی گئی تھی، زمین کے اوپر تھی اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس یہودیہ عورت کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں قبر سے مراد برزخی قبر ہے دنیاوی نہیں (عذاب برزخ ص ۱٦)

قارئین کرام! آپ نے کیپٹن صاحب کی پیش کردہ حدیث اس کا ترجمہ اور اس کا مطلب جو کہ انہی کا بیان کردہ ہے آپ نے پڑھ لیا حقیقت یہ ہے کہ کیپٹن صاحب کا یہ استدلال بھی باطل اور جھوٹ کا پلندا ہے اس حدیث میں بھی قبر کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اس سے بھی جسد کی قبر مراد ہے نہ کہ روح کی قبر باقی رہا کیپٹن صاحب کا یہ کہنا کہ یہودیہ تو ابھی زمین والی قبر میں دفن نہیں ہوئی تھی لہٰذا اس حدیث میں قبر سے مراد روح کی قبر ہے نہ جسد کی تو یہ سراسر مغالطہ ہے اور خالص دھوکہ ہے اور اس مغالطہ کے چند جوابات ملاحظہ فرمائیے:

سات جوابات

جواب اول: ''حدیث کے ذخیرہ میں قبر کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جس کی

تعداد لاکھوں تک پہنچ سکتی ہے اور ہر جگہ قبر سے زمین کا وہ حصہ مراد ہے جہاں مردہ جسد دفن کیا جاتا ہے یعنی مدفن ارضی کو قبر کہا گیا ہے اور کہیں بھی قبر سے مراد روح کی قبر نہیں لی گئی۔ لہٰذا یہ ناممکن ہے کہ تمام حدیثوں کیخلاف اس حدیث میں قبر سے روح کی قبر مراد لی جائے بلکہ ضروری ہے کہ بقیہ حدیثوں کی طرح یہاں بھی قبر سے مراد جسد کی قبر ہوتا کہ ایک حدیث دوسری حدیث کے متصادم نہ ہو۔

جواب دوم: ''جس طرح قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے **القرآن یفسر بعضه بعضا** اسی طرح ایک حدیث دوسری احادیث کی تفسیر ہوا کرتی ہے چنانچہ ابوداؤد شریف میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے جو اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے کہ آپ ﷺ کا گزر اس یہودی مرد یا عورت کی قبر پر ہوا جس کے اہل اس پر رو رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور یہ اس پر رو رہے ہیں چنانچہ حدیث ملاحظہ فرمائیے: **عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال؛ قال رسول الله ﷺ ان المیت لیعذب ببکاء اهله علیه فذکر ذلک لعائشة فقالت وهل تعنی ابن عمر انما مر النبی ﷺ علی قبر فقال ان صاحب هذا لیعذب و اهله یبکون علیه ثم قرأت ولا تزر وازرة وزر اخری قال عن ابی معاویة علی قبر یهودی .**

(ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''میت کے اہل کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے تو یہ بات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھول گئے (حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک قبر پر گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس قبر والے کو عذاب دیا جا رہا

ہے اور اس کے اہل اس پر رو رہے ہیں پھر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بار اٹھانے والی کسی دوسرے کا بار نہیں اٹھائی گی۔

حدیث کا ایک راوی کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر یہودی کی قبر پر ہوا. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر یہودی مرد یا عورت کی قبر پر ہوا جس پر اس کے رشتہ دار رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے یہ حدیث مفصل ہے اور بخاری شریف کی حدیث مختصر اور مجمل ہے۔ چونکہ کیپٹن صاحب کا مطلب مختصر حدیث سے پورا ہونا تھا اسی لئے دھوکہ دینے کے لئے مختصر حدیث پیش کردی اور اس کی تفصیل کو چھپا دیا ورنہ ان کا من بھاتا مطلب کشید نہ ہوتا یہ صرف یہاں نہیں بلکہ کیپٹن صاحب ہمیشہ اپنے ہر استدلال میں دھوکہ اور فریب سے کام لیتے ہیں اور تلبیس و مغالطوں سے اپنی گاڑی چلاتے ہیں۔

جواب سوم: بخاری شریف کی جو حدیث کیپٹن صاحب نے استدلال میں پیش کی ہے اس کے الفاظ ہیں...... **انها لتعذب فی قبرها ،لیعذب......** فعل مضارع کا صیغہ ہے اور فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں ایک حال، دوسرا استقبال اور...... **لیعذب** میں اگر زمانہ استقبال مراد لیا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہوگا، اس یہودی کو عنقریب قبر میں عذاب دیا جائے گا، لہٰذا اس حدیث میں بھی قبر سے جسد کی قبر مراد ہے نہ کہ روح کی اور کیپٹن صاحب کا مغالطہ باطل بلکہ غلط ہے۔

جواب چہارم: ”قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے فوراً بعد اور دفن ہونے سے پہلے بھی جزا و سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور علماء اہل السنة والجماعة نے لکھا ہے کہ قبل از دفن جو کارروائی ہوتی ہے اس کو بھی تغلیباً عذاب قبر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ عذاب کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے لہٰذا دفن سے پہلے والی کارروائی سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ مدفن ارضی قبر

نہیں ہے بلکہ قبر سے مراد روح کا مقام ہے۔ یہ کیپٹن صاحب کے سوئے فہم کا نتیجہ ہے بہر حال قبر یہی ہے جہاں مردہ انسان دفن کیا جاتا ہے یا مٹی میں جاملتا ہے دیر سے یا سویر سے اس کے علاوہ قبر کا کوئی اطلاق نہیں ہے۔ باقی جن علماء نے فرمایا کہ قبر سے مراد برزخ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ارضی قبر کی نفی ہوگئی بلکہ قبر کے مفہوم میں وسعت پیدا کرنا مقصود ہے تاکہ قبر کے مفہوم میں مردہ انسان کا ہر مقام اور مستقر آ جائے۔ برزخ کے مفہوم سے قبر کو خارج سمجھنا ایک خطرناک مغالطہ ہے جس میں بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔

جواب پنجم: ''حدیث کا یہ مطلب جو کیپٹن صاحب نے بیان کیا ہے خود ان کے اپنے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ کیپٹن صاحب کے نزدیک موت کے بعد عذاب مردہ جسد کو نہیں بلکہ روح کو ہوتا ہے اور اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ عذاب مردہ جسد کو ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا گزر اسی مردہ جسد پر ہوا جس پر اس کے اہل رو رہے تھے۔ اور آپ ﷺ نے اسی مردہ جسد ہی کے بارے میں فرمایا کہ یہ رو رہے ہیں اور اس کو عذاب ہو رہا ہے چونکہ یہودی اسی مردہ جسد پر رو رہے تھے آپ ﷺ کا گزر بھی اسی مردہ جسد پر ہوا اور اسی کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو عذاب ہو رہا ہے یہاں روح کا کوئی ذکر اذکار اور قرینہ موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اسی مردہ جسد کو عذاب قبر ہوتا ہے۔ جبکہ کیپٹن صاحب اس کے عذاب کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ اس پر تو ہزاروں اعتراض کرتے ہیں کہ اس جسد کو پرندے، درندے کھا جاتے ہیں یہ تو خاک وراکھ ہو جاتا ہے اس کو عذاب کیسے؟ اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جس پر یہ رو رہے ہیں اس کو عذاب ہو رہا ہے لہٰذا یہ حدیث تو خود کیپٹن صاحب کے نظریہ کے خلاف ہے۔''

جواب ششم: ''جس چیز کا وقوع یقینی ہو وہ اگرچہ ابھی تک وقوع پذیر نہ ہو تو اس کو

وقوع سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے واقع ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اقتربت الساعة وانشق القمر﴾ یعنی قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا حالانکہ چاند قیامت کے دن ٹکڑے ٹکڑے ہو گا چونکہ قیامت کے دن اس کا شق ہونا یقینی ہے۔ اس یقین کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ چاند شق ہو گیا اسی طرح قبر میں یہودی کا عذاب یقینی تھا اور اسی یقین کی بنیاد پر کہا گیا کہ یہودی عذاب قبر میں مبتلا ہے اور یہ رو رہے ہیں۔ یعنی یقیناً اس کو عذاب قبر میں مبتلا ہونا ہے گویا ہو چکا ہے۔

جواب ہفتم: ''کیپٹن صاحب نے اس حدیث کا جو مطلب بیان کیا ہے کہ یہاں قبر سے روح کی قبر مراد ہے۔ یہ ایک ایسا مطلب ہے جو نہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا نہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے نہ کسی صحابی نے نہ کسی تابعی نے اور نہ ہی پورے چودہ سو سالہ تاریخ اسلامی کے سچے عالم دین نے بیان کیا ہے۔ کیپٹن صاحب پہلے آدمی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے روح کی قبر مراد ہے لہٰذا یہ مطلب اس لئے بھی باطل ہے کہ آج تک کسی مسلمان نے حدیث کا یہ مطلب بیان نہیں کیا اور اسی پر بدعت کی تعریف صادق آتی ہے باقی قبر سے برزخ مراد لینے سے قطعاً قبر ارضی کی نفی نہیں ہوتی۔''

تنبیہ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ کیپٹن صاحب نے صرف ایک آیت اور صرف ایک حدیث پیش کی ہے۔ جہاں قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے اور سینہ زوری سے کہا ہے کہ یہاں قبر سے روح کی قبر مراد ہے اور اس کے استدلال کا حال آپ نے معلوم کر لیا ہے، دھوکہ دیا اور جھوٹ بولا۔ اور پھر بھی اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ تو معلوم ہوا کہ ان دو مقامات کے علاوہ

جہاں بھی قبر کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں یہی ارضی قبر مراد ہے اور دلائل جو کیپٹن صاحب نے پیش کئے ہیں وہاں سرے سے قبر کا لفظ بھی موجود نہیں ہے البتہ ان کے دلائل میں موت کے بعد اور قیامت سے پہلے جزا وسزا کا ثبوت ہے اور اس جزا وسزا کو علماء اسلام عذاب قبر اور عذاب برزخ دونوں سے تعبیر کرتے ہیں اور ان دونوں میں کوئی تضاد اور تنافی نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا اطلاق ایک ہے ایک سے دوسرے کی نفی سمجھنا حماقت اور جہالت ہے۔ ان سب دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ عالم قبر اور عالم برزخ میں مردہ انسان کی روح اور جسد عنصری دونوں جزا وسزا کا مورد بنتے ہیں لیکن کیپٹن صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ برزخ کا لفظ دیکھ کر قبر کی نفی کر دیتا ہے حالانکہ یہ ان کی کوتاہ فہمی اور کم عقلی ہے۔

سخن شناس نہی دلبر خطا اینجا است

مزید ایک آیت کا انکار: کیپٹن صاحب مردہ انسان کے مدفن و مستقر کو قبر ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں بلکہ قسم وقسم کے عقلی شبہات کے بل بوتے پر اس قبر اور اس میں ہونے والی کارروائی کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس پر ملحدانہ اعتراض کرتے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے کوا بھیج کر اولاد آدم کو اِسی ارضی قبر کی کھودائی اور اس میں مردہ جسم کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا ہے ﴿فبعث الله غرابا یبحث فی الارض﴾ اگر اس زمینی قبر کو قبر نہ مانا جائے تو لازما اس آیت کریمہ کا انکار ہوگا۔

پچاس سے زائد آیات کا انکار: قرآن مجید میں پچاس سے زائد آیات ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد اور قیامت سے پہلے مردہ انسان کو عالم قبر اور عالم برزخ میں جزا وسزا دی جاتی ہے اور قبر و برزخ کی یہ کارروائی روح اور جسد عنصری کے مجموعہ پر وارد ہوتی ہے۔ چاہے یہ مردہ انسان جس حالت میں بھی تبدیل اور مستحیل ہو جائے

لیکن کیپٹن صاحب قبر و برزخ کی اس کارروائی کو تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ شکوک و شبہات کے ذریعہ اس قرآنی نظریہ کو کمزور کرنے کی سعی مذموم کرتا ہے۔حتی کہ قرآن مجید سے اس ثابت شدہ حقیقت کو کفر کا نام دیتا ہے العیاذ باللہ لہذا قبر و برزخ کی اس کارروائی کا منکر پچاس سے زائد آیات کا منکر ہے جن سے یہ کارروائی ثابت ہے۔

تین موتیں، تین حیاتیں: کیپٹن مسعودالدین عثمانی اور اس کے ماننے والے بڑا شور مچاتے ہیں کہ قرآن مجید سے دو حیاتیں ثابت ہیں اس پر ایک آیت یہ پڑھتے ہیں ﴿ **کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا** ﴾ اور دوسری یہ آیت پڑھتے ہیں ﴿ **ربنا احییتنا اثنتین** ﴾ اور کہتے ہیں اگر قبر میں ایک اور حیات مانی جائے تو دو کی بجائے تین حیاتیں بن جائیں گی۔اور قرآن کے خلاف ہو جائے گا۔حالانکہ ہمارے علماء اہل السنة والجماعة اس شبہے اور وسوسے کا یہ جواب دے چکے ہیں کہ قبر کی زندگی کوئی مستقل حیات نہیں ہے بلکہ وہ نوع من الحیات ہے اور آیات مذکورہ بالا میں بتایا گیا ہے کہ مستقل زندگیاں دو ہیں۔ایک دنیا کی، اور ایک آخرت کی۔باقی رہی حیات قبر تو چونکہ وہ مستقل حیات نہیں ہے بلکہ وہ دنیا کی زندگی کا تتمہ یا آخرت کی زندگی کا مقدمہ ہے۔لہذا شبہ وارد نہیں ہوتا تفصیل سے دیکھئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معارف القران ج ا ص ۱۷۳۔لیکن کیپٹن صاحب ان آیات کے سراسر خلاف تین حیاتوں اور تین موتوں کے قائل ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد روح کو ایک اور جسم مل جاتا ہے یعنی روح کو دوسرے جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے اور اس دوسرے جسم کے ساتھ اس کو حیات برزخی حاصل ہو جاتی ہے اور اس پر جزا و سزا کا سلسلہ جاری کر دیا جاتا ہے۔دیکھئے (عذاب برزخ ص ۲،۶،۹)

اور یہ بھی کیپٹن صاحب کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن روح کو اس دوسرے جسم

سے نکال کر دنیا والے جسد کی طرف بھیجا جائے گا تو آپ خود انصاف کریں جب کیپٹن صاحب روح کے لئے دوسرا جسم تجویز کرتے ہیں اور روح کو اس میں داخل مانتے ہیں اور اس کو حیات برزخی کہتے ہیں تو لازما یہ تیسری حیات بن گئی اور جب قیامت کے دن روح کو دوسرے جسم سے نکال کر دنیاوی جسم کی طرف بھیجا جائے گا تو لازما یہ تیسری موت بن جائے گی کیونکہ روح نکالنے کو موت ہی تو کہتے ہیں۔لہٰذا کیپٹن صاحب تو ہمیں الزام دیتے تھے کہ قبر کی زندگی ماننے سے دو کی بجائے تین حیاتیں بن جائیں گی لیکن کیپٹن صاحب کے نظریہ کے مطابق تین حیاتیں اور تین موتیں بن رہی ہیں کیا قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات جن سے دو حیاتیں ثابت کی جاتی ہیں۔اگر قبر کی حیات مانی جائے تو اس کے خلاف ہو جاتی ہے اور اگر برزخ کی تیسری حیات اور تیسری موت مانی جائے تو خلاف نہیں ہوتی اور یہ حقیقت ہے کہ کیپٹن صاحب والے تین حیاتوں اور تین موتوں کے قائل ہیں اور قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات بہ نسبت ہمارے عقیدے کے خود ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے شور بپا کر رکھا ہے کہ علماء نے قرآن کے خلاف تیسری حیات بنا رکھی ہے اپنا پتہ نہیں کہ تیسری مستقل حیات بھی بنا رکھی ہے اور ساتھ تیسری موت بھی بنا رکھی ہے

کیپٹن مسعود الدین عثمانی کے نزدیک

ہم تک قرآن مجید غیر مسلم ہاتھوں سے پہنچا

قارئین کرام! کراچی کا کیپٹن مسعود الدین عثمانی جو اپنے آپ کو عامل قرآن سمجھتا ہے اور علماء اسلام کو قرآن کے خلاف کہتا ہے درحقیقت اس شخص کے نزدیک قرآن مجید قابل اعتماد ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ کہتا ہے کہ اصل اسلام اور قرآن پہلی صدی سے آگے نہیں بڑھا بلکہ دوسری صدی سے آج تک اتحادی اسلام چلا آرہا ہے جس کو بعد والے لوگوں نے

بنایا ہے تو ظاہر ہے کہ جب دین اسلام پہلی صدی سے آگے نہیں چلا بلکہ وہیں ختم ہو گیا تو دوسری صدی سے لے کر آج تک کے سب لوگ غیر مسلم ہیں۔جن کے ذریعہ ہم تک قرآن پہنچا اور جب ہم تک قرآن پہنچانے والے غیر مسلم ہیں اور تحادی اسلام کے علمبر دار ہیں تو ان کے لائے ہوئے قرآن پر کیا اعتماد ہے۔تو معلوم ہوا کہ کیپٹن مسعودالدین کے نظریہ کے مطابق یہ قرآن نا قابل اعتماد ہے کیونکہ یہ لوگ کیپٹن صاحب کے نزدیک غیر مسلم تھے اور اتحادی اسلام کے علمبر دار تھے نہ کہ حقیقی اسلام کے۔

چنانچہ لکھتا ہے دوسری صدی ہجری ،حضرت ابراہیم بن الادھم وفات ۱۹۲ھ حضرت رابعہ بصری وفات ۱۸۵ھ چودھویں (موجودہ صدی) ہجری خاندان ولی اللہی کے خدام یعنی جماعت دیوبند و بریلی واہلحدیث یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا دین اتحاد کے علمبر دار تھے اور آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے۔قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ یکسر ممتاز دین بندگی کے بجائے دین فدائی۔ (ایمان خالص پہلی قسط گھر کے چراغ ص ۸۵)

آپ نے دیکھ لیا کہ کیپٹن صاحب نے دوسری صدی ہجری کے اکابر، علما اور بزرگان کے نام لے کر کہا کہ تمام لوگ دین اتحاد کے علمبر دار تھے آج جو دین اسلام دنیا میں پایا جاتا ہے انہیں کا ایجاد کردہ ہے قرآن وحدیث سے یہ دین الگ ممتاز اور جدا ہے

قارئین کرام !جب یہ صورت حال ہے کہ کیپٹن صاحب کے نزدیک مسلمانوں کی پوری تیرہ صدیاں اصلی اسلام سے یکسر خالی ہیں۔دین اسلام پہلی صدی تک محدود رہا۔اس کے بعد وہ ختم ہو گیا لوگوں نے ایک الگ دین اسلام ایجاد کیا ہے اور دنیا میں یہی بناوٹی دین پایا جاتا ہے اور اصل ختم ہو چکا ہے۔تو قرآن مجید تو ہم تک ایسے لوگوں کے ذریعہ سے پہنچا ہے جو کہ اصلی اسلام کے پیروکار ہونے کی بجائے بناوٹی اسلام کے علمبر دار تھے تو اس قرآن

پر کیا اعتماد رہا جو کہ غیر مسلموں کے ہاتھوں ہم تک پہنچا ہے تو معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب کی منطق کی رو سے یہ قرآن ناقابل اعتماد ہے جب کیپٹن صاحب کا قرآن پر اعتماد ہی نہیں تو یقیناً قرآن قرآن کی رٹ لگانا دھوکہ ہے اور مسلمانوں کے ایمان لوٹنے کالاوا ہے۔

قرآن کا محافظ اللہ تعالیٰ ہے: شاید کسی شخص کے دل میں یہ خیال آئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ﴿**انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون**﴾ جس کا مطلب واضح ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے تو عرض ہے کہ بے شک قرآن مجید کا محافظ اللہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ حفاظت مسلمانوں کے ذریعہ فرمائی ہے کہ ہر دور کے مسلمان قرآن کو محفوظ طریقے سے آئندہ آنے والی نسل تک پہنچاتے چلے آرہے ہیں اور یہ قرآنی امانت نسلاً بعد نسل ہمارے تک منتقل ہوتی چلی آرہی ہے اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ اگر قرآن کے ان ناقلین کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے تو لازماً قرآن مجید سے خود بخود اعتماد اٹھ جائے گا۔ لہٰذا حفاظ قرآن کے لئے ضروری ہے کہ جن واسطوں سے ہم تک قرآن پہنچا ہے ان کو پکا کھرا اور سچا مسلمان سمجھا جائے اگر قرآن پہنچانے والے وسائط کو غیر مسلم اور کافر قرار دے دیا جائے تو خود قرآن سے اعتماد اٹھتا ہے اور جس طرح بقیہ آیات قرآنیہ کو نقل کرنے والے ہم تک پہنچانے میں تیرہ سو سال کے لوگ ہیں۔ اسی طرح ﴿**انا نحن نزلنا**﴾ کو نقل کرنے والے بھی وہی لوگ ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان کو غیر مسلم تصور کیا گیا تو آیت مذکورہ بالا بھی ناقابل اعتماد ہو جائے گی کیونکہ اس کو نقل کرنے والے ہم تک پہنچانے اور اس کو قرآن بتانے والے بھی وہی غیر مسلم ہیں تو معلوم ہو گیا کہ کیپٹن صاحب کے اس نظریہ کی وجہ سے اس کے نزدیک قرآن مجید قابل اعتماد ہو ہی نہیں سکتا۔ چاہئے قرآن کو ماننے کے ببانگ دہل ہزاروں نعرے لگائے بہر حال

جب تک اپنے اس غلط نظریہ سے توبہ نہ کرے اس کا قرآن پر ایمان ثابت نہیں ہوسکتا۔

کیپٹن مسعودالدین عثمانی آیات قرآنیہ کا غلط مطلب بیان کرتا ہے:

گزشتہ بالا سطور میں دلائل سے ثابت کیا گیا کہ کیپٹن صاحب قرآن مجید کا منکر تھا اس کا قرآن مجید پر ایمان ثابت ہو ہی نہیں سکتا وہ صرف مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے قرآن کو برائے نام استعمال کرتا تھا۔ درحقیقت اس کا مقصد سادہ لوح مسلمانوں کو قرآن کی تعلیمات سے منحرف کرنا تھا اور آپ کو بتایا جارہا ہے کہ یہ شخص آیات قرآنیہ کا غلط مطلب بیان کرتا تھا اور من بھاتا معنی کر کے گمراہی کی گاڑی چلاتا تھا اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مثال اول: ''کیپٹن مسعود الدین نے اپنے دماغ سے یہ مسئلہ گھڑا کہ علماء، مدرسین اور آئمہ مساجد کی تنخواہیں ناجائز بلکہ حرام ہیں اور اس پر درج ذیل آیت پیش کی۔

﴿ولا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا﴾ (سورۃ بقرہ آیت ۴۱)

ترجمہ: ''مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو۔''

یہ اور اس قسم کی دوسری آیات درحقیقت قوم بنی اسرائیل کے حق میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی آیات کے نام پر رشوتیں لیا کرتے تھے بایں طور کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرح اپنے پاس ایک اور متوازی کتاب تیار کر رکھی تھی اور لوگوں کو یہ باور کرایا ہوا تھا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے حالانکہ وہ ان کی اپنی لکھی ہوئی کتاب تھی تو جب کوئی مسئلہ درپیش آتا تو یہ لوگ اپنی خودساختہ کتاب سے لوگوں کا پسندیدہ حکم بتا کر رشوت لے لیتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کی آیات اور اس کا حکم ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹوکا کہ تمہارا یہ طریقہ تو اللہ تعالیٰ کی آیات بیچنے کے

مترادف ہے لہٰذا میری آیات کو چند ٹکوں کی خاطر مت بیچو۔یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات واحکام کے نام پر رشوت نہ لو خود قرآن مجید کی دوسری آیات میں یہی تفصیل اور تفسیر موجود ہے

﴿فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشترو بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھیم وویل لھم مما یکسبون﴾

(سورۃ بقرہ آیت ۷۹)

ترجمہ: ''تو بڑی خرابی ان کی ہوگی جو لکھتے ہیں کتاب کو اپنے ہاتھوں سے پھر کہہ دیتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں سو بڑی خرابی آوے گی۔ان کو اس کی بدولت جس کو ان کے ہاتھوں نے لکھا تھا اور بڑی خرابی ہوگی ان کو اس کی بدولت جس کو وہ وصول کرلیا کرتے تھے۔''

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ اس دوسری آیت نے پہلی آیت کی تفسیر کردی کہ اللہ تعالیٰ کی آیات وکتاب کے نام پر غلط حکم بتا کر رشوت لینا گویا اللہ تعالیٰ کی آیات کو بیچنا ہے . معلوم ہوا کہ اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات کو علما مدرسین اور آئمہ مساجد کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن کیپٹن صاحب نے ان آیات کا غلط مطلب بیان کر کے تنخواہوں کو ناجائز کردیا۔اس سب کے باوجود عمل با القران مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنئے: ﴿ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا﴾ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہی ہے جو آیت کے سباق وسیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی مرضی اوران کے اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر لوگوں سے پیسے لیے جائیں یہ فعل اجماعا حرام ہے ۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے: رہا یہ معاملہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات صحیح

صحیح بتلا کر یا پڑھا کر اس کی اجرت لینا کیسا ہے اس کا تعلق آیت مذکورہ سے نہیں خود یہ مسئلہ اپنی جگہ قابل غور و بحث ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت ومعاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ فقہاء امت کا اس میں اختلاف ہے امام مالک، شافعی، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم جائز قرار دیتے ہیں اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے آئمہ منع فرماتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ذریعہ کسب معاش کا بنانے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن متاخرین حنفیہ نے بھی جب ان حالات کا مشاہدہ کیا کہ قرآن مجید کے معلمین کو اسلامی بیت المال سے گزارہ ملا کرتا تھا۔ اب ہر جگہ اسلامی نظام میں فتور کے سبب معلمین کو عموماً کچھ نہیں ملتا یہ اگر اپنے معاش کے لئے کسی محنت ومزدوری یا تجارت وغیرہ میں لگ جائیں تو بچوں کی تعلیم قرآن کا سلسلہ یکسر بند ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ دن بھر کا مشغلہ چاہتا ہے اس لئے تعلیم قرآن پر تنخواہ لینے کو بضرورت جائز قرار دیا جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ آج کل فتوی جواز پر ہے۔

مثال دوم: کیپٹن صاحب درج ذیل آیت کا غلط مطلب بیان کر کے اردو خواندہ لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿**حتیٰ اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمة ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون**﴾ (سورة مومنون آیت ۱۰۰)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے اس وقت کہتا ہے اے میرے رب مجھ کو واپس بھیج دیجئے تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں ہرگز نہیں یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جارہا اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔''

قارئین کرام! قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ موت

کے وقت جب کافر مجرم کے سامنے اس کا برا مقام دکھایا جاتا ہے تو وہ گھبرا کر یہ تمنا کرتا ہے کہ مجھے دنیا میں دوبارہ واپس بھیج تاکہ میں اپنے مال وغیرہ کے ذریعہ نیک عمل کرلوں اور قبر وآخرت کے سنگین عذاب سے بچ جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ یہ صرف اس کی تمنا ہے لیکن پوری نہ ہوگی کیونکہ موت کے ساتھ آدمی بمع روح اور جسد کے عالم برزخ وقبر میں چلا جاتا ہے اب اس کو برزخ سے دنیا کی طرف دوبارہ واپس نہیں بھیجا جانا چاہے وہ جتنی آرزو بھی کرے تو معلوم ہوا کہ بندہ مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں دنیوی زندگی کے ساتھ واپس نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ مردہ انسان کو دوبارہ دنیا میں نہیں آنے دیتے ہاں قدرت اللہ علیحدہ ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ عالم برزخ میں مردہ جسد کی طرف نہ اعادہ روح ہوتا ہے نہ روح کا تعلق اور نہ ہی اس مردہ انسان سے حساب ہوتا ہے اور نہ ہی قبر میں جزاء سزا ہوتی ہے بلکہ اس مردہ انسان میں کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات اور سینکڑوں احادیث صحیح سے قبر کی حیات وجزاء سزا ثابت ہے تفصیل کے لئے بندہ عاجز کی کتاب ''قبر کی زندگی'' کا مطالعہ فرمائیں اور مذکورہ بالا آیت سے قبر کی حیات کی نفی ہرگز نہیں ہوتی بلکہ ثبوت ملتا ہے کہ قبر وبرزخ کی سزا سے آدمی گھبرا کر دنیا کی طرف واپسی کی تمنا کرتا ہے لیکن اس کو واپس نہیں کیا جاتا ہے۔

لہٰذا کیپٹن صاحب کا اس آیت سے قبر کی زندگی کا انکار کرنا آیت کا غلط مطلب ہے صحیح یہ ہے کہ مردہ انسان کو دنیا میں دوبارہ نہیں بھیجا جاتا بلکہ وہاں اس کو سزا دی جاتی ہے اور یہی سزا حیات قبر کی دلیل ہے کیونکہ اگر حیات نہیں ہے تو سزا کیسے۔ واضح رہے کہ جس کو موت دی جارہی ہے سزا بھی اسی کو دی جاتی ہے نہ کہ کسی دوسرے جسد کو۔

مثال سوئم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو آیات نازل فرما کر حیات شہداء کرام بیان فرمائی ہے اور وہ آیات یہ ہیں:

آیت نمبر (۱) ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون. (سورۃ بقرہ آیت ۱۵۴)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیئے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردے ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔''

آیت نمبر (۲) ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون. (سورۃ ال عمران آیت ۱۶۹)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیئے گئے ان کو مردہ مت خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق ملتا ہے۔''

قارئین کرام! مذکورہ بالا دونوں آیات شہداء کرام کی حیات جسمانی پر نص قطعی کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہوئے وہ زندہ ہیں ان کو مردہ مت کہو۔ یعنی مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مقتول جسد عنصری ہے کیونکہ قتل والا فعل اسی جسد عنصری پر وارد ہوا تو آیات سے معلوم ہوا کہ شہدا کرام کا جسد عنصری جو مقتول ہے زندہ ہے۔ البتہ حدیث صحیح کی رو سے ان کی ارواح بھی بایں طور پر زندہ ہیں کہ ارواح کا عالم برزخ میں ایک خاص قسم کا تعلق ہے۔ جسد عنصری اپنی قبور میں زندہ ہیں لیکن کیپٹن صاحب ان آیات کے صحیح مطلب کا انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اسی طرح سے صاف بتلا دیا گیا کہ شہداء عندربھم اپنے رب کے پاس ہیں اور وہاں رزق پارہے

ہیں۔ان قبروں کے اندر زندہ نہیں۔''

(رسالہ نبی ﷺ اور شہداء اللہ کے پاس جنت میں زندہ ہیں ص۲)

کیپٹن صاحب صاف لفظوں میں انکار کر رہے ہیں کہ قبروں میں زندہ نہیں۔

کیپٹن صاحب کے شُبہ کا جواب: کیپٹن صاحب کو عند ربهم سے شبہ لاحق ہوا کہ اللہ کے پاس زندہ ہیں قبروں میں نہیں حالانکہ ان کا شبہ بالکل غلط ہے۔

اولاً: عند ربهم کا تعلق یرزقون سے ہے یعنی شہداء کرام زندہ ہیں ان کو اپنے رب کی طرف سے رزق ملتا ہے۔

ثانیاً: کیپٹن کو وسوسہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص مکان میں رہتا ہے اور شہداء کرام کے ارواح اس مکان کے قریب رہتے ہیں اور شہداء کرام کے اجسام عنصریہ جو کہ قبروں میں مدفون ہیں اس مکان سے دور ہیں۔حالانکہ اس کی حماقت ہے اللہ تعالیٰ کسی مخصوص مکان میں نہیں رہتے وہ تو لا مکان ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہیں وہ تو ﴿نحن اقرب اليه من حبل الوريد﴾ ہیں ارواح اور اجسام سب کے قریب ہے اور شہداء کرام کی قبریں ان سے دور نہیں ہیں کیپٹن صاحب کا قبروں کو رب سے دور سمجھنا نری حماقت ہے یہ حقیقت ہے کہ قبریں بھی رب کے پاس ہیں ارواح بھی رب کے پاس ہیں اور تعلق کی وجہ سے دونوں حیاتیں قبر سے فائز ہیں۔

ثالثاً: اگر کیپٹن صاحب کا وسوسہ درست مان لیا جائے کہ شہدا کرام اپنے رب کے پاس زندہ ہیں قبروں میں نہیں تو ﴿ان الدين عند الله الاسلام﴾ کا کیا مطلب ہوگا؟ کہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہمارے پاس نہیں ہے؟

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿وکان عند اللہ وجیھا﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالی کے نزدیک عزت والے تھے تو کیا اس آیت کا یہ مطلب ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والے تھے اور ہمارے پاس عزت والے نہیں تھے (معاذ اللہ) نہیں نہیں! ہرگز نہیں آیت کا یہ مطلب نہیں بلکہ ایسا مطلب بیان کرنا تو قرآن مجید کی تحریف ہے مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی عزت والے ہیں اور ہمارے ہاں بھی عزت والے ہیں۔ اسی طرح شہداء کرام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی زندہ ہیں اور ہمارے ہاں بھی زندہ ہیں معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب نے حیات شہداء کی آیات کا غلط مطلب اور غلط معنی کیا ہے۔

مثال چہارم: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''**والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون.** (سورۃ نحل آیت ۲۱)

ترجمہ: ''جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ مردے کب اٹھائے جائیں گے''

قارئین کرام! اس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ مشرکین اللہ تعالی کے سوا جن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں وہ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں اور وہ سب موت کا محل وقوع ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے تو ﴿اموات غیر احیاء﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ان پر موت نے آنا ہے کیونکہ وہ موت کا محل ہیں ان پر موت آ چکی ہے یا پھر ضرور آئے گی۔ وہ اللہ تعالی کی طرح ہمیشہ زندہ رہنے والے

نہیں ہیں ۔انہوں نے بہرحال مرنا ہے یہ تو مذکورہ بالا آیات کا صحیح مطلب ہے لیکن کیپٹن صاحب نے ﴿اموات غیر احیاء﴾ کا ترجمہ ایک جگہ یہ کیا ہے موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق باقی نہیں ہے۔ (وفات ختم الرسل ﷺ ص۲)

اور دوسری جگہ اس کا معنی یہ کیا کہ مردہ ہیں نہ کہ زندہ (یہ مزار یہ میلے ص۳) یہ دونوں ترجمے اور دونوں مطلب صحیح نہیں ہیں یہ اس کی اپنی اختراع ہے اور پہلا ترجمہ تو بہت زیادہ غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ ان آیات سے موت کے بعد کی زندگی کی نفی نہیں ہوتی بلکہ خود یہ آیت موت کے بعد ایک خاص قسم کی زندگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کو یہ شعور نہیں کہ وہ قبروں سے کب اٹھائیں جائیں گے یعنی ان کو قبروں سے اپنے اٹھنے کا شعور نہیں جزا وسزا کا شعور ہے اور یہ شعور حیات کو مستلزم ہے۔

دیکھئے کیپٹن صاحب جس آیت سے حیات قبر کی نفی کرنا چاہتا ہے وہی آیت حیات قبر کی دلیل ہے اور کیپٹن صاحب کا یہ مطلب قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات کے بھی مخالف ہے جن سے قبر کی ایک خاص قسم کی زندگی ثابت ہوتی ہے۔

کیپٹن صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تائید کی:

کیپٹن صاحب نے آیت مذکورہ کا غلط ترجمہ کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی تائید کی ہے کیونکہ مرزا کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتا ہے کہ آیت مذکورہ میں ﴿من دون اللہ﴾ عام ہے۔اس میں حضرت عیسی علیہ السلام بھی داخل ہیں اور عیسائی ان کو معبود سمجھ کر ان کو پکارتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ سب مردہ ہیں لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام بھی مردہ ہیں یہ مرزا اور مرزائیوں کی پوری پوری تائید وتصدیق ہے جس کا کیپٹن صاحب نے غلط معنی

ومطلب کیا ہے۔

کیپٹن کا معنی خود کیپٹن کے معنی کے مخالف ہے:

آیت مذکورہ میں ''اموات'' کا لفظ آیا ہے جو میت کی جمع ہے کیپٹن صاحب نے اپنے رسالہ وفات ختم الرسل میں اور رسالہ یہ مزار یہ میلے میں اس کا معنی کیا ہے کہ مردہ ہیں جبکہ اپنے رسالہ وفات ختم الرسل کے سرورق پر قرآن مجید کی آیت ﴿ انک میت وانھم میتــون ﴾ کا یہ معنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اوران لوگوں کو بھی موت آنی ہے۔ دیکھئے ایک ہی لفظ ہے صرف واحد اور جمع کا فرق ہے یعنی ''میـــــت'' واحد اور امـوات اس کی جمع ہے کیپٹن کہیں اس کا معنی کرتے ہیں مردہ ہیں اور کہیں اس کا معنی کرتے ہیں کہ مرنا ہے یعنی آپ پر موت آنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ میت اور اموات کا معنی ہے موت کا محل وقوع جو مر چکا ہے اس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا لیکن اس نے مرنا ہے تو اس پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ جو مر گیا۔اس کو قبر کی خاص زندگی نصیب نہیں ہوتی نہ قبر میں حساب ہے نہ جزا و سزا تو یہ غلط مطلب ہے اور قرآن مجید کی دوسری آیات کے اور خود اس آیت کے بھی خلاف ہے۔معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب آیات کا غلط مطلب ومعنی کرتا ہے۔

مثال پنجم: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ﴿ فـالیـوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ ﴾ (سورہ یونس آیت ۹۲)

ترجمہ: ''سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تا کہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں''۔

اس آیت کا مطلب حضرات مفسرین نے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو کہا میں تیرے جسد کو پانی کی تہہ میں جانے سے بچالوں گا تا کہ تو لوگوں کے لئے عبرت بنا رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا نے لاش کو تہہ میں لے جانے کی بجائے کنارے پر پھینک دیا۔ لیکن کیپٹن نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو عذاب قبر وغیرہ سے نجات دی حالانکہ اس نے آیت کا غلط مطلب سمجھا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فرعون اور آل فرعون کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ﴿النار یعرضون علیها غدوا و عشیا﴾ البتہ عذاب قبر غیب کی چیز ہے ہم اپنی آنکھوں سے قبر کی کارروائی کو نہیں دیکھ سکتے چاہے مردہ لاش ہمارے سامنے کیوں نہ ہو قبر کی کارروائی پر ہمارا ایمان بالغیب ہے۔ فرعون کی لاش عذاب کو محسوس کر رہی ہے اگرچہ ہم نہیں دیکھ سکتے۔

کیپٹن نے آیت کا غلط معنی مطلب بیان کیا کہ لاش کو عذاب نہیں ہو رہا اس کو تو نجات مل گئی ہے اور ادھر قرآن کہتا کہ آل فرعون آگ پر پیش کیے جاتے ہیں تو عقیدہ گھڑ لیا کہ فرعون اور آل فرعون کو جسد عنصری کے علاوہ دوسرا جسد مل گیا اب آگ پر وہ پیش کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے قرآن کے بیان سے معلوم ہوا کہ فرعون کی لاش اس دنیا میں عبرت کے لئے محفوظ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں بھی اسی دنیا میں ہیں لیکن ان کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے ثابت ہوا کہ ان کو کوئی دوسرا قیامت تک باقی رہنے والا اور عذاب برداشت کرنے والا جسم دیا گیا ہے...... جسد عنصری بہر حال وہ نہیں (عذاب برزخ ص ۳)

کیپٹن صاحب کا عقیدہ قرآن مجید سے ثابت نہیں:

کیپٹن صاحب نے اپنے اس رسالہ میں اور اس کے علاوہ دوسرے رسالوں میں اپنا یہ عقیدہ لکھا ہے کہ مرنے والوں کو عذاب قبر جسد عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ اس کی

روح کوایک دوسرا جسد ملتا ہے جس کا نام اس نے جسد برزخی رکھا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس دوسرے جسد برزخی کا قرآن مجید کی کس آیت سے ثبوت ہے؟ یقین جانیئے قرآن مجید کی کوئی ایک آیت ایسی نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مرنے کے بعد ارواح کو دوسرے برزخی جسم ملتے ہیں اور نہ ہی کیپٹن صاحب نے اپنے عقیدے کے اثبات میں کوئی آیت پیش کی اور نہ ہی کر سکتے ہیں ہاں یونہی زمین وآسمان کے قلابے ملا کر اپنے عقیدے کو ثابت شدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش کو ہوتا ہوا عذاب نظر نہیں آتا لہٰذا عذاب کسی اور جسد کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ ہے کیپٹن صاحب کا عقلی ڈھکوسلہ جس کو قرآن بنا کر پیش کیا۔

برزخی روح: کیپٹن صاحب نے جسد عنصری یعنی دنیا والے جسد کا انکار کر کے جزاء سزا کے لئے دوسرا جسد برزخی تجویز کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ عالم برزخ میں جس طرح دوسرا جسد برزخی ہوتا ہے اسی طرح وہاں روح بھی برزخی ہوتا ہے لہٰذا وہاں نہ دنیا والا جسد ہوتا ہے نہ دنیا والی روح ہوتی ہے تو کیپٹن صاحب اس برزخی روح کو کس طرح رد کریں گے بہرحال جس طرح بھی کیپٹن صاحب اس برزخی روح کو رد کریں گے اسی طریقہ سے اس کے جسد برزخی کو مردود کیا جائے گا۔

آل فرعون کون تھے؟ جسد عنصری یا جسد برزخی:

کیپٹن صاحب نے جو یہ عقیدہ گھڑا ہوا ہے کہ عالم برزخ میں روح کے لئے جسد برزخی تیار کیا جاتا ہے تو سوال یہ ہے کہ قرآن مجید تو بتاتا ہے کہ آل فرعون کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے کیا جسد برزخی پر آل فرعون کا اطلاق درست ہے؟ حالانکہ جسد برزخی تو دنیا میں آیا نہیں لہٰذا آل فرعون دنیا والے جسد ہیں اور انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے یہ کہنا کہ آل فرعون کو نہیں بلکہ دوسرے برزخی جسموں کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے در حقیقت قرآن پاک کی تکذیب ہے۔

مجرم کون؟ جسد عنصری یا جسد برزخی: کیپٹن صاحب فرعون اور آل فرعون کے دنیاوی جسد کو برزخ کی جزا وسزا میں شریک نہیں سمجھتا۔لیکن سوال یہ ہے کہ فرعون اور آل فرعون نے جو اپنے رب کی بغاوت کی تو اس بغاوت میں دنیاوی جسد شریک تھا یا برزخی؟ اگر بغاوت میں دنیاوی جسد تھا تو سزا میں بھی اسی کو شریک ہونا چاہے اور اگر بغاوت میں برزخی جسد شریک تھا تو سزا میں بھی اسی کو شریک ہونا چاہیئے ظاہر ہے کہ برزخی جسد تو دنیا میں آیا نہیں لہٰذا بغاوت بھی دنیاوی جسد نے کی ہے سزا بھی اسی کو ملنی چاہیئے اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ بغاوت تو دنیاوی جسد نے کی اور سزا برزخی جسد کو ملتی ہے تو اللہ تعالی کی طرف ظلم کی نسبت لازم آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات ظلم سے پاک ہے لہٰذا جو کرے وہی بھرے اور یہ ناانصافی ہوگی کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

جسد عنصری صرف آلہ نہیں بلکہ شریک کار ہے: جسد عنصری انسان کا ایک حصہ ہے قرآن مجید میں جا بجا جسد عنصری کو انسان کہا گیا ہے مثلاً ﴿ **خلق الانسان من طين** ﴾ اور ﴿ **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقويم** ﴾ وغیرہ وغیرہ اور انسان ہی اللہ کا مخاطب اور احکام شریعت کا مکلّف ہے اور پورا انسان ہی برزخ وقبر اور آخرت میں جزا وسزا کا حق دار ہے لہٰذا جسد کو صرف آلہ سمجھنا اور نیکی وبدی میں شریک کار نہ سمجھنا قرآن مجید کی تصریحات کے خلاف ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ کیپٹن صاحب کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن روح انسانی جسد عنصری کی طرف لوٹائی جائے گی اور پھر ایمان وعمل کے مطابق آدمی کو جسد عنصری کے ساتھ دوزخ یا بہشت میں ڈالا جائے گا اگر یہ جسد عنصری محض ہتھیار ہے اور شریک کار نہیں تو اس کو بروز قیامت قبروں سے اٹھا کر دوزخ یا بہشت میں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں تو اس کو اٹھا کر دوزخ یا بہشت میں بھیجنا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ جسد عنصری نیکی اور

بدی میں روح کا شریک کار ہے اسی لے تو اس کو آخرت کی جزاوسزا میں شامل کیا گیا ہے لہٰذا قبر و برزخ کی جزاوسزا میں بھی شامل ہے۔

کیپٹن صاحب کی ایک اور حماقت : کیپٹن صاحب قبر اور اس میں مدفون جسد عنصری کو دنیا کی چیز سمجھتا ہے حالانکہ یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ قبر اور مردہ دونوں عالم برزخ کی چیزیں ہیں۔ اگرچہ دنیا والوں کو نظر بھی آرہی ہیں کیونکہ برزخ ایک مقام اور جگہ کا نام نہیں ہے اور برزخ وقت اور زمانے کو کہتے ہیں جو کہ موت سے لے کر قیامت کو شامل ہے اور آدمی مرنے کے بعد روح مع الجسد عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے خواہ چار پائی پر ہمارے سامنے کیوں نہ پڑا رہے۔ دیکھئے جب آدمی سو جاتا ہے تو وہ نیند کی حالت میں عالم خواب میں چلا جاتا ہے حالانکہ وہ ہمارے سامنے چار پائی پر پڑا ہوتا ہے لیکن وہ عالم خواب میں سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ مردہ اور اس کی قبر ہمیں نظر آتے ہیں لیکن ہیں عالم برزخ میں لہذا کیپٹن صاحب کا یہ کہنا کہ فرعون کی لاش عالم دنیا میں ہے بہت بڑی حماقت ہے فرعون ہمیں نظر آنے کے باوجود عالم برزخ میں ہے اور قبر و برزخ کی جزاوسزا اس کو مل رہی ہے۔ البتہ غیب کی چیز ہے ہمیں نظر نہیں آتی لیکن اس پر ہمارا ایمان بالغیب ہے ملائکہ جنات کراماً کاتبین اور ابلیس وغیرہ موجود ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے۔ اسی طرح فرعون کی مردہ لاش کو آگ پر پیش کیا جارہا ہے جیسا کہ قرآن نے فرمایا البتہ ہمیں نظر نہیں آتا ہے کیپٹن صاحب کا یہ کہنا کہ فرعون اور آل فرعون کو آگ پر پیش نہیں کیا جارہا در حقیقت قرآن کا انکار ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب نے ﴿ننجیک ببدنک﴾ کا مطلب غلط بیان کیا ہے کہ فرعون اور اس کی آل کو عذاب سے نجات مل گئی۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو دریا کی تہہ میں جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے سے عبرت

کے لئے بچالیا ہے۔ باقی رہا عذاب تو وہ اس کو ہو رہا ہے جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ قرآن نے فرمایا کہ ان کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! میں کہاں تک اس کی مثالیں پیش کروں کہ کیپٹن صاحب نے کس کس آیت کا معنی ومطلب بدلا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس ظالم نے پورے قرآن اور تمام ذخیرہ احادیث کو اپنی جہالت اور حماقت کا تختہ مشق بنایا ہے اور کتاب وسنت کی اصل شکل وصورت کو مسخ کرنے کی سعی مذموم کی ہے ہمیشہ سے زندیق آدمی کا یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ اپنی خواہش نفس سے نظریات کو گھڑ کر قرآن وحدیث کو ان کے مطابق بنانے اور ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی کچھ کیپٹن مسعودالدین عثمانی نے کیا ہے۔

؎ خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

کیپٹن صاحب قرآن مجید کی تحریف کرتا ہے:

کیپٹن صاحب نے بہت سی آیات قرآنیہ کی تحریف کی یعنی ان کو اپنے موقع ومحل سے ہٹا کر دوسری جگہوں پر چسپاں کیا ہے مثلاً درج ذیل آیات درحقیقت یہود کے علماء مشائخ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں سے رشوتیں لے کر غلط فتویٰ دیتے تھے لیکن کیپٹن صاحب نے اس آیت کو ان علماء پر چسپاں کیا جو بوجہ تنگدستی ومفلسی کے تنخواہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿یا ایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیأکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ﴾ (التوبة آیت ۳۴)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں۔‘‘

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’یعنی

احکام حقہ کو پوشیدہ رکھ کر موافق مرضی عوام کے فتوے دے کر ان سے نذرانے لیتے ہیں۔‘‘

(بیان القرآن ص ۳۹۶)

پتا چلا کہ آیت مذکورہ بالا یہود کے ان علماء ومشائخ کے حق میں نازل ہوئی جو حق چھپا کر غلط فتوے دے کر لوگوں سے رشوت لیتے تھے اور ایسے ہی لوگ اس آیت کا مصداق ہیں لیکن کیپٹن نے اس کی تحریف کر کے اس کو تنخواہ وصول کرنے والے علماء ومشائخ پر فٹ کر دیا حالانکہ دینی کاموں پر تنخواہ لینے والے حضرات قطعاً اس کا مصداق نہیں ہیں۔

کیپٹن صاحب اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا ہے:

(۱) کیپٹن صاحب کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علماء، مدرسین اور آئمہ مساجد کی تنخواہ کو حرام کہا ہے حالانکہ اللہ نے قرآن مجید میں ایسی کوئی بات نہیں فرمائی لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان اور افتراء ہے۔

(۲) کیپٹن صاحب کہتا ہے کہ انبیاء واولیاء کے توسل کو اللہ تعالیٰ نے شرک کہا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صالحین کے صحیح توسل کو شرک نہیں کہا کیپٹن صاحب نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا ہے۔

(۳) کیپٹن صاحب نے لکھا ہے کہ قبر میں میت کی طرف بوقت امتحان سوال وجواب اعادہ روح قرآن مجید کے خلاف ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس سے ہر قسم کے اعادہ روح کی نفی ہوتی ہو۔ لہٰذا یہ کیپٹن صاحب کا اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے ہاں قرآن مجید میں یہ ہے کہ مردے قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے جس کو ﴿والبعث بعد الموت﴾ کہتے ہیں یعنی قیامت کے دن مردے اٹھ کر اپنی پہلی حالت پر آجائیں گے اور ان کو ایسی زندگی ملے گی جو ہر شخص کے شعور میں آسکتی ہے۔ لیکن قبر میں

اعادہ روح اور زندگی ہے ایسی نہیں ہے جسے ﴿والبعث بعد الموت﴾ کہا جائے بلکہ قبر میں اعادہ ایسا ہے کہ آدمی قبر سے اٹھ کر دنیا میں واپس نہیں آتا بلکہ اعادہ کے باوجود قبر ہی میں رہتا ہے اور اس اعادہ کی کنہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور یہ اعادہ میت سے امتحان لینے کے لئے ہوتا ہے اور ایسے اعادہ کی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس کا تو قرآن وحدیث سے ثبوت ملتا ہے۔

(۴) کیپٹن صاحب قرآن کے نام پر کہتا ہے کہ قبر میں مردے کے ساتھ روح کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ہی مردہ میں کسی قسم کی حیات ہوتی ہے اور نہ ہی مردہ دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے حالانکہ قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات اور احادیث متواترہ سے قبر کی زندگی اور قبر کی جزا وسزا کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بات بھی قرآن وحدیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ قبر کی یہ جزاء سزا روح اور جسد عنصری دونوں کو ملتی ہے۔ لہٰذا کیپٹن صاحب کا یہ کہنا قبر میں کسی قسم کی زندگی اور حیات نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے۔

(۵) کیپٹن صاحب کہتا ہے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ اموات کو زندوں کا بھیجا ہوا ثواب نہیں پہنچتا لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے قرآن مجید کی کسی آیت سے ایصال ثواب کی نفی نہیں ہوتی بلکہ ثبوت ملتا ہے۔

(۶) کیپٹن صاحب اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں کہ عالم قبر و برزخ میں جزاء وسزا کے لئے اللہ تعالیٰ روح کے لئے ایک اور جسد تیار کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں یہ بات کہیں نہیں لکھی بلکہ قرآن وحدیث کے ذخیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ کی جزاء وسزا میں یہی دنیا والا جسد عنصری شریک رہتا ہے خواہ جسد مستحیل اور تبدیل بھی ہو جائے۔

(۵) کیپٹن عثمانی احادیث صحیحہ کا انکار کرتا ہے:

عذاب قبر کی سینکڑوں احادیث متواترہ میں جن سے اعادہ روح تعلق روح اور جزا

وسزا میں جسد عنصری کی روح کے ساتھ شرکت ثابت ہے۔لیکن کیپٹن صاحب عذاب قبر کی ان سب احادیث کا انکار کرتا ہے بلکہ قبر کے مفہوم شرعی میں تحریف کر کے روح کے مقام کو قبر کہتا ہے جبکہ روح کے مقام کو نہ قرآن میں قبر کہا گیا ہے نہ حدیث میں ۔خواب میں آپ ﷺ کی زیارت باسعادت امت کے لئے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لیکن کیپٹن عثمانی ان احادیث صحیحہ کا انکار کرتا ہے۔حضور اکرم ﷺ کی مزار اقدس کی زیارت بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے اور تلقی بالقبول کی وجہ سے وہ حدیثیں صحیح اور حسن کا درجہ حاصل کر چکی ہیں لیکن کیپٹن عثمانی ان کا انکار کرتا ہے حیات الانبیاء علیہم السلام کی حیات قبر اور ان حضرات کا زائرین کے صلوۃ وسلام کو سننا صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں لیکن کیپٹن عثمانی ان کا انکار کرتے ہیں۔توسل بالانبیاء والصالحین صحیح حدیثوں سے ثابت ہے لیکن کیپٹن صاحب انکار کرتا ہے دین کا کام کرنے والے حضرات کی خدمت کرنا صحیح حدیثوں بلکہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے لیکن کیپٹن صاحب ان کا انکار کرتا ہے۔

سماع موتی کی حدیثیں، بخاری، مسلم اور صحاح ستہ وغیرہ کتب میں موجود ہیں لیکن کیپٹن عثمانی ان صحیح حدیثوں کا نہ صرف انکار کرتا ہے بلکہ سماع موتی کو شرک کہتا ہے۔

کیپٹن عثمانی فروعی مسائل میں تشدد کرتا ہے:

مسئلہ سماع موتی اور مسئلہ توسل وغیرہ ایسے مسائل ہیں جو علماء اسلام میں مختلف فیہ چلے آرہے ہیں لیکن ان مسائل میں کسی جانب سے فتویٰ بازی نہیں ہوئی لیکن کیپٹن صاحب کے مزاج میں تشدد اور غلو کا مادہ پایا جاتا ہے اس لئے وہ ان مسائل کی وجہ سے مسلمانوں پر شرک وکفر کے فتوے صادر کرتا ہے۔

کیپٹن عثمانی اللہ تعالیٰ کی توحید میں غلو کرتا ہے:

ہمارے اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ اللہ تعالیٰ کی توحید پر پختہ ایمان ویقین رکھتے ہیں شرکیات اور بدعات سے کوسوں دور ہیں اپنی تحریروں اور تقریروں میں وہ حضرات کھل کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بیان کرتے رہتے ہیں بلکہ توحید خداوندی کا حق ادا کرتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید ان کے رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی ہے عقیدہ توحید کو ہمارے اکابر بڑے پیارے انداز میں عوام الناس کو ذہن نشین کراتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک وبدعات کو جڑ سے اکھیڑنے والے علماء دیوبند ہیں جب ہمارے اکابر عقیدہ توحید پر تقریر یا تحریر کرتے ہیں ان پر اور سننے پڑھنے والوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کے پروانے اور دیوانے ہیں لیکن ہمارے بزرگوں کے مزاج میں اعتدال ہی اعتدال ہے توحید سمیت تمام عقائد واعمال میں افراط وتفریط کی بجائے اعتدال کی راہ چلتے ہیں اور کیپٹن عثمانی کی طبیعت میں تشدد اور غلو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ہر مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار ہے خصوصا مسئلہ توحید میں تو وہ بہت غلو کرتے ہوئے حد سے بڑھ جاتے ہیں معمولی سی بات کو وہ شرک کہنے لگتے ہیں اور فتوے صادر کرتے ہیں حتی کہ وہ آپ ﷺ کی حیات قبر کو اور عند قبر الشریف سماع صلوۃ وسلام کو بھی شرک کہتے ہیں حالانکہ ان مسائل پر اجماع امت ہے آج تک کسی فرد بشر نے ان کا انکار نہیں کیا کیونکہ یہ مسائل کتاب وسنت سے ثابت شدہ ہیں لیکن کیپٹن کو حیات النبی ﷺ وسماع النبی ﷺ شرک نظر آتا ہے حالانکہ یہ توحید کا تقاضا نہیں بلکہ توحید میں غلو ہے۔

کیپٹن عثمانی کے پاس نہ قرآن ہے نہ حدیث بلکہ تاویلیں ہیں:

کیپٹن صاحب زبانی طور پر دعویٰ تو کرتا ہے کہ میں قرآن وحدیث پر چلتا ہوں

حالانکہ یہ بیچارہ تو قرآن وحدیث سے واقف بھی نہیں ہے بلکہ اپنے دماغ اور اپنی خواہش سے عقائد تراش کر ان کو قرآن وحدیث کا لیبل لگا دیتا ہے قرآن وحدیث میں تحریف کرتا ہے اور ان کے من مانے مطلب بیان کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے اور تاویلات فاسدہ سے اپنی خود ساختہ گاڑی کو چلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہمارے اس دعوی کی تصدیق کے لئے کیپٹن صاحب کے ایک رسالہ ''عذاب برزخ'' کی فہرست مضامین دیکھ لیجئے لکھتا ہے بخاری کی صحیح حدیث قرع نعال کی صحیح تاویل، قلیب بدر اور **کلام المیة علی الجنازة** کی صحیح تاویل، دو قبروں پر شاخیں لگانے کا واقعہ اور اس کی صحیح تاویل دیکھئے کیپٹن صاحب قرآن وحدیث کو ماننے کی بجائے ان کی تاویلیں کر رہے ہیں تاویلیں بھی غلط، جن کو تاویل کی بجائے تحریف کہنا زیادہ موزوں ہے اور تحریف احادیث کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

کیپٹن صاحب حدیثوں کی تحریف کرتا ہے اس کی چند مثالیں:

جس طرح یہ زندیق آدمی آیات قرآنیہ کا غلط معنی ومطلب بیان کر کے اپنے باطل نظریات کو ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح احادیث صحیحہ کو بھی یہ ملحد اپنے الحاد کا نشانہ بنا کر ان کی حقیقی شکل وصورت کو مسخ کرنے کی سعی نا تمام کرتا ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

مثال اول: بخاری شریف کی ایک حدیث جس میں صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ ان قبروں میں مدفون مردوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور یہ عذابِ قبر دلیل ہے اس بات کی کہ قبر میں مدفون مردہ کو ایک خاص قسم کی حیات نصیب ہوتی ہے جو ہمارے شعور سے بالاتر ہے بہر حال قرآن وحدیث کی تصریحات پر ایمان رکھتے ہوئے ہمارا اس خاص قسم کی حیات پر ایمان ہے اور مردہ انسان اس خاص قسم کی حیات کی وجہ سے دکھ سکھ اور رنج وراحت کو محسوس کرتا ہے اور واضح رہے کہ اس خاص قسم کی حیات کی وجہ سے عالم دنیا میں واپس نہیں آجاتا

بلکہ وہاں اسی عالم و برزخ میں رہتا ہے جزاء سزا کو محسوس کرتا ہے۔اگر چہ مردہ جس حال میں بھی ہو۔خواہ راکھ ہو جائے یا خاک۔ بہر حال روح کا اسکے اجزاء وذرات سے تعلق رہتا ہے اوراس تعلق میں جسد کا اپنی اصلی حالت پر صحیح سالم رہنا بھی ضروری نہیں مردہ جس حالت میں بھی مستحیل ہو جائے وہ عذاب وراحت کا ادراک کرتا ہے چونکہ قبر میں مدفون مردہ کو دنیا میں موت آ چکی ہے اس سے اہل دنیا اس کو مردہ ہی کہیں گے اوراس پر مردہ کا اطلاق ہوتا رہے گا اسی لئے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردے زندہ کر کے اٹھائے گا لیکن وہ ایک خاص قسم کی زندگی ہے مکمل دنیا والی حیات نہیں ہے لہٰذا قبر کی حیات کے ہوتے ہوئے ان پر باعتبار دنیا کے مردہ کا اطلاق درست ہے کیونکہ قبر و برزخ کی حیات اور ہے اور دنیا کی حیات اور ہے لیکن ان حقائق کو سمجھنے سے کیپٹن صاحب قاصر اور معذور ہے اسی لئے وہ قبر کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر قیاس کر لیتا ہے اور قبر کی زندگی کو دنیا کی زندگی سمجھ کر قسم قسم کے شبہات ووساوس میں پھنس جاتا ہے اور پھر آیات واحادیث کا انکار کرنے پر اتر آتا ہے۔

سخن شناس نہی دلبر خطا اینجا است

خیر! بندہ تو عرض کر رہا تھا کہ بخاری شریف کی حدیث سے قبر میں مدفون مردہ انسان کا عذاب قبر کو محسوس کرنا ثابت ہے لیکن کیپٹن صاحب اس کے منکر ہیں اس لئے اس نے اس حدیث کی تاویل میں کیا کیا گل کھلائے ہیں۔لیکن پہلے حدیث بخاری مع ترجمہ ملاحظہ فرمایئے پھر کیپٹن صاحب کی ستم ظریفی دیکھئے حدیث بخاری ﴿مر النبی ﷺ علی قبرین فقال انهما ليعذبان وما يعذبا ن فی کبیر ثم قال بلی اما احدهما فكان يسعى بالنميمة واما احدهما فكان لا يستنزه من بوله قال ثم اخذ عودا رطبا فكسره باثنين ثم غرز كل واحد منهما على قبر قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا﴾ (بخاری ج ا ص ۱۸۴ ،نسائی ج ا ص ۲۲۵)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کا دو قبروں پر گزر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب دیا جا رہا ہے، کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا بلکہ ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا، آپ ﷺ نے کھجور کی تازہ ٹہنی کو لے کر اس کے دو حصے کیئے اور ہر ایک قبر پر ان کو گاڑ کر فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوتیں عذاب میں تخفیف رہے۔

قارئین کرام! آپ اس حدیث میں غور فرمائیں اس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ بول رہا ہے کہ انہیں زمین والی قبروں میں مدفون مردوں کو حضور اکرم ﷺ نے عذاب میں مبتلا دیکھا تخفیف عذاب کے لئے آپ ﷺ نے دعا بھی فرمائی اور بطور علامت کے ان پر کھجور کی تر ٹہنی بھی گاڑھی۔

چونکہ یہ صحیح حدیث کیپٹن صاحب کے خود ساختہ عقیدے پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتی تھی اس لئے اس ظالم نے اس کی غلط تاویل بلکہ تحریف کی سعی ناتمام کی اور حدیث بخاری کی شکل بگاڑنے کی کوشش کی حتی کہ اس حدیث کو شکاری کا تیر کہہ کر حدیث رسول ﷺ کی توہین کی۔ چنانچہ لکھتا ہے: ''ترکش کا ایک اور تیر چلتا ہے کہ بخاری کی یہ بھی تو حدیث ہے کہ نبی ﷺ دو مومنوں کی قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے فرمایا ان دو قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور بڑی باتوں پر نہیں بلکہ ان باتوں پر جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں ایک پیشاب کے چھینٹوں سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا ادھر کی سنی ادھر آ کہتا پھرتا تھا پھر آپ ﷺ نے درخت کی ایک ہری شاخ منگوائی اور دو حصے کر کے ہر ایک قبر پر لگا دیا اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب میں کمی رکھے گا اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جن قبروں پر ٹہنیاں لگائی گئیں تھیں انہیں قبروں کے اندر دونوں مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں

روح واپس نہیں آ سکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح کے عذاب وراحت بے معنی ہیں اس طرح صحیح حدیث کے غلط معنی لے کر قرآن وحدیث کو جھٹلانے کی کوشش کی جاتی ہے اصل بات یہ ہے آپ ﷺ اس عمل سے اسی بات کو اپنے صحابہ کے ذہنوں میں پوری طرح محفوظ کرنا چاہتے تھے جسے ایک لیکچر دینے والا اپنی زبان سے ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ تختہ سیاہ پر بھی اسی کو لکھتا جاتا ہے تاکہ کان کا سنا اور آنکھ کا دیکھا دونوں یاد رہیں۔

رہا یہ سوال کہ یہ شاخیں دنیاوی قبروں پر کیوں لگائیں۔تو ان دنیاوی قبروں پر اس لئے لگائیں کہ برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لے جا کر ان کی اصلی قبروں پر لگانا ممکن نہ تھا صرف یہ بتانا تھا کہ ان قبروں میں جو مردے دفن کئے گئے تھے ان پر برزخ میں یہ حالات گزر رہے ہیں۔ (عذاب برزخ ص ۱۷،۱۸)

قارئین کرام! دیکھئے یہ ظالم آپ ﷺ کی ایک صحیح حدیث میں کس طرح تحریف کر کے اس کا حلیہ بگاڑ رہا ہے۔ حدیث میں صاف لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں زمین والی قبروں میں مدفون مردوں کو عذاب ہوتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتایا کہ ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے پھر ان قبروں پر ترٹہنی گاڑھ کر فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف فرمائیں گے۔ لیکن یہ ظالم کہتا ہے کہ ان قبروں میں نہیں بلکہ عذاب کہیں اور ہو رہا تھا حالانکہ یہ تاویل نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کی تکذیب صریح ہے پھر یہ ظالم آپ ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو ایک لیکچرار کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے اور کہتا کہ جیسے کوئی لیکچرار بات سمجھانے کے لئے تختہ سیاہ پر کوئی چیز لکھ دیتا ہے اسی طرح آپ ﷺ نے قبروں پر ٹہنی گاڑھ دی وہاں عذاب نہیں ہو رہا تھا حالانکہ یہ بھی صریح جھوٹ ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کی واضح گستاخی ہے۔

کیپٹن صاحب برزخ کے مفہوم سے نابلد ہیں:

کیپٹن صاحب کہتا ہے کہ عذاب قبروں میں نہیں بلکہ برزخ میں ہورہا تھا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کیپٹن صاحب برزخ کے اطلاق سے بالکل نابلد ہیں انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ برزخ کسی مقام کا نام ہے جو اس قبر کے علاوہ کوئی اور جگہ ہے۔ حالانکہ یہ ان کی جہالت اور حماقت ہے۔ کیونکہ برزخ وقت اور زمانے کو کہتے ہیں جو کہ موت سے شروع ہوتا ہے اور قیامت تک رہتا ہے اور ہر مرنے والا فورا عالم برزخ میں چلا جاتا ہے خواہ وہ جہاں برزخی ہو اس کو یہ معروف قبر نصیب ہو یا نہ ہو بہر حال وہ جہاں بھی ہے برزخ میں ہے اور برزخ قبر سمیت مردے کے ہر مقام کو شامل ہے اور قبر برزخ کے مفہوم میں داخل ہے ان میں کسی قسم کا تضاد اور تنافی نہیں ہے ہر مردہ بیک وقت قبر میں بھی ہے برزخ میں بھی ہے۔ قبر مردہ کے لئے ظرف مکان اور برزخ اس کے لئے ظرف زمان ہے جیسے کوئی شخص رات کے وقت مسجد میں بیٹھا ہو تو کہا جائے گا کہ وہ مسجد میں بھی ہے رات میں بھی ہے کیپٹن صاحب کی بات کہ عذاب قبر میں نہیں برزخ میں ہے ایسی ہے جیسے کوئی احمق کہے کہ وہ شخص مسجد میں ہے یا رات میں ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ مسجد میں بھی ہو اور رات میں بھی۔ جیسے مسجد اور رات کو ایک دوسرے کی ضد سمجھنا اور ایک سے دوسرے کی نفی کرنا حماقت ہے ایسے ہی قبر اور برزخ کو ایک دوسرے کی ضد سمجھنا اور ایک سے دوسرے کی نفی کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے جس میں خیر سے کیپٹن صاحب مبتلا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت کا صحیح مطلب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتی اذاجاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انھا کلمة ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ

الی یوم یبعثون . (سورۃ المومنون آیت ۹۸،۱۰۰)

ترجمہ: ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں ہرگز نہیں یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔''

مذکورہ بالا آیت کا مطلب صاف ہے کہ جب کوئی مجرم موت کے گھاٹ اترنے لگتا ہے اور اس کو احوال آخرت کا معائنہ ہوتا ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ میں نیک عمل کر کے آخرت کی سزا سے بچ جاؤں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں موت کے گھاٹ اترنے والے کی دنیا میں واپسی ہرگز نہ ہوگی کیونکہ ان کے اور دنیا کی طرف واپسی کے درمیان ایک چیز آڑے آنے والی ہے اور وہ موت ہے لہٰذا یہ قیامت کے دن تک واپس نہیں آ سکتے۔

تو معلوم ہوا کہ مرنے والا انسان دنیا میں واپسی کی تمنا کر رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت تک یہ آدمی دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آ سکتا کیونکہ درمیان میں آڑ اور پردہ ہے اور وہ موت ہے چنانچہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر خازن والے نے یہاں برزخ سے موت مراد لی ہے جب برزخ سے موت مراد ہے تو برزخ کے مقام کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اس آیت کے بل بوتے کیپٹن صاحب نے شور مچا رکھا ہے اور اردو خواندہ حضرات کو دھوکہ دے رکھا ہے کہ اس آیت میں برزخ سے مراد کوئی مکان ہے جس میں صرف ارواح رہتی ہیں اور ان کو وہاں برزخی جسم ملتے ہیں۔

ہاں! علماء اسلام نے اسی مناسبت سے عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان

والے عرصہ اور وقت کو عالم برزخ و قبر کہا ہے کیونکہ یہ وقت بھی دنیا و آخرت کے درمیان ایک قسم کی آڑ اور پردہ ہے۔ تو برزخ کسی مقام کا نام نہیں ہے بلکہ برزخ تو زمانہ اور وقت کو کہتے ہیں برزخ بمعنی مقام نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں بلکہ یہ تو صرف اور صرف کیپٹن کی تحریف ہے اور کیپٹن صاحب کا کہنا ہے کہ عذاب برزخ میں ہوتا ہے قبر میں نہیں ایک احمقانہ بات ہے اور قبر کی زندگی کو برزخی زندگی اس لئے بھی کہا جاتا ہے کیونکہ برزخ بمعنی پردہ کے ہے اور قبر کی ساری کارروائی چونکہ پردہ میں ہوتی ہے اور چاہے مردہ ہمارے سامنے ہوتا ہے مگر جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا ہے وہ ہمیں نظر نہیں آتا ہے جیسے خواب والے کے ساتھ عالم خواب میں سب کچھ ہوتا ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتا۔ تو قبر کی کارروائی کو نظر نہ آنے کی وجہ سے حیات برزخی یا برزخی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ بہرحال مردہ انسان کے لئے قبر ہی برزخ ہے اس کے علاوہ کوئی مقام نہیں جس کو برزخ کہا جائے۔

قانون خداوندی کیا ہے؟

روح جسم میں نہیں آتی یا مردہ دنیا میں واپس نہیں آتا

برزخ کی تشریح میں بات لمبی ہوگئی جوان شاء اللہ فائدہ سے خالی نہیں خیر میں تو عرض کر رہا تھا کہ کیپٹن صاحب نے کھجور کی ٹہنی والی حدیث بخاری کے اصلی مطلب کو مسخ کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ انہی قبروں میں ان دونوں مردوں کو عذاب دیا جا رہا تھا اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ قیامت سے پہلے مردہ جسم میں روح واپس نہیں آسکتی اور ظاہر ہے کہ بغیر روح عذاب وراحت بے معنی ہیں۔

قارئین کرام! کیپٹن صاحب کی یہ دونوں باتیں غلط بلکہ جھوٹ ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کہیں نہیں فرمایا کہ مردہ جسم میں روح واپس نہیں لوٹتی اللہ تعالی کا تو فیصلہ یہ ہے کہ مردہ

قیامت تک دنیا والی پہلی حالت پر واپس نہیں آ سکتا۔ جیسا کہ مرنے والا آدمی واپسی کی تمنا کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ لیکن قبر میں حساب اور جزاء وسزا کے لئے جو اعادہ روح ہوتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا کہ مردہ دنیا والی حالت پر واپس آ جائے ایسا تو یقیناً قیامت کے دن ہوگا۔

لیکن قبر میں جو اعادہ روح ہوتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ مردہ دنیا والوں کی نظر میں مردہ رہتا ہے۔ البتہ اس میں حیات کی خاص قسم پیدا ہوتی ہے جسے اہل دنیا محسوس نہیں کر سکتے اور مردہ انسان اس کی وجہ سے دکھ سکھ اور جزاء وسزا کو محسوس کرتا رہتا ہے اور نکیرین کے سوالوں کا جواب بھی دیتا ہے، بہرحال مردہ کا دنیا والی حالت پر واپس آ جانا اور بات ہے اور قبر میں رہتے ہوئے حساب وکتاب کے لئے اعادہ روح بالکل اور بات ہے لیکن کیپٹن صاحب نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے دونوں کو ایک بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے خلط ملط کا شکار ہے۔ بہرحال جو اعادہ فیصلہ خداوندی کے خلاف ہے اس کے علماء اسلام قائل نہیں اور جس اعادہ کے قائل ہیں وہ قرآن وحدیث کے خلاف نہیں بلکہ مطابق اور ثابت ہے۔

کیا بغیر روح کے عذاب وراحت بے معنی ہیں؟

کیپٹن صاحب نے کھجور والی صحیح حدیث کے مطلب کو بگاڑتے ہوئے لکھا ہے کہ بغیر روح کے عذاب وراحت بے معنی ہیں میرے نزدیک خود کیپٹن صاحب کی یہ بات بے معنی ہے کیونکہ قرآن مجید کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر روح کے عذاب وراحت بولنا، ڈرنا وغیرہ سب ممکن بلکہ واقع ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿**وان منها لما یهبط من خیشة الله**﴾ یعنی اور انہی پتھروں میں بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں۔ ﴿**یا جبال اوّبی معه**﴾ یعنی اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ تسبیح

بار بار کرو۔ ﴿انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها﴾ یعنی ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے ﴿انطقنا اللہ الذی انطق کل شیٔ﴾ یعنی ہم کو اس نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی۔ ﴿وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ﴾ یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کیساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔ اس قسم کی درجنوں آیات ہیں جن سے پتھر پہاڑ، زمین آسمان بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا تسبیح پڑھنا، بولنا، سننا اور ڈرنا وغیرہ ثابت ہے۔

کیا کیپٹن صاحب ان آیات قرآنیہ کو بھی بے معنی قرار دیں گے ان کے مزاج و دماغ سے یہ چیز بھی کوئی بعید نہیں۔ لیکن بہرحال ان آیات کا اصلی معنی و مطلب چھوڑ کر ان کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش تو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور حقیقت یہ ہے کہ جس طرح پتھروں پہاڑوں کا بولنا سننا، تسبیح پڑھنا باوجود غیر ذی روح ہونے کے ثابت اور واقع ہے۔ اسی طرح مردہ کا قبر میں ملائکہ کی باتوں کو سننا جواب دینا اور عذاب و راحت کا محسوس کرنا عین ممکن ہے۔ اس کو کیپٹن صاحب ''بے معنی'' کہہ رہے ہیں وہ بے معنی نہیں۔ کیپٹن صاحب! قرآن وحدیث کی روشنی میں علماء اسلام فرماتے ہیں کہ ''مردہ جسد کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب و راحت کو محسوس کرتا ہے۔'' اس کے دلائل بندہ عاجز نے اپنی کتاب ''قبر کی زندگی'' میں جمع کر دیے ہیں وہاں دیکھ لیئے جائیں۔

مجرم کون؟ دنیاوی جسم یا برزخی: کیپٹن صاحب وضع الجریدة والی حدیث کا غلط مطلب بیان کر کے جو یہ کہتے ہیں کہ عذاب قبروں کے اندر مدفون اجساد دنیویہ کو نہیں بلکہ برزخ میں برزخی جسم کو عذاب ہو رہا تھا۔ تو بندہ عاجز سوال کرتا ہے کہ ہمیں کیپٹن صاحب

بتائیں کہ مجرم کون ہے؟ دنیاوی جسم یا برزخی جسم آپ ﷺ نے تو فرمایا کہ ایک مدفون مردے کو چغل خوری کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور ظاہر ہے کہ چغل خوری اس دنیاوی جسم نے کی اور پیشاب بھی اس دنیاوی جسم پر پڑا لہٰذا ازروئے انصاف اس دنیاوی جسم کو سزا ملنی چاہئے کہ چغل خوری اور پیشاب سے بد پرہیزی کا مجرم یہی ہے برزخی جسم نے نہ تو چغل خوری کی، نہ اس پر پیشاب کے چھینٹے پڑے لہٰذا اس کو عذاب میں خواہ مخواہ شامل کرنا تو پرلے درجے کی ناانصافی اور زیادتی ہے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جو مجرم ہے سزا اس کو بھگتنی چاہئے لیکن کیپٹن صاحب کی سمجھ الٹی ہے کہ وہ مجرم کو بری سمجھتا ہے اور جو بری الذمہ ہے اس کو مجرم اور سزا کا حقدار کہتا ہے۔

کیا آپ ﷺ کا اصلی قبروں پر کھجور کی ٹہنی لگانا ممکن نہ تھا؟

کیپٹن صاحب حضور اکرم ﷺ کی صحیح حدیث بخاری کو جھٹلاتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ کا برزخ میں اپنے ساتھیوں کو لے جا کر ان کی اصلی قبروں پر ٹہنی لگانا ممکن نہ تھا جسارت دیکھئے حضور اکرم ﷺ بہ نفس نفیس اصلی قبروں پر مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان پر ٹہنی گاڑھی مدفون مردے اصلی قبروں میں موجود تھے اور یہ زمینی قبر ان کے لئے برزخ تھی اور آپ ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عالم دنیا میں تھے۔ قرآن ان زمین والی قبروں کو قبر کہتا ہے لہٰذا ازروئے قرآن اصلی قبریں ہیں نامعلوم کیپٹن کس زبان سے کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا اصلی قبروں پر ٹہنی لگانا ممکن نہ تھا۔

اب یہ کیپٹن صاحب بتائیں گے کہ ان قبروں کے علاوہ اصلی قبروں کا ثبوت کہاں سے ہے کیپٹن کی خودساختہ اصلی قبروں کا کہیں وجود بھی ہے یا نہ؟ آپ ﷺ سفر معراج میں آسمانوں میں تو تشریف لے گئے لیکن اصلی قبروں تک آپ ﷺ کا جانا کیسے ناممکن تھا۔

اگر کیپٹن صاحب کی نظر ﴿من ورائھم برزخ﴾ پر ہے تو اس آیت کی تفسیر گزر چکی ہے کہ برزخ سے مراد آیت مذکورہ میں موت ہے جو اس دنیا میں واپس آنے سے آڑ ہے اور نیز علمائے اسلام نے موت سے لے کر قیامت کے وقفہ کو عالم برزخ کہا ہے جو کہ زمانہ ہے نہ کہ کوئی مخصوص مقام لہذا کیپٹن صاحب بتائیں کہ کس نے کہا کہ برزخ سے مراد کوئی مقام ہے؟ اللہ نے یا اللہ کے رسول ﷺ آخر کس نے کہا ہے کہ برزخ کسی مخصوص مقام کا نام ہے۔ یقین جانیئے! سب کچھ اس ظالم کی اپنی خودساختہ اور برداختہ باتیں ہیں جن کو قرآن حدیث اور اسلام کا نام دے رکھا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کیپٹن صاحب کے کسی ماننے والے کو یہ اشکال ہو کہ حضور اکرم ﷺ تو مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عالم دنیا میں تھے اور قبروں میں مدفون مردے عالم برزخ میں تھے یہ کیسے تو میں عرض کروں گا کہ یہ ایسے کہ ایک آدمی چند بیدار آدمیوں کے سامنے سوجاتا ہے نیند میں خوشی یا غمی کا خواب دیکھتا ہے تو یہ سونے والا غمی اور خوشی کے حالات کا مشاہدہ کرنے والا خواب میں چیخنے چلانے والا عالم خواب میں ہے اور اس عالم میں بہت کچھ دیکھ اور سن رہا ہے اور اس کے سر پر بیٹھنے والے لوگ عالم دنیا میں عالم خواب والے شخص کو دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس کے حالات کو نہیں دیکھتے بعینہ قبر کے مردے عالم برزخ میں تھے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عالم دنیا میں تھے جیسے خواب کی کارروائی بیدار آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ اگرچہ عالم خواب والا اس کے سامنے ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام برزخ والوں کی کارروائی کو نہیں دیکھ رہے تھے اگرچہ قبریں ان کے سامنے تھیں البتہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے آپ ﷺ کو یہ کارروائی دکھا دی بہرحال مجرموں کو سزا اسی قبر میں ہو رہی تھی نہ کہ کسی اور مقام پر۔

جن مردوں کو یہ اصلی قبریں نصیب نہیں ہوئیں تو ان کے جسم دنیاوی یا اس کے اجزاء جہاں ہیں وہی ان کی قبر ہے بالآخر دیر یا سویر ہر مردے نے زمین ہی میں دفن ہونا ہے

مردہ چاہے ریزہ ریزہ ہو جائے خاک وراکھ ہو جائے پرندوں درندوں کے پیٹ میں چلا جائے اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے باہر نہیں ہوا ان کو بہر حال عذاب وراحت کا ادراک ہوتا رہتا ہے ۔لیکن کیپٹن صاحب اپنی عقل سے قرآن وحدیث کو جھٹلا رہے ہیں حالانکہ عقل قرآن وحدیث کے تابع ہے نہ کہ قرآن وحدیث عقل کے تابع ہیں۔

معجزہ کیا ہے؟ عذاب کا ہونا یا عذاب کو دیکھنا: کیپٹن صاحب نے آپ ﷺ کی صحیح حدیث کو بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جس سے دنیاوی جسموں کو عذاب ثابت ہوتا ہے بالآخر یہ بھی کہہ دیا کہ یہ آپ کا ایک معجزہ ہے اور ظاہر ہے کہ معجزات سے استدلال نہیں ہوتا لہذا اس حدیث سے بھی حجت پکڑنا درست نہیں ہے۔

تو جواباً عرض ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں ایک ہے عذاب کا ہونا دوسرا ہے قبر میں ہونے والے عذاب کو دیکھنا قبروں میں مردوں کو عذاب ہونا حضور اکرم ﷺ کا معجزہ نہیں ہے عذاب تو ان کو اپنی بداعمالی کی وجہ سے ہو رہا تھا ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے احتیاط نہ کرتا تھا جیسا کہ حدیث میں صاف موجود ہے۔لہٰذا ان کو عذاب ہونا ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا معجزہ نہیں ہے ہمارے آقا ﷺ رحمت کائنات بن کر آئے ہیں یہ کیسا معجزہ ہے کہ آپ کی وجہ سے بے قصوروں کو عذاب شروع ہو گیا۔نہیں نہیں ہر گز نہیں وہ مجرم تھے اور مجرم کی سزا قانون خداوندی کے تحت ہوتی ہے نہ معجزہ کی وجہ سے۔

ہاں آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ عذاب قبر وبرزخ کو آپ نے دیکھا کیونکہ قبر وبرزخ کی کارروائی عموماً نظر نہیں آتی لیکن آپ نے عام لوگوں کو نظر نہ آنے والے عذاب کا مشاہدہ کیا اور آنکھوں سے دیکھا آپ کیپٹن صاحب کی کوتاہ فہمی اور کم عقلی ملاحظہ فرمایئے کہ دو الگ الگ چیزوں کو ایک بنا کر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔

حالانکہ ہمارا استدلال عذاب دیکھنے سے نہیں عذاب کے ہونے سے ہے دیکھنا معجزہ ہے کیونکہ عذاب کا ہونا تو قانون خداوندی ہے ان کو اپنے جرم کی وجہ سے عذاب پہلے بھی ہو رہا تھا جب آپ ﷺ نے دیکھا اس وقت بھی ہو رہا تھا اور بعد میں بھی ہوتا رہا کیونکہ وہ قصور وار تھے البتہ ایک نہ نظر آنے والی چیز کو آپ ﷺ نے دیکھ لیا یہ معجزہ ہے لیکن اس سے استدلال نہیں ہے

مثال دوم: کیپٹن صاحب حدیث **کلام المیة علی الجنازة** کے معنی ومطلب کو مسخ کرتا ہے۔ بخاری کی حدیث جس سے قبر و برزخ کا عذاب وثواب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبر و برزخ کی کارروائی دنیا والے جسموں پر طاری ہوتی ہے چونکہ یہ حدیث بھی کیپٹن صاحب کے خودساختہ عقیدہ کے سخت خلاف تھی۔ اس لیے اس حدیث کے معنی ومطلب کو بگاڑنے کے لئے کئی پاپڑ بیلے ہیں لیکن پہلے حدیث سنیئے پھر کیپٹن صاحب کی ہرزہ سرائی۔

حدیث: **عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازة فاحتملها الرجال علی اعناقهم فان کانت صالحة قالت قدمونی وان کانت غیر صالحة قالت یاویلها این تذهبون بها یسمع صوتها کل شئ الا الانسان ولو سمع لصعق.** (بخاری ج ۱ ص ۱۷۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب میت کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلتے ہیں تو اگر وہ نیک ہے تو کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہے تو کہتی ہے ہائے میری ہلاکت مجھے کہاں لے جا رہے ہو اس کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔“

یہ حدیث صاف لفظوں میں بتلا رہی ہے کہ عالم قبر و برزخ کی جزا وسزا میں دنیاوی

جسم شریک ہوتا ہے کیونکہ لوگ جس کو کندھوں پر اٹھا کر لے جارہے ہیں وہ یقیناً دنیاوی جسم ہے۔اگر نیک ہے تو وہ جلدی کی کوشش کرتا ہے اور مجرم فریاد کرتا ہے کیونکہ نیک آدمی کو قبر کی راحت نظر آرہی ہے اور مجرم کو عذاب چونکہ موت کے فوراً بعد آدمی عالم برزخ میں چلا جاتا ہے جب تک زندہ تھا عالم دنیا میں تھا اور اب عالم برزخ کی چیز ہے اگر چہ چار پائی پر بھی پڑا ہے اور دفن سے پہلے والی کارروائی کو بھی تغلیباً عذاب قبر ہی کہتے ہیں کیونکہ اس کارروائی کا اکثر حصہ قبر میں ہوتا ہے چونکہ یہ صحیح اور صریح حدیث کیپٹن صاحب کے خودساختہ نظریہ کے سخت مخالف ہے۔اس لئے اس کے معنی ومطلب بگاڑنے کے لئے اور سادہ لوح انسانوں کو اس حدیث سے دور رکھنے کے لئے کئی پینترے بدلے ہیں چنانچہ لکھتا ہے:''بخاری کی اس حدیث کے بعد انہی کی دوسری حدیث کو لاکر کہا جاتا ہے کہ دیکھو مردہ کندھے پر جب اٹھایا جاتا ہے تو بولنے لگتا ہے نیک ہے تو کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو اور برا ہے تو چیختا ہے کہ ہائے ہائے کہاں لئے جارہے ہو۔بھائی!اس حدیث میں صاف آ گیا کہ یہ مردہ،مردہ ہے زندہ نہیں پھر اس سے زندگی کا اثبات کیسا رہا اس کا بولنا تو قرآن کی متشابہات کی طرح اس حدیث کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں۔کوئی کہتا ہے کہ روح بولتی ہے کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے۔بہرحال یہ مردہ مردہ ہے زندہ نہیں۔بخاری نے بھی باب باندھ کر بتلا دیا کہ وہ اس کو مردہ مانتے ہیں بولنے والا نہیں۔

(عذاب برزخ ص ۷ ۱)

ناظرین!دیکھئے اس ظالم نے حدیث رسول ﷺ کے وزن کو گرانے اور اردو خواندہ لوگوں کو اس سے متنفر کرنے کے لئے کیا ہانک دیا اس کی قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ کی توہین سے آلودہ ہے سب سے پہلے نیش زنی ملاحظہ فرمائیے اس حدیث میں تو صاف آ گیا ہے کہ یہ مردہ،مردہ ہے زندہ نہیں پھر اس سے زندگی کا اثبات

کیسا رہا؟ بندہ عرض گزار ہے کہ قبر و برزخ کا انسان باعتبار دنیا کے مردہ ہے۔ کیونکہ اس پر موت واقع ہو چکی ہے دنیا والے اسے مردہ ہی کہیں گی آپ ﷺ نے بھی جب اس کو مردہ کہا تھا اس وقت آپ ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے لیکن وہ زندہ ہے باعتبار عالم برزخ کے اور عالم برزخ کی زندگی دنیا کی زندگی جیسی نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص قسم کی زندگی ہے جو ہماری فہم شعور سے بالاتر ہے۔ ہم اس زندگی کو محسوس نہیں کر سکتے باقی اس زندگی پر ہم ایمان اس لئے رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس زندگی کی اطلاع دی ہے ہماری اس بات کو سمجھنے کے لئے آپ عالم خواب میں غور فرمائیں سونے والا انسان عالم خواب میں زندہ ہے، چلتا، پھرتا، دوڑتا ہے اور سنتا، بولتا، چیختا ہے۔ لیکن دنیا والوں کی نظر میں وہ مردہ ہے کیونکہ نیند بھی موت کے مشابہ ہے۔ اسی لئے دنیا والے خواب والے کے کسی عمل کو نہیں دیکھ سکتے۔ جبکہ وہ عالم خواب میں سب کچھ کر رہا ہے تو برزخ والا اہل دنیا کے لئے مردہ اور اپنے عالم میں زندہ ہے۔ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب نے قبر و برزخ کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر قیاس کر رکھا ہے جس کی وجہ سے قسم قسم کے شبہات و وساوس میں خود بھی مبتلا ہے اور لوگوں کو مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ عالم برزخ میں رہنے والا زندہ ہے تو اس پر مردہ کا اطلاق درست نہیں اور اگر مردہ ہے تو اس پر زندہ کا اطلاق درست نہیں لیکن یہ جاہل کیا جانے؟ یہ دونوں اطلاق درست ہیں وہ مردہ ہے باعتبار دنیا کے اور زندہ ہے باعتبار عالم برزخ کے اور دنیا کی زندگی اور ہے برزخ کی زندگی اور ہے ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم کے حالات پر قیاس کرنا خود غلط ہے اور گمراہی کی خشت اول ہے۔

؎ سخن شناس نہی دلبر خطا این جا است

مردوں کی زندگی تو خود کیپٹن صاحب بھی مانتا ہے:

کیپٹن صاحب جو تضاد کا شکار ہیں اور دوسروں کو بھی شکار بنا رہے ہیں کہ مردہ ہیں تو زندہ نہیں اگر زندہ ہیں تو مردہ نہیں اگر غور کیا جائے تو خود کیپٹن صاحب کے عقیدہ میں یہی تضاد موجود ہے کیونکہ دنیا سے اب تک جو لوگ بھی رخصت ہو گئے ہیں۔ کیپٹن صاحب ان کو مردہ ہی کہتا ہے۔ اس کی کتابوں اور رسائل میں سب مرنے والوں کو مردہ ہی لکھا ہے لیکن وہ ان سب مردوں کو برزخ میں زندہ بھی مانتا ہے اور اپنے زعم کے مطابق وہ برزخ مقام کو کہتا ہے اسی خود ساختہ برزخی مقام میں تمام مردوں کو وہ زندہ مانتا ہے تو اگر یہ تضاد ہمارے عقیدہ میں ہے تو کیپٹن صاحب کے عقیدہ میں بھی ہے لیکن

دیگراں را نصیحت خود را فضیحت

اور ہمارے علماء اہل السنّت والجماعت بھی حیات برزخیہ کے قائل ہیں ہم بھی مردوں کو عالم برزخ میں زندہ مانتے ہیں لہٰذا حیات برزخیہ کے اندر کوئی اختلاف نہیں البتہ کیپٹن صاحب برزخ کسی مقام کو کہتے ہیں اور علماء اسلام برزخ زمانے اور وقت کو کہتے ہیں ہمارے علماء اسلام فرماتے ہیں ہر مردہ اور اس کا مستقر قبر وغیرہ برزخ میں شامل ہیں اور دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ علماء اسلام قرآن وحدیث کے مطابق فرماتے ہیں کہ عالم قبر و برزخ کی جزا وسزا میں یہ دنیا والا جسم شریک ہوتا ہے۔ کیونکہ نیکی اور بدی میں بھی یہی شریک تھا لیکن کیپٹن صاحب کا قرآن وحدیث کے خلاف یہ عقیدہ ہے کہ جزا وسزا میں دنیاوی جسم کے بجائے کوئی اور جسم شامل کیا جاتا ہے جس نے نہ نیکی کی نہ برائی۔

بہرحال مردوں کی زندگی کے سب قائل ہیں اگر یہ جرم ہے تو اس کا ارتکاب خوب کیپٹن صاحب بھی کر چکے ہیں بلکہ سب سے بڑھ چڑھ کر، کیونکہ علماء اسلام تو عالم برزخ میں روح

کا جسد دنیاوی کے ساتھ صرف تعلق مانتے ہیں جس کی وجہ سے مردہ دکھ وسکھ کا ادراک کرتا ہے لیکن کیپٹن صاحب تو روح کو برزخی جسم میں داخل سمجھ کر بالکل مکمل زندہ کہتے ہیں ستم ظریفی دیکھئے جو مردے میں نوع من الحیاۃ یعنی ایک خاص قسم کی زندگی مانے وہ تو قرآن کے خلاف ہے اور جو مردے کو بالکل زندہ مانے اور ہر لحاظ سے زندہ مانے وہ مدعی قرآن ہے

کیپٹن صاحب کی قرآن وحدیث پر اجارہ داری:

کیپٹن صاحب مذکورہ بالا حدیث کلام المیۃ علی الجنازۃ سے عوام الناس کو دور اور نفور کرنے کے لئے لکھتا ہے رہا اس کا بولنا تو قرآن کی متشابہات کی طرح اس حدیث کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں۔ دیکھئے! آپ ﷺ کی صحیح اور سچی حدیث چونکہ ان کے خود ساختہ نظریہ کے خلاف ہے اس لئے یہ سب کچھ ہان کے جا رہا ہے تا کہ لوگ اس حدیث کا انکار کر دیں کبھی کہتا ہے کہ یہ متشابہات سے ہے اور کبھی کہتا ہے کہ اس کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں۔ یقین جانئے کیپٹن صاحب کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں۔ کس نے کہا کہ میت کا بولنا متشابہات ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں لکھا ہے کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے؟ کس نے کہا ہے کہ اس کی اصلی تاویل کسی کے پاس نہیں ہے؟ یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زندیق نے قرآن وحدیث پر اجارہ داری قائم کر رکھی ہے جو چاہے کرے جو معنی مطلب کرے جس کو مانے جس کو ٹھکرائے یعنی قرآن وحدیث اس کے گھر کی چیز ہیں جس طرح چاہے ان کی شکل وصورت کو بگاڑے ماشاء اللہ ماننے والے اندھے مقلد اس کی ہر بات کو قرآن وحدیث کا نام دینے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بخاری کی یہ حدیث صاف صاف بتلا رہی ہے کہ عالم برزخ وقبر کی جزا وسزا میں دنیا والا جسم شریک ہوتا ہے لیکن یہ ظالم ان بے

ڈھنگی چالوں سے حدیث کی حیثیت کو ڈھانے کی سعی مذموم کررہا ہے۔

میت کا کلام کرنا بعید بات نہیں: جب اللہ تعالی کے قرآن سے پہاڑوں، پتھروں بلکہ ذرے ذرے کا بولنا، سننا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے۔ تو میت کا کلام کرنا کون سی بعید بات ہے۔ لیکن یہ ملحد نہ حدیث کے مسخ کرنے سے چوکتا ہے نہ قرآن کی شکل بگاڑنے سے باز آتا ہے قرآن وحدیث کے نام پر سب کچھ کئے جارہا ہے اور ماننے والے ہر بے تکی کو مانے جارہے ہیں۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے: پھر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ علماء اسلام کو کوسے جارہا ہے اور الزام لگارہا ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا غلط مطلب بیان کرتے اور فلاں فلاں کام کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود سب کچھ کئے جارہا ہے اور علماء اسلام پر الزام بھی لگاتے جارہا ہے اس کو کہتے ہیں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

نہ قرآن نہ حدیث بلکہ لوگوں کی باتیں: کیپٹن صاحب عذاب قبر کی اس وزنی حدیث کو بے وزن اور بے معنی بنانے کیلئے لکھتا ہے کوئی کہتا ہے کہ روح بولتی ہے، کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے، بہرحال یہ مردہ مردہ ہے زندہ نہیں کیپٹن صاحب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے مثلاً کسی نے کہا کہ روح بولتی ہے۔ لیکن بندہ عاجز سوال کرتا ہے کہ کیپٹن صاحب جو یہاں لوگوں کے اقوال نقل کررہے ہیں کیا لوگوں کی باتیں اور علماء کے اقوال ان کے نزدیک حجت ہیں؟ جب لوگوں کی باتیں ان کے نزدیک حجت ہی نہیں تو ان کو نقل کرنے کا کیا فائدہ۔ صرف یہی مقصد ہے نا کہ ایسی باتوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالے جائیں اور یہی کام ہی کیپٹن صاحب کا

ہے ورنہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں لوگوں کی باتوں کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے اور پھر جو قول نقل کیا وہ درست بھی نہیں کیونکہ آپ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ جس کو لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے وہ بولتا ہے ظاہر ہے کہ لوگوں نے تو کندھوں پر دنیا والے جسد کو اٹھا رکھا ہے نہ کہ روح کو اور اگر کیپٹن صاحب سمجھتا ہے کہ روح پھر واپس آ جاتی ہے تو یہ خود ان کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ وہ تو روح کی واپسی کا قائل ہی نہیں بہرحال خواہ مخواہ غلط تاویل نقل کر کے حدیث کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ حدیث صحیح تو فرماتی ہے کہ جس کو لوگ کندھوں پر اٹھائے جا رہے ہیں وہ بولتا ہے اور وہ دنیا والا جسم ہے اور یہ کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔

کیپٹن صاحب نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ کسی کا کہنا ہے کہ یہ زبان حال کا قول ہے میں پوچھتا ہوں کہ کس کا قول ہے اللہ تعالیٰ کا یا اللہ کے رسول ﷺ کا؟ یقیناً یہ بات نہ اللہ کی اور نہ اس کے رسول کی بلکہ کسی کا قول ہے کیا اقوال کیپٹن صاحب کے نزدیک حجت ہیں؟ لوگوں کو کہتا ہے کہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو اور کسی کی نہ مانو لیکن خود قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اقوال کا سہارا لے رہا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے لوگوں کی باتوں کو خود ٹھکرانا اور پھر خود ہی پیش کرنا سوائے شیطانی وساوس کے کچھ بھی نہیں۔

میت زبان حال سے بولتی ہے یا زبان قال سے:

کیپٹن صاحب نے حدیث **کلام المیۃ علی الجنازۃ** کی تاویل میں جو یہ قول نقل کیا ہے کہ میت زبان حال سے بولتی ہے یعنی نیک میت کی حالت اچھی اور خوشی والی ہوتی ہے اور مجرم کی حالت بری اور غمی والی ہوتی ہے۔ لیکن حدیث رسول اللہ ﷺ کے الفاظ اس تاویل کو رد کرتے ہیں۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں ﴿ **یسمع صوتھا کل شئ** ﴾

یعنی گہنگار میت جب فریاد کرتی ہے تو اس کی آواز بجز انسان کے ہر شیئے سنتی ہے۔ ظاہر ہے کہ میت کی فریاد کی آواز ہوتی ہے اور وہ آواز بجز انسان کے ہر چیز کو سنائی دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میت زبان قال سے بولتی ہے نہ کہ زبان حال سے۔ اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوائے انسان کے ہر چیز اس کی آواز کو سنتی ہے اگر میت کا چارپائی پر بولنا زبان حال سے ہوتا تو اس کو بہ نسبت دوسری چیزوں کے انسان زیادہ سمجھتا کیونکہ وہ سب چیزوں سے باشعور ہے لیکن آپ ﷺ فرماتے ہیں انسان کے سوا ہر چیز اس کی فریاد کو سنتی ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ میت کی فریاد زبان قال ہی سے ہوتی ہے۔ البتہ انسان کو یہ آواز نہیں سنائی جاتی ورنہ بیہوش ہو جاتا۔ تو ثابت ہوا کہ یہ تاویل بھی درست نہیں ہے لیکن اگر بالفرض یہ تاویل تسلیم بھی کر لی جائے کہ میت زبان حال سے فریاد کرتی ہے تو پھر بھی اس کی رو سے کیپٹن صاحب کے نظریہ کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ فریاد تو ہر حال میں دنیا والا جسم کرتا ہے خواہ زبان حال سے کرے یا زبان قال سے کرے، کرتا تو یہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم برزخ کی کارروائی میں دنیا والا جسم شریک ہوتا ہے نہ کہ کوئی اور جیسا کہ کیپٹن صاحب نے خود ساختہ جسم برزخی بنا رکھا ہے اور یہ بات کئی بار گزر چکی ہے کہ موت سے عالم برزخ کی کارروائی شروع ہو جاتی ہے اور قبل از دفن والی برزخی کارروائی کو بھی تغلیباً عذاب قبر کہا جاتا ہے۔

کیپٹن صاحب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان اور جھوٹ باندھا

کیپٹن صاحب المیۃ علی الجنازۃ والی حدیث کی حیثیت کو گھٹاتے ہوئے لکھتا ہے: "امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی یہ باب باندھ کر بتلا دیا کہ وہ اس کو مردہ مانتے ہیں بولنے والا زندہ نہیں"، اور دیکھیے یہ ظالم کتنی بڑی جسارت کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان

باندھ رہا ہے اور جھوٹ بول رہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو بولنے والا زندہ نہیں مانتے حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے ﴿باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی﴾ یعنی میت کا چار پائی پر یہ کہنا کہ مجھے آگے لے چلو یعنی جلدی دفناؤ۔ ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ باب باندھ کر اس حدیث کے مطابق اپنا عقیدہ واضح فرما رہے ہیں کہ میت چار پائی پر بولتی ہے کلام کرتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میت کے اندر دکھ سکھ اور عذاب و راحت محسوس کرنے کیلئے ایک خاص قسم کی حیات رکھی جاتی ہے۔ تو اُس عالم کے اعتبار سے وہ زندہ ہے اور عالم دنیا کے اعتبار سے وہ مردہ ہے۔ اسی لئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میت چار پائی پر کلام کرتی ہے۔ دنیا کی زندگی اور ہے اور عالم برزخ کی زندگی اس سے مختلف ہے تو معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ بولا ہے اور بہتان تراشی کی ہے۔

مثال سوم: حدیث قلیب بدر کو ٹھکرانے کی ناپاک جسارت

بخاری شریف میں حدیث قلیب بدر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر و برزخ کی کارروائی میں دنیا والا جسم شریک ہوتا ہے۔ چونکہ یہ حدیث کیپٹن صاحب کے جعلی عقیدے پر ضرب کاری لگانے والی ہے اس لئے تاویلات فاسدہ کے ذریعہ اس حدیث کو ناقابل قبول بنانے کی کوشش کی۔ لیکن پہلے حدیث سنیئے پھر اس کے بعد کیپٹن صاحب کی ہرزہ سرائی اور پھر تبصرہ۔

حدیث: **عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل قلیب فقال وجدتم ما عھد ربکم حقا فقیل لہ تدعوا امواتا قال ماانتم باسمع منھم فلکن لایجیبون (وفی روایۃ) عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت انما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم لیعلمون**

الآن ان ما کنت اقول لهم حق وقد قال اللہ تعالی انک لا تسمع الموتی .

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قلیب بدر (جس میں مشرکین کے مقتولین کی مردہ نعشوں کو پھینکا گیا تھا) والوں کو جھانک کر فرمایا کہ "میرے رب نے تمہارے ساتھ جو ذلت وشکست اور عذاب کا وعدہ فرمایا تھا۔ کیا تم نے وہ سچ کر پایا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو آواز دے رہے ہیں جن میں روح نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہ اب جان رہے ہیں کہ میں ان کو جو کچھ کہتا ہوں وہ حق و سچ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبر آپ موتی کو نہیں سنا سکتے یعنی وہ کافر جن کے دل مردہ ہو چکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہیں سنوا سکتے یعنی نہیں منوا سکتے۔"

ناظرین با تمکین! یہ حدیث واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ مشرکین مکہ کے جن مقتولین بدر کو بدر کے گڑھے میں ڈالا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کو عذاب اور سزا محسوس و معلوم ہو رہی ہے اور ظاہر ہے کہ بدر کے گڑھے میں ان کے دنیا والے جسم ہی تھے۔ تو معلوم ہو گیا کہ عالم قبر و برزخ کی کارروائی میں دنیا والا جسم شامل ہوتا ہے چونکہ یہ صحیح حدیث کیپٹن صاحب کے نظریہ کو باطل ٹھہراتی ہے اس لئے وہ اس رکاوٹ کو دور کرنے اور اپنے غلط نظریہ کو تحفظ دینے کے لئے یوں ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور اس واقعہ کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں دو رائیں ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سننے سے علم مراد لیتی ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ ہر مردہ کو زندہ کر کے سننے والا بنا دیا جاتا ہے یہ کسی صحابی کا عقیدہ نہیں تھا مگر لوگوں نے کس خوبصورتی کے ساتھ خاص کو عام بنا کر اپنی من مانی بات ثابت کرنے کی راہ نکالی اگر قلیب بدر کے کفار زندہ ہو گئے، سننے لگے تو پھر ان کو

موت کب آئے گی کیا ان کو تین زندگیوں اور تین موتوں سے سابقہ پیش آئے گا۔

(عذاب برزخ ص ۱٦)

ملاحظہ فرمایئے ! کیپٹن صاحب آپ ﷺ کی صحیح حدیث سے لوگوں کو منحرف کرنے کے لئے کیا کیا جتن کرر ہا ہے اس لئے کہ یہ حدیث ان کے عقیدہ کو باطل ٹھہراتی ہے اور عذاب قبر کو ثابت کرتی ہے۔سب سے پہلے حدیث قلیب بدر پر یہ حملہ کیا کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے مگر لوگوں نے خاص کو عام بنا دیا ہے اس جاہل کو معلوم نہیں کہ قرآن وحدیث کے سینکڑوں احکام ہیں۔ جو ایک خاص واقعہ کے متعلق نازل ہوئے لیکن آپ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور علماء اسلام نے اس واقعہ سے عام حکم سمجھا۔مثلا چوری کی حد، تہمت کی سزا، زنا کی حد وغیرہ احکامات ایک خاص واقعہ پر اترے ہیں۔لیکن اس کے حکم کو عام سمجھا گیا یہ کس نے کہا کہ جو حکم خاص واقعہ کے لئے نازل ہو اس میں عموم نہیں ہوتا ؟ یہ بات اللہ نے فرمائی ہے یا اللہ کے رسول ﷺ نے ؟ ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی اور اگر کسی امام بزرگ یا کسی عالم دین کا قول ہے تو وہ کیپٹن صاحب کے نزدیک حجت نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف اور صرف کیپٹن صاحب کا اپنا ذہنی اختراع ہے جس کو قرآن اور اسلام کا نام دیتے ہیں۔ ورنہ بہت سے احکامات ہیں جو کسی خاص واقعہ پر نازل ہوئے لیکن ان کے اندر عموم ہوتا ہے لہٰذا حدیث قلیب بدر کو خاص کہنا گلو خلاصی ہے۔

علم میت کو تسلیم کر لیا: کیپٹن صاحب اٹھا تھا حیات قبر کو مٹانے کیلئے کہ قبر میں مردہ انسان کے اندر کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی اور نہ ہی اس مردہ کو دکھ سکھ کا ادراک وشعور ہوتا ہے بلکہ ایسے عقیدہ کو کفر بھی کہہ دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ حدیث قلیب بدر کی حیثیت کو گراتے ہوئے لکھ دیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سننے سے علم مراد لیتی ہیں یعنی قلیب بدر کے

مردہ کافروں کو علم ہو گیا کہ جو کچھ میں ان کو کہتا تھا وہ حق اور سچ ہے اور ظاہر ہے کہ ان مردہ کافروں نے پوری زندگی پیغمبر اسلام کے لائے ہوئے حق کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس کا مقابلہ اور مخالفت کی تو اس انکار اور مخالفت کی ان کو جو سزا مل رہی ہوگی اس کا بھی ان کو علم ہوگا تو جزا وسزا کا علم اور پیغمبر اسلام کی حقانیت کا علم حیات کو مستلزم ہے علم میت کے تسلیم کرنے سے حیات میت خود بخود تسلیم ہو جاتی ہے اور ماشاء اللہ کیپٹن صاحب نے علم میت کو تسلیم کر کے حیات میت کو بھی تسلیم کر لیا کہ مردہ کافروں کے اندر جزاء وسزا کا ادراک اور علم موجود رہتا ہے اور یہی اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے جس کی تردید میں کیپٹن صاحب نے درجنوں صفحات سیاہ کئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی قلم اور اس کے ہاتھ سے یہ بات لکھوادی کہ مردہ کے اندر علم ہوتا ہے پس علم ہے تو حیات لازما ہے ورنہ بغیر حیات کے علم کیسا؟

کسی نے خوب کہا ؎ دروغ گو را حافظہ نباشد

کیپٹن صاحب نے جھوٹ بولا: کیپٹن صاحب نے حدیث قلیب بدر کو بے اثر بنانے کیلئے بڑے ہاتھ پیر مارے ہیں کہ کسی طرح مسلمان اس حدیث سے دور رہیں اور حیات قبر اس سے ثابت نہ کریں حتی کہ جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر سفید جھوٹ بول دیا کہ وہ حدیث قلیب بدر کو معجزہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے لیکن ظالم نے کس صفائی سے جھوٹ بول کر اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث کو بے وزن بنانے کی ناپاک جسارت کی اور صحابی رسول ﷺ کے دامن کو جھوٹ سے آلودہ کرنے کی مذموم کوشش کی اور لعنة اللہ علی الکاذبین کا مصداق ٹھہرا۔

معجزہ کیا ہے؟ قبر کی زندگی یا اس کا دیکھنا: حدیث قلیب بدر کو معجزہ کہہ کر کیپٹن

صاحب اپنی گلوخلاصی چاہتے ہیں کہ معجزۃً مردہ کافروں کو زندہ کیا گیا اور ان کو حضور اکرم ﷺ کی بات سنوائی گئی ورنہ قبروں میں کسی قسم کی حیات نہیں ہوتی اور معجزات سے استدلال بھی درست نہیں ہے۔ حالانکہ یہ دھوکہ اور تلبیس ہے کیونکہ قبر کی زندگی تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کا کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا حتی کہ قبر کی زندگی کو خود کیپٹن صاحب بھی تسلیم کرتا ہے۔ البتہ قبر کے مفہوم میں تحریف کر کے کوئی اور قبر بتاتا ہے بہر حال قبر کی زندگی تو اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کیونکہ قبر میں مردہ انسان سے حساب لیا جاتا ہے اس سے تین سوال کیئے جاتے ہیں اگر قبر میں حیات نہیں ہے تو سوالات پوچھنے کا کیا مطلب؟ اور عذاب قبر کیسا تو معلوم ہوا کہ قبر کی زندگی قانون خداوندی کے تحت مردہ کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کو معجزہ کہنا جہالت ہے البتہ معجزہ یہ ہے کہ قبر کی زندگی اور قبر کی کارروائی عام لوگوں کو نظر نہیں آتی لیکن بطور معجزہ کے اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو یہ کارروائی دکھاتے تھے تو نہ نظر آنے والی چیز کا نظر آجانا معجزہ ہے نہ کہ حیات قبر اور عذاب قبر معجزہ ہے لیکن کیپٹن صاحب ایسے نا بلد ہیں نہ خود یہ فرق سمجھ سکتے ہیں اور نہ کسی کو سمجھنے کا موقع دیتے ہیں بلکہ مغالطہ دے کر دو الگ الگ چیزوں کو ایک بنا کر حدیث رسول ﷺ سے لوگوں کو دور کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے یہ حدیث قلیب بدر حیات قبر اور عذاب قبر کی ایک وزنی اور جاندار دلیل ہے جس کو کیپٹن صاحب بے جان بنانے کے لئے زور لگا رہے ہیں۔

حدیث رسول اللہ ﷺ پر ایک اور حملہ : کیپٹن صاحب آپ ﷺ کی صحیح اور سچی حدیث قلیب بدر جس سے حیات قبر یعنی عذاب ثابت ہوتا ہے پر حملہ کرتے ہوئے لکھتا ہے ''اگر قلیب بدر کے کفار زندہ ہو گئے، سننے لگے تو پھر ان کو موت کب آئے گی اور کیا ان کو تین زندگیوں اور تین موتوں سے سابقہ پیش آئے گا'' جواباً گزارش ہے کہ کیپٹن صاحب علماء

اسلام کوطعنہ دے رہے ہیں کہ اگر قلیب بدر کے مردہ کافروں کوزندہ سمجھا جائے تو ان کو دو کی بجائے تین موتوں اور تین زندگیوں سے سابقہ پیش آئے گا حالانکہ یہ نابلد جس چیز کا دوسروں کو الزام دے رہا ہے۔ اس میں خود مبتلا ہو چکا ہے اور یہ شخص خود تین زندگیوں کا اور تین موتوں کا قائل ہو چکا ہے دیکھئے ایک دنیا والی زندگی ، دوسری برزخ والی زندگی اور تیسری قیامت والی زندگی اسی طرح تین موتوں کا قائل ہو چکا ہے ایک حالت نطفہ والی موت جس کو ﴿ وکنتم امواتا ﴾ میں بیان کیا گیا۔ دوسری دنیاوالی موت ہے اور تیسری وہ موت جب برزخی جسم سے روح نکال کر بروز قیامت دنیاوی جسم میں روح ڈالی جائے گی جب برزخی جسم سے روح نکلے گی یہی اس کی موت ہوگی۔

تو معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب تین زندگیوں اور تین موتوں کا قائل ہو چکا ہے لیکن الزام علماء اسلام کو دیتا ہے۔ علماء اسلام تو فرماتے ہیں ﴿ کل نفس ذائقة الموت ﴾ کے تحت ہر انسان نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور موت واقع ہونے کے بعد آدمی کا زمانہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ بندہ عالم دنیا سے رخصت ہو کر عالم برزخ وقبر میں منتقل ہو جاتا ہے اور اور عالم قبر و برزخ کے حساب اور کارروائی کے لئے مردہ انسان میں ایک قسم کی حیات رکھی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ منکر نکیر کے سوالات کو سنتا ہے جواب دیتا ہے اور قبر کے دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے اور قبر کی یہ حیات ہمارے شعور سے بالاتر ہے البتہ اس حیات کی خبر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ جس پر ہمارا ایمان بالغیب ہے۔ نیز علماء اسلام فرماتے ہیں کہ قبر کی یہ زندگی چونکہ مستقل زندگی نہیں ہے بلکہ نوع من الحیوۃ ہے اسی لئے اس کو دنیا کی زندگی کا تتمہ بھی کہا جا سکتا ہے اور آخرت کی زندگی کا مقدمہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا علماء اسلام پر تین زندگیوں والا الزام نہیں آتا لیکن کیپٹن صاحب چونکہ تین مستقل زندگیوں کے اور تین مستقل موتوں کے قائل ہو چکے ہیں لہٰذا یہ الزام ان پر لاگو ہوتا ہے لیکن قصوروار

دوسروں کو بناتا ہے۔

؎ چہ دلا وراست دزدے کہ چراغ بکف دارد

مثال چہارم: کیپٹن صاحب حدیث قرع نعال کی تحریف کرتا ہے

حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے کہ جب لوگ مردے کو قبر میں دفن کر کے واپس لوٹتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس حساب لینے والے دو فرشتے آ جاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں اگر مردہ صحیح جواب دے دے تو اس کو جنت کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اگر صحیح جواب نہ دے تو اس کو سزا دی جاتی ہے۔ چونکہ یہ حدیث عذاب قبر اور حیات قبر کی واضح دلیل ہے اور کیپٹن صاحب کے خود ساختہ عقیدہ پر ضرب کاری ہے اس لئے اس حدیث سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے اس کی ناروا تاویلیں شروع کر دیں آپ پہلے حدیث سنئے پھر کیپٹن صاحب کی تحریف اور پھر اس کا ابطال۔

حدیث : عن انس رضی اللہ عنہ قال ؛ قال رسول اللہ ﷺ اذا وضع العبد فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعدانہ فیقولان ماکنت تقول فی حق ھذا لرجل لمحمد ﷺ اماالمؤمن فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال لہ انظر الی مقعدک من النار قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ فیراھما جمیعا واما المنافق والکافر فیقال لہ ماتقول فی حق ھذا الرجل فیقول لا ادری اقول مایقول الناس فیقال لہ لا دریت ولاتلیت ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ غیر الثقلین. (متفق علیہ ولفظہ للبخاری ،مشکوۃ،بخاری ،مسلم ،نسائی)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ کو

قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دفن کرنیوالے ساتھی واپس لوٹتے ہیں یقیناً وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اس کو بٹھلا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اسے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا آگ کا ٹھکانہ دیکھ لے تحقیق اللہ تعالیٰ نے تجھے اس کے بدلے جنت کا ٹھکانہ عطا فرمایا ہے پس وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا ہے لیکن منافق اور کافر ہے تو اسے کہا جاتا ہے تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی اسی طرح کہتا تھا۔ تو اسے کہا جاتا ہے نہ تو نے جانا نہ تو نے پڑھا اور لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے ایسا مارا جاتا ہے کہ وہ چیخیں مارتا ہے اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے علاوہ اردگرد کے جانور سنتے ہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جسد عنصری کو لوگ قبر میں دفن کر کے واپس ہوتے ہیں ابھی وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے اس کے پاس دو فرشتے نکیرین آکر اس سے سوال کرتے ہیں اور اس کے ایمان وعمل کے مطابق اس کو جزا یا سزا دیتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جسد عنصری قبر کی جزاء وسزا میں شریک ہوتا ہے۔

چونکہ یہ حدیث کیپٹن کے باطل نظریہ کے خلاف ہے تو اس حدیث کے اصلی معنی ومقصد سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے اس نے تاویلیں شروع کر دیں۔ چنانچہ لکھتا ہے: ''دفن کئے جانے والے مردے کا حساب وکتاب اتنی جلدی شروع ہو جاتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو دفن کر کے جانے والے لوگوں کی جوتوں کی آواز سن سکتا تھا۔ یعنی وہ ابھی پلٹ کر اتنی دور نہیں گئے ہوتے ہیں کہ برزخ میں اس کا حساب وکتاب شروع ہو جاتا ہے۔''
(عذاب برزخ ص ۱۱)

دروغ گورا حافظہ نباشد: مذکورہ بالا حدیث سے جس طرح مردہ انسان کی ارضی قبر میں جزا وسزا ثابت ہوتی ہے اسی طرح سماع موتی کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردہ اپنے دفنانے والوں کی جوتیوں کی آہٹ کو سنتا ہے اور اس حدیث سے ثابت شدہ دونوں عقیدے کیپٹن صاحب کے نظریات کے سخت خلاف تھے۔ اس لئے کیپٹن صاحب نے اولاً سماع موتی کی تردید میں یہ تاویل کی اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدفون مردہ اپنے ساتھیوں کے جوتوں کی چاپ سنتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حساب وکتاب والے فرشتے مردہ کے پاس اتنی جلدی آجاتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو دفنا کر واپس جانے والوں کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا یعنی فرشتے فوراً اور جلدی آجاتے ہیں یعنی یہ ان کے جلدی آنے سے کنایہ ہے۔ بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ کیپٹن صاحب نے تاویل کے ذریعے سماع موتی کی نفی تو کردی لیکن یہ تو تسلیم کرلیا کہ حساب وکتاب والے فرشتے اسی مردہ کے پاس آتے ہیں جس کو لوگوں نے اسی ارضی قبر میں دفن کیا۔ حساب کتاب بھی اسی سے لیا جاتا ہے اور جزا سزا بھی اسی کو دی جاتی ہے۔ دیکھئے کیپٹن صاحب سماع موتی کی تردید میں اتنا اندھا ہو گیا کہ خود اپنے نظریہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا مردہ انسان جو قبر میں دفن کیا گیا یہ قبر اس کے لئے برزخ ہے اسی میں فوراً حساب کتاب والے فرشتے آجاتے ہیں جس کا انکار کرتے کرتے بالآخر خود ہی تسلیم کرلیا۔

عذاب قبر مردہ کو ہوتا ہے یا زندہ کو؟: کیپٹن نے اپنے رسائل میں بڑا شور مچایا ہے کہ قبر میں پڑا ہوا جسد عنصری تو مردہ ہے اس کو عذاب اور اور جزاء وسزا کیسے دی جاسکتی ہے۔ اس لئے کیپٹن صاحب نے اپنا قبلہ درست کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ روح کو ایک دوسرا برزخی جسم عطا کرتا ہے۔ جس سے آدمی بالکل زندہ ہوجاتا ہے تب اس کو عذاب اور جزا

وسزادی جاتی ہے اور یہاں خود تسلیم کر رہا ہے کہ مردہ انسان کے پاس حساب وکتاب والے فرشتے اتنی جلدی آتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ان کے قدموں کی چاپ سنتا تو مان لیا کہ حساب وکتاب مدفون مردہ سے ہوتا ہے نہ کہ زندہ سے۔ ہاں علماء اسلام فرماتے ہیں کہ یہی مردہ انسان عالم قبر و برزخ میں زندہ ہے اور اہل دنیا کی نظروں میں مردہ ہے۔ بہرحال حساب وکتاب اور جزاء وسزا اسی جسد عنصری کو دی جاتی ہے جس کو دفن کیا گیا کیپٹن صاحب تردید کرتے کرتے مان گیا کہ علماء اسلام کا نظریہ حق وسچ ہے قرآن وحدیث کے مطابق ہے

کیپٹن صاحب کی دوسری تاویل: حدیث قرع نعال کی دوسری تاویل کرتے ہوئے کیپٹن صاحب لکھتے ہیں ''دوسری شرح بخاری کے شارح المزین بن المنیر کی شرح ہے جس کو ابن حجر عسقلانی اپنی بخاری کی شرح فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح میں سب سے پہلے لائے ہیں یہ کہ حدیث **العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان** (بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کا معاملہ پورا ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھی چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ البتہ سنتا ہے ان کے جوتوں کی چاپ کہ دو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں) سے ان دو فرشتوں کی چاپ سننا مراد ہے جو کہ برزخ میں اس کے پاس سوال وجواب کے لئے آتے ہیں''

(عذاب برزخ ص ۱۲)

جس کی تردید اس کی تائید: یہ ہے کیپٹن صاحب کی دوسری تاویل جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ انسان جس کو اس ارضی قبر میں دفن کیا جاتا ہے وہ اپنے دفن کرنے والوں کی چاپ نہیں بلکہ حساب وکتاب والے فرشتوں کی چاپ سنتا ہے۔ اگر کیپٹن صاحب کی منطق کو مان لیا جائے کہ مردہ فرشتوں کی چاپ سنتا ہے جو اس کے پاس حساب لینے کیلئے آتے ہیں تو

کیپٹن صاحب نے صاف لفظوں میں تسلیم کرلیا ہے جس مردہ کواس زمین والی قبر میں دفن کیا گیا اور دفنانے والے اپنے گھروں کو واپس لوٹے تو اسی مردے کے پاس دوفرشتے حساب وکتاب کے لئے آجاتے ہیں تو مردہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔ ماشاءاللہ یہ بھی تسلیم ہے کہ فرشتے حساب وکتاب کے لئے اسی مدفون مردہ کے پاس آتے ہیں اور یہ بھی تسلیم کہ مدفون مردہ فرشتوں کی چاپ سنتا ہے دوسرے لفظوں میں جسد عنصری کا حساب وکتاب بھی مسلم اوراس کا سماع بھی مسلم نا معلوم سب تسلیم کرلینے کے بعد کیوں ورق سیاہ کردیے ہیں۔

کیپٹن کے پاس قرآن وحدیث نہیں بلکہ تاویل ہی تاویل ہے:

آپ کومعلوم ہوگیا کہ کیپٹن صاحب صرف زبان سے قرآن وحدیث کا دعوی کرتا ہے درحقیت نہ اس کے پاس قرآن ہے نہ حدیث بلکہ قرآن وحدیث کی ناروا تاویلیں کرتا ہے اوراپنی تاویلوں کوقرآن وحدیث کا نام دیتا ہے۔

مسلم غیرمسلموں کی تاویلات کا سہارا کیوں لیتا ہے؟

کیپٹن صاحب نے **حدیث قرع نعال** کی دونوں تاویلیں تقریرگنگوہی اور فتح الباری کے مؤلفین سے نقل کی ہیں۔ حالانکہ حضرت گنگوہی اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ دیگر حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر تعلق روح اور **سماع الصلوۃ والسلام عند القبر الشریف** کے قائل ہیں۔ اسی طرح قبر میں اعادہ روح اور تعلق روح کے بھی قائل ہیں جبکہ ایسے نظریات کے حاملین کوکیپٹن صاحب کافر اور غیرمسلم کہہ چکے ہیں تو سوال یہ ہے کہ بزعم خویش ایک مسلم شخص کوکیا ضرورت کہ وہ غیرمسلموں سے احادیث صحیح کی تاویلات نقل کرتا ہے کیا غیرمسلموں کی تاویلات قابل قبول ہیں؟ کیا غیرمسلموں کی کتابوں کے حوالہ جات دینا صحیح ہیں آخروہ کیا ہے کہ ایک مسلم غیرمسلم کی تاویلات کا سہارا ڈھونڈ رہا ہے معلوم

ہوتا ہے دال میں کچھ کالا کالا ہے۔

خلاصہ: یہ نکلا کہ حدیث قرع نعال حیات قبر بہ تعلق روح اور سماع موتی کی دلیل ہے کہ مردوں کو قبر و برزخ میں بہ تعلق روح ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عذاب و راحت کو محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح مردے دفنا کر واپس جانے والوں کی جوتیوں کی چاپ بھی سنتے ہیں۔ کیپٹن صاحب کا تاویلات سے سہارا لینا اور کام چلانا خود غلط ہے اور خود اپنی تاویلات میں ایسا پھنس چکا ہے کہ مدفون مردہ کا حساب و کتاب تسلیم کر لیا اور سماع قرع نعال بھی مان لیا۔

مثال پنجم:

کیپٹن خواب میں زیارت النبی ﷺ کی حدیث کو مسخ کرتا ہے

بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”ان ابا هريرة رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من رانی فی المنام فسيرانی فی اليقظة لا يتمثل الشيطان بی. (بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سے سنا: ”جو کوئی خواب میں مجھ کو دیکھے وہ عنقریب مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔“

اور بخاری شریف کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں ﴿من رانی فی المنام فقد رانی﴾ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا اور بخاری شریف کی ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں ﴿من رانی فقد رای الحق﴾ جس نے خواب میں مجھ

کو دیکھا اس نے سچ مچ ہی کو دیکھا۔

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرے اس نے یقیناً آپ ﷺ کی زیارت کی کیونکہ شیطان لعین آپ ﷺ کی شکل نہیں بنا سکتا اور نہ ہی آپ ﷺ کے نام پر دھوکہ دے سکتا ہے لہذا ایسا خواب سچا ہے خواہ خواب دیکھنے والا صحابی ہو یا بعد کا کوئی امتی۔ باقی رہا یہ اشکال کہ جن لوگوں نے عالم دنیا میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت نہیں کی تو ان کو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جواباً عرض ہے کہ عالم دنیا میں جو لوگ مشہور معروف اور نامور ہوتے ہیں مثلاً ملک کا صدر، وزیر اعظم اور گورنر وغیرہ یا کوئی مشہور دینی شخصیت یا فن کا امام وغیرہ جس کے نام سے لوگ خوب متعارف ہوتے ہیں اگر ایسے شخص کا کسی ایسے علاقہ میں آنا ہو جس علاقے کے لوگوں نے اس کی شکل وصورت نہ دیکھی ہو تو اس کی آمد کی وجہ سے ماحول کچھ ایسا بن جاتا ہے کہ نہ دیکھنے والے لوگوں کو اس شخصیت کی پہچان میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی بلکہ ہر شخص بآسانی معلوم کر لیتا ہے کہ یہ وہی شخصیت ہے جس کے نام سے ہم متعارف تھے اسی طرح جو خوش قسمت انسان آپ ﷺ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوتا ہے اس کو وہاں کا ماحول خود تعارف کرا دیتا ہے آپ ﷺ کی پہچان میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی لہذا یہ سوال فضول ہے کہ جس نے آپ ﷺ نہیں دیکھا وہ آپ ﷺ کو کیسے پہچانے گا۔ بلکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے کیونکہ جو اللہ خواب میں اپنے پیغمبر کی زیارت کرا سکتا ہے وہ تعارف بھی کرا سکتا ہے۔ **وما ذٰلک علی اللہ بعزیز** .

اور انہیں مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر علماء اسلام کا عقیدہ ہے کہ جس شخص نے خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کی اس نے یقیناً آپ کی زیارت کی۔ کیونکہ شیطان نہ آپ کی شکل بنا سکتا ہے نہ آپ کے نام پر دھوکہ دے سکتا ہے۔ لیکن ان احادیث صحیحہ کے

برعکس کیپٹن صاحب کا فاسد نظریہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا وہ خواب میں آپ کی زیارت نہیں کرسکتا۔ چونکہ مذکورہ بالا حدیثیں کیپٹن صاحب کے نظریہ کو باطل گردانتی تھیں۔اس لئے ظالم نے ان حدیثوں کے غلط معنی بیان کر کے ان کو مسخ کرنے کی ناپاک جسارت کی چنانچہ لکھتا ہے:

''حدیث کے الفاظ میں ﴿من رانی﴾ یعنی جس نے مجھے دیکھا صاف بتلا رہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے زندگی میں نبی ﷺ کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تھا۔'' (یہ مزار یہ میلے ص۱۲)

یہ ہے حدیث نبوی کی تحریف اور غلط معنی ومطلب جو کیپٹن صاحب نے بیان کیا یقین جانیے ! جس شخص کو عربی زبان سے ذرا بھر بھی مناسبت ہوگی وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ عربی گرائمر کی رو سے یہ حدیث نبوی کا غلط معنی اور غلط مطلب ہے یہ مطلب تب درست ہوتا کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ﴿من رانی فی الحیوۃ الدنیا﴾ حالانکہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ فرمایا ﴿من رانیفی المنام﴾ جس نے بھی مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے دیکھا۔لہٰذا حدیث کا یہ معنی کرنا کہ جس نے دنیا میں مجھے دیکھا حدیث کی تحریف ہے اور حدیث کو مسخ کرنے کی ایک سازش ہے۔

مثال ششم: کیپٹن نے حدیث میں موجود لفظ تمائم کا غلط معنی کیا

ابوداؤ شریف کی ایک حدیث ہے: **عن عبد اللہ بن مسعود ؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ ؛ یقول ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک .** (ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۸۶)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ''بے شک منتر، منکے اور ٹوٹکے شرک ہیں۔''

حدیث مذکورہ بالا میں تین چیزوں کو شرک کہا گیا ہے ان میں ایک ''تمائم'' بھی ہیں یہ لفظ ''تمیمہ'' کی جمع ہے اس کے اصل معنی منکے اور پتھر کے ہیں۔ جن کو زمانہ جاہلیت کے لوگ موثر بالذات سمجھ کر گلے میں لٹکایا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ منکے پتھر وغیرہ گلے میں لٹکانا اوران کو موثر سمجھنا شرک ہے۔ ہاں علماء اسلام نے فرمایا کہ اگر تعویذات معروفہ میں بھی شرکیہ کلمات لکھے ہوئے ہوں تو وہ بھی اس حدیث کی رو سے ممنوع ہیں۔ لیکن وہ تعویذات جن میں قرآن وحدیث کی ادعیہ ماثورہ لکھی ہوئی ہوں ان کو آج تک کسی نے نہیں کہا کہ وہ اس حدیث کی رو سے شرک اور ممنوع ہیں۔ کیپٹن صاحب پہلا آدمی ہے جس نے اس حدیث کا معنی ومطلب تبدیل کردیا ہے اور کہا ہے کہ تمائم کا معنی ہر قسم کا تعویذ ہے خواہ وہ قرآن وحدیث کا کیوں نہ ہو۔ یعنی کیپٹن خود قرآن وحدیث کے تعویذات کو بھی شرک کہتا ہے۔

(دیکھئے تعویذات اور شرک ص ۴)

بہرحال !''تمائم'' معنی تعویذات کرنا صحیح نہیں ہے اور قرآن وحدیث کے تعویذات کو اس میں شامل کرنا بہت بڑی زیادتی بلکہ گمراہی ہے۔

قارئین کرام ! یہ مثالیں بندہ عاجز نے بطور نمونہ کے آپ کی خدمت میں پیش کیں ورنہ اس کی درجنوں مثالیں میرے پاس موجود ہیں کہ کیپٹن صاحب نے احادیث رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بگاڑ کر ان کے معنی ومطلب کو مسخ کیا اور غلط مطلب بیان کر کے اردو خواندہ حضرات کو آپ ﷺ کی حدیث سے منحرف بنایا اور اس لئے کہ جب تک وہ قرآن وحدیث کا معنی تبدیل نہ کرے اسے من مانا مطلب حاصل نہیں ہوتا۔

کیپٹن اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ اور اصحابِ نبی ﷺ کا گستاخ ہے:

کیپٹن صاحب نے درجنوں آیات کی تحریف کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کی گستاخی کی ہے بہت سی احادیث صحیحہ کو ضعیف کہہ کر اور ان کے اصلی معنی ومطلب کو تبدیل کر کے حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی حدیث کی گستاخی کی ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے اعادہ روح اور سماع موتی کی حدیثیں روایت کی ہیں ان پر شرک اور کفر کے فتویٰ لگا کر ان کی گستاخی کی ہے تابعین کرام سے لے کر آج تک کہ تمام علماء اسلام کو دین اتحادی کا علمبردار کہہ کر منافقت کی تہمت لگائی ہے کیونکہ دین اتحادی عبداللہ بن سبا کے دین کو کہا جاتا ہے لیکن بندہ عاجز ان سب کے علاوہ اس کی چند گستاخیاں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہے چنانچہ یہ ظالم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت جس میں حیات میت ثابت ہے کا جواب دیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ اور صحابی رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا مرتکب ہوا پہلے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سنئے پھر ظالم کی نیش زنی ملاحظہ فرمایئے:

حدیث: عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال لابنه وهو فی سیاق الموت اذا انامت فلا تصحبنی نائحة ولا نارفاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزورو یقسم لحمها حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع به رسل ربی. (مشکوۃ ص ۱۴۹، مسلم ج ۱ ص ۷۶)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے تو اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمانے لگے جب میں مرجاؤں میرے جنازہ کے ساتھ بین کرنے والی عورت بھی نہ ہو اور آگ بھی نہ ہو اور جب مجھے دفن کر چکو اور میرے اوپر آہستہ آہستہ مٹی ڈالو تو میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس

کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے سوال کا جواب معلوم کر سکوں۔''

محترم قارئین! حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ انہیں قبروں میں جہاں اجساد عنصریہ مدفون ہیں نکیرین آتے ہیں اور میت سے سوال و جواب کرتے ہیں اور یہیں میت کو جزا و سزا دی جاتی ہے اور قبر کے اردگرد کھڑے ہو کر میت کے حق میں دعا کرنے والوں کی دعا سے میت مانوس ہوتی ہے۔ میت کے اُنس کو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں ثابت کیا ہے اور یہ انس میت حیات قبر کی بہت بڑی وزنی دلیل ہے۔ بہر حال یہ ایک صحابی کا نظریہ وعقیدہ ہے جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی ہو گی لازماً اس وقت کچھ لوگ وہاں موجود ہوں گے اور وہ صحابہ یا پھر تابعین ہونگے کیونکہ انہیں کا دور تھا ان سب حضرات نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ ونظریہ کو سنا لیکن کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی اعتراض نہیں کیا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھول گیا کیونکہ اس زمین والی قبر میں حساب کتاب نہیں ہوتا۔ حساب و کتاب تو کسی دوسری قبر میں ہوتا ہے اس دنیا والے جسم سے حساب نہیں لیا جاتا وغیرہ وغیرہ۔

یقین جانیئے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے عقیدے پر کسی ایک نے وصیت سننے والوں میں سے نکیر نہیں فرمائی حالانکہ صحابہ کرام اور بعد والے لوگوں میں نکیر کا عام رواج تھا جو ان کے مسلک کے خلاف ہوتی فوراً نکیر فرماتے۔ دیکھئے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قلیب بدر والی حدیث بیان فرمائی۔ جس میں سماع موتی کا ثبوت ہے چونکہ یہ بات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس وقت کے نظریہ کے خلاف تھی تو فوراً نکیر فرماتی ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھولتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ قلیب بدر کے مردہ کافراب جان رہے ہیں اور ان کو میری بات کی حقانیت معلوم ہو رہی ہے اس قسم کی کئی مثالیں حدیث کی کتابوں میں موجود

ہیں۔الغرض اس دور میں نکیر کا رواج عام تھا لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر وصیت سننے والوں نے نکیر نہیں فرمائی تو معلوم ہوا کہ وصیت سننے والے سب کے سب اسی عقیدہ ونظریہ کے قائل تھے اسی لئے تو سکوت فرمایا اور نکیر نہیں فرمائی۔ پھر وصیت کے مطابق ان کی قبر پر دعا کرائی گئی تو دفن کے وقت صحابہ وتابعین کا جتنا مجمع موجود تھا تو ان سب نے وصیت کو سنا اور اس پر عمل ہوتا دیکھا لیکن انہوں نے بھی نکیر نہ فرمائی بلکہ سکوت کر کے تصدیق فرمادی تو معلوم ہوا کہ بوقت دفن جتنے صحابہ وتابعین موجود تھے سب کا یہی عقیدہ ونظریہ تھا اگر کسی کا نظریہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوتا تو وہ ضرور نکیر فرماتا۔ پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت اور ان کا یہ عقیدہ خیر القرون میں روایت ہوتا رہا اس کی نقل چلتی رہی لیکن خیر القرون کے دور میں کسی ایک صحابی یا تابعی یا تبع تابعی نے حیات قبر کا عقیدہ سن کر نکیر نہیں فرمائی۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون کے تمام لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ قبر میں میت کو خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے سوال وجواب بھی ہوتا ہے اور ثواب وعقاب بھی اگر کوئی شخص اس عقیدہ کا قائل نہ ہوتا تو وہ اس پر ضرور نکیر کرتا۔

پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت وصیت اور حیات قبر کا عقیدہ محدثین، مفسرین اور فقہاء ومتکلمین تک پہنچا۔ لیکن کسی نے ان کے عقیدہ حیات قبر پر نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ سب حضرات نے اس قسم کی بیسیوں آیات واحادیث کو سامنے رکھ کر حیات قبر کا عقیدہ تسلیم کیا اور قبول کیا۔ چنانچہ محدثین کرام نے انہیں آیات اور احادیث کے پیش نظر اثبات عذاب قبر کے ابواب قائم کئے ہیں۔

اور مفسرین کرام نے ﴿یثبت اللہ الذین اٰمنوا﴾ وغیرہ آیات کے تحت عقیدہ عذاب قبر وحیات قبر کی حدیثیں جمع کیں اور متکلمین اسلام نے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ﴿اعادۃ الروح فی القبر حق عذاب القبر حق سوال المنکر والنکیر حق﴾

اور فقہاء اسلام نے فقہ کی کتابوں میں یہ عقیدہ تسلیم کیا ہے کہ ﴿ ومن يعذب في القبر فيوضع فيه نوع من الحيوٰة ﴾ تو معلوم ہوا کہ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایسا اہل علم نہیں گزرا جس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی روایت اور وصیت پر اور ان کے عقیدہ حیات قبر پر نکیر فرمائی ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ خیر القرون سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ حیات قبر پر اتفاق اور اجماع چلا آ رہا ہے اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت اس عقیدہ پر برہان قاطع ہے۔

صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیپٹن صاحب کی گستاخانہ چڑھائی:

آپ نے معلوم کر لیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کو پوری امت نے تسلیم کیا قبول کیا اس پر عمل کیا اور اس کو قرآن وحدیث کے مطابق سمجھا حتی کہ ان کی حدیث کے شارحین مثلاً امام نووی وغیرہ نے اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر ہر مردہ کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے ارد گرد کھڑے ہونے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنے کو مستحب قرار دیا اور اُنس میت کو ثابت شدہ حقیقت تسلیم کیا۔ کسی ایک فرد بشر نے ان کی وصیت کو قرآن وحدیث کے خلاف نہیں کہا چودھویں صدی کے ایک ملحد اور زندیق نے اس حدیث کو اپنے الحاد وزندقہ کے خلاف سمجھ کر اس پر گستاخانہ چڑھائی کر دی اور اس مسلمہ حقیقت کو قرآن مجید وحدیث کے خلاف کہا حتی کہ یہاں تک نوبت پہنچا دی کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس آخری وصیت کی حیثیت وہی ہے جو ایک عام مریض کو پیش آتی ہے کہ شدت مرض کی وجہ سے اس کا دماغ فیل ہو جاتا ہے اور عقل خراب ہو جاتی ہے اور وہ اس ہیجانی کی حالت میں واہی تباہی بکتا اور اِدھر اُدھر کی ہانکتا ہے۔ جسے ہم سرائیکی زبان میں ''بڑ دول'' کہتے ہیں کیونکہ مریض ایسی حالت میں معذور سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی ہانکی ہوئی باتوں کا

اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ کیپٹن زندیق، صحابی رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہی سوء ظن رکھتا ہے اوران کی وصیت کو یہی حیثیت دیتا ہے۔ اب اس ظالم کی ''گوہر افشانی'' سینہ پر ہاتھ رکھ کر سنئیے لکھتا ہے:

''مسلم کی اس حدیث سے جس میں یہ ہے کہ عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) پر جب سکرات موت کا عالم طاری تھا ''وھو فی سیاق الموت'' توانہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ مجھ پر مٹی ڈالنے اور دفنانے کے بعد کچھ دیر میری قبر کے پاس ٹھہرے رہنا تاکہ میں تمہاری موجودگی کی وجہ سے مانوس رہوں اور مجھے معلوم رہے کہ اپنے رب کے رسولوں (فرشتوں) کو کیا جواب دوں الفاظ ہیں ''ثم قوموا حول قبری قدر ماینحر جزور و یقسم لحمها حتی استانس بکم واعلم ماذا ارا جع به رسل ربی.'' یہ سکرات الموت کے وقت کی بات ہے جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ ہیں ''ھو فی سیاق الموت'' ایسے وقت کی بات جب آدمی اپنے آپ سے نہ ہو قرآن وحدیث کے نصوص کو کیسے جھٹلا سکتی ہے۔ (عذاب برزخ ص ۱۹)

دیکھئے! یہ ظالم اپنے غلط نظریہ کو تحفظ دینے کے لئے ایک جلیل القدر صحابی پر تہمت اور کتنا شرمناک الزام تراش رہا ہے کہ شدت مرض کی وجہ سے وہ آپے سے باہر ہو گے تھے۔ یعنی اُن کا دماغ خراب ہو گیا تھا اوران کے منہ سے قرآن وحدیث کو جھٹلانے والی باتیں نکل گئیں۔ نعوذ باللہ دوسرے لفظوں میں جو کچھ ایک جلیل القدر صحابی نے فرمایا وہ ایک پاگل کی بڑبڑاہٹ واہی تباہی بات اور بڑ دول تھا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ معاذ اللہ

صحابی رسول ﷺ کی کون سی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے:

حقیقت یہ ہے کہ کیپٹن صاحب اپنے غلط عقیدہ کی حمایت وحفاظت میں مکمل پاگل ہو چکے ہیں آپے سے بھی بالکل باہر ہو چکے ہیں۔اس کی یہ تمام باتیں واہی تباہی اور پاگل کی بڑبڑاہٹ سے بھی زیادہ ہیں اور جو کچھ اس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا وہ بڑدول ہی بڑدول ہیں۔حدیث میں آرہا ہے کہ مومن،مومن کا آئینہ ہے۔تو دراصل اس ظالم کو صحابی رسول ﷺ والے آئینہ میں اپنی مکروہ شکل نظر آئی تو اس نے بڑبڑانا شروع کردیا اور یہ نہ سمجھا یہ تو میری اپنی شکل اور میری اپنی بڑبڑاہٹ ہے اور میں آپے سے باہر ہو چکا ہوں تو اس غلط فہمی میں ظالم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر گستاخانہ چڑھائی کردی ورنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے جنازے کے ساتھ آگ اور بین کرنے والی عورت نہ ہو کون ظالم جو کہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ بات آپے سے باہر ہو کر کہی یا ان کی یہ بات خلاف شریعت ہے۔خود کیپٹن صاحب بھی تسلیم کرے گا یہ باتیں شریعت کے عین مطابق ہیں۔آپ کو معلوم ہونا چاہے کہ بندہ عاجز نے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف سے نقل کی ہے جو مختصر ہے ورنہ دراصل یہ حدیث مسلم شریف کی ہے اور وہاں یہ حدیث بڑی طویل ہے اور اس طویل حدیث میں جو کچھ بھی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی مرض وفات میں اگرچہ قریب المرگ تھے لیکن ان کے ہوش وحواس درست تھے ان کی عقل ٹھکانے تھی وہ آپے سے باہر نہیں تھے اور جو کچھ اس وقت فرمایا وہ سب کچھ شریعت کے مطابق تھا اور قرآن وحدیث کے موافق تھا اسی طرح ان کا یہ فرمانا کہ میری قبر کے اردگرد کھڑے ہو کر میرے لئے دعا واستغفار کرنا اور میری ثابت قدمی کی دعا کرنا تا کہ میں تم سے مانوس رہوں اور فرشتوں کے سوالوں کا جواب معلوم کر

سکوں بھی قرآن وحدیث کے نصوص کے مطابق ہے۔ کیونکہ یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ کیپٹن صاحب نے مدفون مردوں کے پاس فرشتوں کا آنا اور علم میت تسلیم کرلیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ہر بات قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور اتنی مطابق کہ خود کیپٹن صاحب بھی اسے تسلیم کر چکے ہیں اور اس کے باوجود بھی کہنا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آپے سے باہر ہو گئے تھے اور قرآن وحدیث کو جھٹلانے والی باتیں کرتے تھے زندقہ والحاد سے کمتر نہیں ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفن کے بعد قبر پر دعا واستغفار نہیں فرمایا کرتے تھے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو میت کی ثابت قدمی کی دعا کا حکم نہیں فرمایا کرتے تھے؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ مردہ دفنانے والوں کی جوتیوں کی چاپ سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس حساب وکتاب والے فرشتے آجاتے ہیں۔

اگر یہ سب کچھ حقیقت ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی کون سی بات قرآن وحدیث کے نصوص کے خلاف ہے جس کو یہ ملحد اور زندیق بڑ بڑاہٹ کہہ کر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے اور کفر بکتا ہے۔

رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر کیپٹن کا گستاخانہ حملہ: خاکم بدہن! نقل کفر کفر نباشد اس ملحد زندیق نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ کہا ہے کہ وہ شدت مرض کی وجہ سے آپے سے باہر ہو گئے تھے یعنی ان کے ہوش وحواس ٹھکانے نہ تھے جس کی وجہ سے ان کے منہ سے قرآن وحدیث کو جھٹلانے والی باتیں نکل گئیں۔ یہ ظالم جاہل خود رحمت کائنات، فخر موجودات، سید السادات کی ذات اقدس کے متعلق بھی یہی تصور رکھتا ہے کہ جو کچھ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلا وہی کچھ آپکے منہ مبارک سے نکلا اور مرض وفات میں جو حالت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بیان کی وہی حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سمجھتا ہے معاذ

اللہ ثم معاذ اللہ. چنانچہ لکھتا ہے: ''خود نبی ﷺ کے واقعہ قرطاس کو نگاہ میں رکھنا مناسب ہے بخاری روایت کرتے ہیں کہ وفات سے چار دن پہلے یعنی جمعرات کے دن جب آپ ﷺ پر بیماری کی شدت تھی نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب لاؤ میں تمہارے لئے وہ لکھ دوں کہ تم کبھی گمراہ نہ ہو تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے کہا کہ آپ پر مرض کی شدت کی وجہ سے الجھن اور پریشانی کی کیفیت طاری ہے اسی کے زیر اثر آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں اس لئے لکھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ الفاظ یہ ہیں **اھجر رسول اللہ** ﷺ **(نسخۃالبخاری جلد)** عربی اور **حاشیہ ۴ وفی بعضھا اھجر من باب الافعال یعنی اَھُجَرَ.** (عذاب برزخ ص۱۹)

کیپٹن صاحب مزید لکھتا ہے:

''وفات سے چار دن پہلے جب نبی ﷺ پر بیماری کی وجہ سے بحرانی کیفیت طاری ہوسکتی ہے تو کیا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر اس وقت جب کہ وہ عین سکرات کی حالت میں ہوں طاری نہیں ہوسکتی اور وہ ایسی بات نہ کہہ سکتے تھے اگر پورے ہوش وحواس میں ہوتے تو کبھی نہ کہتے'' (عذاب برزخ ص۲۰)

قارئین کرام ! اس ظالم کی ناپاک جسارت کو دیکھئے کہ کس بے حیائی سے آپ ﷺ کے عقل وشعور پر حملہ آور ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے پاک ومعصوم پیغمبر ﷺ کے متعلق یہ نظریہ رکھنا کہ توبہ نعوذ باللہ! آپ آخری وقت آپے سے باہر ہو گئے اور آپ کے منہ مبارک سے ایسی بات نکل گئی کہ اگر آپ ﷺ پورے ہوش وحواس میں ہوتے تو وہ بات منہ سے نہ نکلتی اس سے بڑھ کر کون سی گستاخی ہوگی؟ جس کا کیپٹن صاحب نے ارتکاب کیا؟ اور اس سے بڑھ کر کون سا کفر ہوگا جو اس کے منہ سے نکلا؟ کیا یہی اسلام ہے کہ پیغمبر اسلام مرض وفات میں آپے سے باہر ہو گئے تھے؟ کیا یہی توحید ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے منہ

مبارک سے قرآن وحدیث کے خلاف بات سرزد ہوئی؟ خدارا یہ کون سا اسلام ہے اور کون سی توحید ہے جس سے پیغمبر اسلام کی گستاخی کی جسارت ہوتی ہے۔

اھجر استفھموہ کا معنی و مطلب

کیپٹن صاحب نے آپ ﷺ کے متعلق جو یہ تصور قائم کیا کہ آپ ﷺ شدت مرض کی وجہ سے آپے سے باہر ہوئے تھے اور آپ کی زبان مبارک سے وہ بات نکل گئی جو قرآن وحدیث کے خلاف تھی اگر آپ بدرستی ہوش وحواس ہوتے تو یہ بات نہ فرماتے اس کے اس غلط تصور کی عمارت اس پر قائم ہے کہ انہوں نے حدیث بخاری کے لفظ ''اھجر'' کا غلط معنی سمجھا ہے اور غلط مطلب بیان کیا اس زندیق نے اس لفظ کا معنی بہکی بہکی باتیں سمجھا حالانکہ یہ معنی و مطلب مراد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معنی شان نبوت کے خلاف ہے اور قرآن وحدیث کی دیگر نصوص کے بھی خلاف ہے بلکہ علماء اسلام نے اس حدیث کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں جو ایک پیغمبر کی شان کے مطابق ہیں۔ چنانچہ اس لفظ کا معنی دنیا کو خیر باد کہنے اور چھوڑنے کا ہے چونکہ آپ ﷺ نے مرض وفات میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ میں ایک ایسی چیز لکھ دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ تو اس وقت جو حضرات آپ ﷺ کے پاس موجود تھے ان میں اختلاف ہوا حضرت عمر اور بعض دیگر حضرات کی رائے تھی کہ آپ ﷺ تکلیف میں ہیں لہذا آپ ﷺ کو مزید تکلیف نہ دی جائے۔ ان حضرات کے سامنے قرآن مجید کی وہ آیات تھیں جن میں بتایا گیا ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے جب دین مکمل ہے تو کوئی ایسی نئی اور اہم بات نہ ہوگی جو پیغمبر اسلام لکھنا چاہتے ہیں وہ ہوگی تو تاکید ہی ہوگی کہ دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا، عمل کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہی تاکید خود قرآن مجید میں موجود ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ کا کئی دن تک زندہ رہنے کے باوجود کاغذ کا مطالبہ نہ کرنا بھی ان حضرات کے موقف کی تائید کرتا ہے ورنہ اگر کوئی نیا حکم ہوتا تو آپ ﷺ کسی کے روکنے

سے نہ رکتے بلکہ ضرور کاغذ طلب فرما کر لکھتے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ﴿یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک﴾ تو جن حضرات کا موقف یہ تھا کہ کاغذ لا کر آپ ﷺ کو تکلیف نہ دی جائے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے تو انہوں نے فرمایا ﴿حسبنا کتاب اللہ﴾ یعنی ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے اور جو تاکید آپ ﷺ فرمانا چاہتے ہیں وہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ گویا آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اسی لئے خاموشی اختیار کی۔ اسی وجہ سے علماء اسلام نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات میں سے شمار کی ہے اور بعض دوسرے حضرات کاغذ لانے کی رائے رکھتے تھے البتہ دونوں جانب چونکہ آواز اٹھی جس کو آپ ﷺ نے پسند نہ فرمایا کیونکہ مریض کی طبیعت ایسے شور و آواز کی متحمل نہیں ہوتی تو فرمایا کہ یہاں سے چلے جاؤ تو جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ کاغذ لاؤ میں وصیت لکھ دو تو بعض حضرات نے سن کر کہا ﴿اھجر استفھموہ﴾ یعنی آپ ﷺ سے پوچھو کیا آپ ﷺ دنیا سے خیر باد کرنے والے تو نہیں؟

حدیث کے لفظ کا یہ معنی بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے جہاں سے کیپٹن صاحب نے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس حدیث کے علماء اسلام نے کئی اور معانی بھی بیان کئے ہیں وہ معانی بھی بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھے ہوئے ہیں لیکن وہ سب معانی وہ ہیں جو آپ ﷺ کے شایان شان ہیں ﴿اھجر﴾ کا جو معنی کیپٹن صاحب نے لیا ہے وہ اس لئے بھی غلط ہے کہ اس سے آگے ﴿استفھموہ﴾ لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھ لو اور ظاہر ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ مغلوب العقل ہو کر آپے سے باہر ہو چکا ہے اور بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے تو اس سے پوچھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپے سے باہر ہو کر بڑبڑا رہا ہے اس سے خاک پوچھا جائے گا تو یہاں صحابہ کرام کا یہ کہنا ہے آپ ﷺ سے پوچھو، دلیل ہے اس بات کی کہ یہاں ﴿اھجر﴾ کا وہ معنی بن نہیں سکتا جو کیپٹن نے مراد لیا ہے۔

کیپٹن کی دورنگی چال صحابہ کرام پر الزام اور دفاع

کیپٹن صاحب کی دورنگی چال ملاحظہ فرمائیے کہ ایک طرف تو ﴿اھجر﴾ کا غلط معنی یعنی بہکی بہکی باتیں کر کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر الزام لگایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہی تصور رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ بات ان نفوس قدسیہ کے خواب وخیال میں نہ تھی اور دوسری طرف ان حضرات کی طرف سے دفاع شروع کر دیا کہ وہ منکر حدیث یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو بلاوجہ سے چھوڑنے والے نہ تھے بلکہ ایک خاص علت (شدت مرض کے زیر اثر بحرانی کیفیت) کی وجہ سے آپکی بات کو نہیں مانا چنانچہ لکھتے ہیں:

''اللہ کا شکر ہے کہ بخاری نے یہ بات لا کر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمن ان سارے لوگوں کا منہ بند کر دیا جو کہتے کہ عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے منکر حدیث ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کی بات ماننے کی بجائے اپنی چلاتے تھے بخاری نے دکھا دیا اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ایک علت کی وجہ سے تھا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر کہ مشرکوں کا اصرار ہے کہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے اور حدیبیہ کے اس صلح نامے میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ لکھا جائے علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ میں لکھے ہوئے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ان کے اور بہت سے موافقات میں سے ایک موافقت شمار کی جاتی ہے اسی وجہ سے اکثر علماء کا فیصلہ ہے کہ جس معاملہ میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اس میں ایسی بات ہوسکتی ہے۔''

(عذاب برزخ ص ۱۹ حاشیہ ۱)

دیکھئے ایک طرف تو صحابہ کرام کا دفاع کر رہا ہے کہ وہ حدیث کو ماننے والے تھے منکر حدیث نہ تھے ان حضرات کا کاغذ نہ لانا ایسا تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ حدیبیہ میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مٹانے سے انکار کر دیا تھا دوسری طرف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر

الزام لگا دیا آپ ﷺ کے متعلق یہ تصور رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے شدت مرض کے زیر اثر ایسی باتیں کیں کہ اگر ہوش وحواس درست ہوتے تو نہ کرتے یعنی بہکی بہکی باتیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق ایسا کوئی تصور نہ تھا کیپٹن صاحب نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جھوٹا الزام لگایا۔ اگر اس ملحد کے الزام کو درست مان لیا جائے کہ آپ ﷺ حالات سے متاثر ہوکر ایسی ویسی باتیں کرتے تھے تو حضور ﷺ کی ہر بات اور ہر حدیث سے اعتماد اٹھ جاتا ہے کہ شاید یہ بات بھی آپ ﷺ نے بحرانی حالت میں فرمائی ہو اور وہ بات بھی بحرانی کیفیت میں فرمائی ہو لہٰذا کیپٹن صاحب کا نظریہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ہر بات سے اعتماد کو ختم کرنے والا ہے لہٰذا مردود ہے کتاب وسنت اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ حالات کے زیر اثر کبھی بھی ایسی ویسی باتیں نہیں فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے کبھی غلط بات نہیں نکلی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسی باتوں سے اپنے رسول ﷺ کی حفاظت فرماتے ہیں۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے: **عن عبد اللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شئ اسمعه من رسول اللہ ﷺ ارید حفظه فنهتنی قریش وقالو اتکتب کل شئ تسمعه ورسول اللہ ﷺ بشر یتکلم فی الغضب والرضا وامسکت عن الکتاب فذکرت ذالک الی رسول اللہ ﷺ فاومابا صبعه الی فیه فقال اکتب فواللہ نفسی بیده مایخرج منه الاحق.** (ابوداؤد ج۴ ص۱۵۸)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ بھی حضور اکرم ﷺ سے سنتا اسے لکھ لیا کرتا میرا مقصد ان کو یاد کرنا تھا تو قریش نے مجھے روک دیا اور انہوں نے کہا تو جو کچھ آپ ﷺ سے سنتا ہے اسے لکھ لیتا ہے حالانکہ آپ ﷺ انسان ہیں رضا اور

ناراضگی کی حالت میں بھی باتیں فرماتے ہیں (شاید بعض باتیں ایسی ہوں جو لکھنے کے قابل نہ ہوں) تو میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اسی چیز کا آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے اس سے بجز حق کے کوئی بات نہیں نکلتی۔''

قارئین کرام! حضور اکرم ﷺ کتنے واضح لفظوں میں قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ میرے منہ سے سوائے کلمہ حق کے کوئی اور بات نہیں نکلتی لیکن کیپٹن زندیق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام حالت بحرانی میں چلے جاتے تھے اور بہکی بہکی باتیں کرتے تھے **معاذ اللہ ثم معاذ اللہ**، اللہ کا نبی ﷺ ایسی باتوں سے پاک اور منزہ ہے اور ان کے متعلق اس قسم کا تصور رکھنا سنگین ترین گستاخی ہے۔ **اعاذنا اللہ منہ**

کاغذ نہ دینے کی علت کیا تھی بحرانی حالت یا آپ ﷺ کو آرام پہنچانا

گزشتہ اوراق میں یہ بات کیپٹن مسعود کے حوالہ سے گزر چکی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور چند دیگر حضرات کا کاغذ نہ دینے کا مشورہ ایک علت کی وجہ سے تھا لیکن سوال ہوتا ہے کہ وہ علت کیا تھی کیپٹن تو کہتا ہے کہ آپ پر بحرانی کیفیت طاری تھی نعوذ باللہ آپ ﷺ آپے میں نہ تھے ایسی باتیں کر رہے تھے تو اگر آپ پورے ہوش و حواس میں ہوتے تو نہ کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات نے کاغذ نہ دینے کا مشورہ دیا ان حضرات کے سامنے آپ ﷺ کا آرام و سکون تھا تا کہ آپ کو تکلیف مزید نہ دی جائے۔

کیپٹن نے سیاق الموت کا ترجمہ سکرات الموت کیوں کیا؟

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا وصیت اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ قریب المرگ تھے یا یوں کہیئے کہ موت حیات کی کشمکش

میں تھے لیکن کیپٹن صاحب نے سیاق الموت کا ترجمہ سکرات الموت کیوں کیا؟ حالانکہ سیاق الموت بھی عربی کا لفظ ہے اور سکرات الموت بھی عربی کا لفظ ہے۔ ان کو چاہیے تھا کہ اس کا معنی اردو زبان میں کرتے کیونکہ وہ اردو میں ترجمہ کر رہے تھے۔ لیکن اردو کی بجائے عربی کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ وجہ یہ ہے کہ وہ ظالم اردو خواندہ حضرات کو دھوکے دینا چاہتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب وصیت فرمائی اس وقت ان کو سکرات لگی ہوئی تھی وہ سکرات کی موت مر رہے تھے۔ اور سکرات کی وجہ سے وہ آپے سے باہر تھے۔ ان کے ہوش وحواس ٹھکانے نہ تھے اسی لئے انہوں نے جو وصیت کی وہ قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہے اور ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ ہمارے عرف میں سکرات کی موت کو خطرناک اور زبردست تکلیف دہ سمجھا جاتا ہے حتی کہ دعا مانگی جاتی ہے کہ اے اللہ ہمیں سکرات کی موت سے بچانا جبکہ عربی زبان میں سکرات مطلق موت کی تکلیف کو کہا جاتا ہے نہ کہ کسی مخصوص قسم کی موت کو تو اس زندیق نے سیاق الموت کا معنی سکرات الموت کر کے اردو خواندہ لوگوں کو تاثر دیا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو کوئی خاص قسم کی موت آئی جو خطرناک تھی جس کی وجہ سے وہ آپے میں نہ رہے۔ اور ایسی ویسی باتیں کیں جن کا کوئی اعتماد نہیں ہے اسی دھوکہ کی خاطر عربی کا ترجمہ عربی میں کیا اردو میں نہ کیا اور ساتھ ساتھ ایک جلیل القدر صحابی اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی بھی کر دی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موت کی تکلیف کی وجہ سے آپے سے باہر نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے منہ سے کوئی ایسی ویسی بات نکلی تھی جو قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہو یا کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہو کہ بحالت درستی ہوش وحواس سرزد نہ ہوتی یہ سارا تصور کیپٹن مسعود کا خودساختہ وخود پرداختہ ہے اولٓئک مبرؤن مما یقولون .

ایک اور گستاخی: آپ ﷺ کی صحیح حدیث آپ کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل وصورت نہیں بنا سکتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ شیطان لعین کسی صورت میں آپ ﷺ کے نام پر دھوکہ نہیں دے سکتا یعنی نہ تو آپ ﷺ کی صورت بنا سکتا ہے اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہے میں نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہوں لیکن کیپٹن صاحب کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ تو فرمایا کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا اور یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ خواب میں آ کر دھوکہ نہیں دے سکتا کہ میں تمہارا نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہوں یعنی ایسا وہ کر سکتا ہے چنانچہ کیپٹن لکھتا ہے:''دوسری بات اس حدیث میں یہ ہے کہ شیطان میری شکل وصورت اختیار نہیں کر سکتا یہ نہیں کہا گیا کہ مجھے زندگی میں نہ دیکھنے والوں کو وہ خواب کے ذریعہ دھوکہ میں نہیں ڈال سکتا اور کسی دوسری صورت کے ذریعہ نہیں کہلوا سکتا کہ میں تمہارا نبی محمد ﷺ ہوں تا کہ وہ شخص جس نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا ہے اس کے فریب میں آ جائے۔''

(یہ مزار یہ میلے ص ۱۲)

قارئین کرام! آپ مذکورہ عبارت میں غور فرمائیں کیپٹن صاحب اپنا عقیدہ بیان کر رہا ہے کہ شیطان بعد میں آنے والے لوگوں کے پاس کسی اور صورت میں آ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمہارا نبی محمد ﷺ ہوں تا کہ ان کو دھوکہ میں مبتلا کر دے **معاذ اللہ ثم معاذ اللہ** حالانکہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث کا صاف مطلب یہ ہے شیطان نہ تو آپ ﷺ کی صورت بنا سکتا ہے اور نہ آپ کی نام پر دھوکہ دے سکتا ہے اور کیپٹن صاحب کا یہ نظریہ درحقیقت آپ ﷺ کی کھلم کھلا گستاخی اور توہین ہے۔

کیپٹن عثمانی احادیث نبویہ پر اعتراض بازی کرتا ہے:

احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب کا اس پر ایمان نہیں ہے۔ اس حدیث پر اعتراض بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''ہر ایک جانتا ہے کہ کتنوں کو جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے، کسی کو درندہ ہڑپ کر جاتا ہے، اور کوئی مچھلیوں کے منہ کا نوالہ بن جاتا ہے، آخران مرنے والوں کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا؟ کیسے سوال و جواب ہوگا اور کس طرح ان پر عذاب وراحت کا دور قیامت تک گزرے گا''؟

(عذاب برزخ ص۴)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے:

''اگر کہا جائے کہ مردہ کا جسم ریزہ ریزہ ہو جائے یا آگ اسے جلا کر خاکستر کر دے تو جلا دیا جانے والا کافر تو عذاب سے بچ گیا اس کے دونوں کانوں کے درمیان گرز کیسے مارا جائے گا اور عذاب کا دور اس پر کیسے گزرے گا تو اللہ کی قدرت اور ﴿ان اللہ علی کل شئ قدیر﴾ کا سہارا لیا جاتا ہے۔'' (عذاب برزخ ص۱۰)

مزید لکھتا ہے:

''اب جس کافر کو جلا کر راکھ کر دیا جائے یا صرف اس کے جسم کے بعض ٹکڑوں ہی کو دفن کیا گیا ہو اس کو کیسے اٹھا کر بٹھایا جائے گا؟ وہ کیسے چاپ سنے گا؟ اور کیسے اس کے کانوں کے درمیان گرز کی چوٹ لگائی جائے گی؟ اور کیا ایک کافر جس کو جلا دیا گیا ہے قیامت تک اس عذاب سے بچا رہے گا۔'' (عذاب برزخ ص۱۰)

مزید لکھتا ہے: ''قرآن و حدیث کی اس کھلی شہادت کے بعد قیامت تک اس قبر دنیا کے مردہ پر عذاب وراحت کا دور کیسے گزرے گا کافر گرز کی مار کے بعد کیسے چیختا رہے گا؟ کان کہاں

ہوں گے؟ جو زیارت کرنے والے مومن کا سلام سنیں اور زبان کہاں ہوگی؟ کہ جواب دے گی آنکھیں کس طرح دیکھیں گی؟ اور گھر والوں کے اعمال کس کے اوپر پیش کیئے جائیں گے؟''

(عذاب برزخ ص ۱۶)

قارئین کرام! یہ ہے کیپٹن صاحب کی احادیث نبویہ پر اعتراض بازی اور یہ ہیں ان کے دلائل جن کی بنیاد پر وہ قرآن وحدیث کے نصوص کو رد کرتا ہے انکار کرتا ہے اور اعتراض کرتا ہے۔کون بتائے اس جاہل کو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان، پہاڑ اور دوزخ سے باتیں کی۔ان بے جان چیزوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو سنا اور جواب دیا حالانکہ زمین و آسمان اور پتھر و پہاڑ اور دوزخ وغیرہ کے نہ کان ہیں نہ زبان اسی طرح بروز قیامت انسان کے اعضا بولیں گے گواہی دیں گے حالانکہ نہ ان کے کان ہیں، نہ زبان یہ جاہل قرآن کا مدعی ہے لیکن قرآن کو نہ جانتا ہے نہ مانتا ہے۔قرآن مجید کی اس آیت کو کدھر کرے گا ﴿انطقنا الله الذی انطق کل شیء﴾ آپ خود انصاف فرمائیں کہ جو شخص احادیث پر اتنی اعتراض بازی کر رہا ہے وہ کہاں کا مسلم ہے؟ اور کیسا مومن؟ سوائے زبانی جمع خرچ کے کچھ بھی نہیں بخاری وغیرہ میں قبر کی وسعت کا ذکر ہے حتی کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ نیک آدمی کی قبر حد نگاہ تک فراخ کر دی جاتی ہے تو اس حدیث پر اعتراض بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''اس زمین کے حدود اربعہ میں اس تغیر کی گنجائش کہاں؟'' (عذاب برزخ ص ۱۸)

مسلم شریف کی ایک حدیث پر اعتراض بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''نبی ﷺ چند مشرکوں کی قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ کا خچر بھاگا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ قبریں کن لوگوں کی ہیں؟ بتایا گیا کہ مشرکوں کی۔اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے ان مشرکوں پر ان کی انہی دنیاوی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا

وہ چیخ و پکار کر رہے تھے۔اسی شور کی وجہ سے خچر بدکا تھا کتنے خچر گھوڑے اور گدھے آج بھی قبرستانوں میں چرتے پھرتے رہتے ہیں ایک نہیں بھاگتا۔'' (عذاب برزخ ص ۱۸)

دیکھئے کس دریدہ دہنی سے یہ ظالم آپ ﷺ کے فرمان کو جھٹلا رہا ہے اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ بعض اوقات آدمی کسی خیال میں ایسا محو ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کے قریب سے گزر جاتا ہے۔لیکن اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور پوچھنے پر لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔اسی طرح جانور بھی اپنے چرنے پھرنے میں ایسے مصروف ہوتے ہیں کہ عذاب قبر کی طرف ان کا دھیان نہیں ہوتا اور بعض اوقات دھیان ہو بھی جاتا ہے چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں جس گھوڑے کا پیشاب بند ہو جاتا تو لوگ اس کو ایک مخصوص قبر کے پاس لے جاتے تو گھوڑے کا پیشاب جاری ہو جاتا تھا اور گھوڑا ٹھیک ہو جاتا تھا تو لوگوں کی اس قبر والے کے ساتھ عقیدت ہوگئی اور اس کو بڑی شخصیت سمجھنے لگے کہ اس کی قبر کے پاس بیمار گھوڑے ٹھیک ہو جاتے ہیں تو امام ابن تیمیہ نے تحقیق فرمائی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک رافضی کی قبر ہے اور سبِّ صحابہ کرام کی وجہ سے اس قبر کو عذاب ہو رہا ہے اور بیمار گھوڑے کو جب اس قبر کے پاس لایا جاتا تو گھوڑا عذاب کی وجہ سے اتنا ڈرتا ہے کہ اس کا پیشاب نکل جاتا اور پیشاب کی بندش کی تکلیف دور ہو جاتی تھی اور لوگوں نے سمجھ رکھا تھا کہ کسی نیک آدمی کی قبر ہے اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ فسق و فجور اور شرک و کفر کا دور دورہ ہے جن کو قبروں میں اکثر عذاب ہوتا رہتا ہے تو ہر روز عذاب دیکھتے دیکھتے جانور سہہ چکے ہیں اس لئے بھاگتے نہیں

دیکھئے! جن لوگوں کے گھر گاڑی کی لائن کے قریب ہیں ان کے کان گاڑی چلنے کی آواز سہہ چکے ہیں چنانچہ ان کی نیند خراب نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی اور ان کا مہمان بن جائے تو اس کو پریشانی ہوتی ہے اور نیند بھی خراب ہو جاتی ہے۔نیز پیغمبر اسلام ﷺ کی سچی باتوں کو اس قسم کے وساوس کے ذریعہ رد کرنا پرلے درجے کی دین دشمنی اور ایمان سوزی ہے

ترمذی شریف کی ایک حدیث پر اعتراض بازی کرتے ہوئے کیپٹن لکھتا ہے:

''روایت کے آخر حصہ میں ہے کہ فجار اور کفار پر ستر اژدھے مسلط کر دیے جاتے ہیں جو اس کو ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہیں اور ایسے زہریلے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین میں پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر کچھ بھی نہ اگے گا اب دیکھئے کہ اس زمین میں کتنے فاجروں اور کافروں کی قبریں موجود ہیں اور ان کے اژدھے ہوں گے جو مردہ کو برابر ڈستے اور بھنبھوڑتے رہتے ہوں گے پھنکار مارنا تو معمولی بات ہے پھر بھی زمین پر سبزہ اگتا ہے اور درخت بھی۔ معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہو سکتا کہیں اور ہوگا'' (عذاب برزخ ص ۲۴)

دیکھئے کس بے حیائی اور بے شرمی سے آپ ﷺ کی حدیث پر اعتراض بازی کر کے اس کو کمزور بنایا جا رہا ہے اور عام لوگوں کو اس سے بیزار بلکہ متنفر بنا رہا ہے اللہ کے نبی ﷺ تو فرماتے ہیں کہ مردہ انسان پر جو اژدھے مسلط ہیں اور اس کو ڈستے ہیں۔ اگر بالفرض کوئی اژدھا زمین پر پھونک مار دے تو زمین سبزہ اُگانے کے قابل نہ رہے گی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زہریلے اژدھے صرف اور صرف مردے پر مسلط ہوتے ہیں اسی کو ڈستے ہیں وہ زمین پر پھونک نہیں مارتے اور نہ ان کو زمین پر پھنکارنے کا حکم ہے۔ ہاں! وہ اتنے زہریلے ہیں کہ اگر وہ زمین پر پھونک ماردیں تو زمین کھیتی اگانے کے قابل نہ رہے گی

چونکہ کیپٹن نے از خود یہ طے کر لیا ہے کہ وہ زمین پر پھونک مارتے ہیں اور سبزہ بھی اُگ رہا ہے تو اعتراض بازی شروع کر دی حالانکہ آپ ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ زمین پر پھونک مارتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کا مقصد تو یہ ہے کہ وہ سخت زہریلے ہیں اور ان کی زہر کا اثر صرف اور صرف مردے تک رہتا ہے۔ اگر ان کی زہر کا اثر زمین پر پڑ جائے تو وہ کھیتی کے قابل نہ رہے گی۔ لیکن ان کی زہر کا اثر مردے تک رہتا ہے زمین پر نہیں ہوتا۔

کیپٹن صاحب سے ایک سوال : کیپٹن صاحب کے اقتباس کے آخری ٹکڑے پر ذرا توجہ فرمائیے لکھتا ہے: ''معلوم ہوا کہ اس روایت کی رو سے تو اس زمین میں یہ معاملہ نہیں ہوسکتا کہیں اور ہوگا''

بندہ عاجز کیپٹن صاحب اور اس کے ماننے والوں سے سوال کرتا ہے ذرا مجھے بتا دیجئے کہ وہ برزخی زمین کہاں ہے جس میں پہلے غلہ سبزہ اگتا تھا لیکن جب سے کافروں، فاجروں پر مسلط ہونے والے اژدھوں نے اس زمین پر پھنکارنا شروع کیا اب وہ غلہ، سبزہ اُگانے کے قابل نہیں رہی یعنی پہلے وہ غلہ دیتی تھی اور اب نہیں دیتی مجھے اس کا ثبوت درکار رہے امید ہے کہ تلاش شروع کر دیں گے کیپٹن صاحب تو اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے یقیناً ایسی زمین میں پہنچ چکے ہیں لیکن بتا نہیں سکتے۔ البتہ اس کے ماننے والوں پر لازم پر ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ایسی زمین ثابت کر دیں کہ اس زمین کے علاوہ کوئی اور زمین ہے جو پہلے غلہ دیتی تھی اور اب غلہ نہیں دیتی .... دیدہ باید

کیپٹن صاحب پوری امت مسلمہ کو کافر کہتا ہے: گزشتہ صفحات میں یہ بات باحوالہ گزر چکی ہے کہ کیپٹن صاحب کے نزدیک اصل دین اسلام پہلی صدی تک محدود رہا۔ اس کے بعد عبداللہ بن سبا یہودی کا دین، دین اتحادی دنیا میں رائج ہوا۔ چنانچہ دوسری صدی سے لے کر آج تک جو دین موجود ہے وہ بندوں کا ایجاد کردہ ہے۔ قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ یکسر ممتاز دین بندگی کے بجائے دین فدائی۔

(دیکھئے ایمان، توحید خالص ص ۸۵)

(نوٹ: اس رسالہ پہلا نام توحید خالص دوسرا نام ایمان خالص ہے)

اس کے علاوہ بھی کیپٹن صاحب اپنے رسالوں میں بکثرت فتوی بازی کر کے

امت مسلمہ کو اور جمہور علماء اسلام کو کافر اور مشرک کہتا ہے مثلاً صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام اہل السنّت والجماعت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب آدمی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور عالم قبر میں جا پہنچتا ہے تو قبر میں اس کے مردہ جسم کی طرف روح کا اعادہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ نکیرین کے سوالات کو سنتا سمجھتا ہے اور جواب دیتا ہے پھر قبر کی کارروائی کیلئے روح کا جسد کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور وہ دکھ سکھ کو محسوس کرتا ہے۔ چونکہ یہ ساری کارروائی پس پردہ ہوتی ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی اسی لئے قبر کو برزخ بھی کہہ دیا جاتا ہے لیکن کیپٹن صاحب اعادہ روح، تعلق روح اور دنیاوی جسد کی جزاوسزا میں شرکت کو شرک وکفر کہتا ہے چنانچہ لکھتا ہے: ''جس طرح عذاب قبر کا انکاری بہرحال ایماندار نہیں ہے۔ اسی طرح جو یہ عقیدہ رکھے کہ اسی دنیاوی قبر کے مردہ میں روح واپس آ جاتی ہے اسی کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے سوال وجواب ہوتا ہے اور اب اسی پر قیامت تک دنیاوی قبر کے اندر عذاب یا راحت کا دور گرزتا رہے گا وہ بھی ایمان سے خالی ہے۔'' (عذاب برزخ ص ۲۵)

مزید لکھتا ہے: امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر ایک جم غفیر ہے جو مردہ جسم میں قیامت سے پہلے روح کے واپس آ جانے کا قائل اور اسی دنیاوی قبر میں قیامت تک مردہ پر عذاب یا راحت کے سارے حالات کے گزرنے کا اقراری ہے۔ یہ دونوں عقیدے جو قرآن اور حدیث کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں ایک نہیں۔ ان میں زمین وآسمان کی دوری اور ایمان وکفر کا فرق ہے۔ ایک کا ماننے والا بہرحال دوسرے کا کافر ہے۔''

(عذاب برزخ ص ۲۶)

دیکھئے! کیپٹن صاحب عذاب قبر بصورت اعادہ تعلق روح کے قائلین کو کافر بنا رہا ہے۔ اسی طرح جو مسلمان دنیا والے جسد کو قبر کی جزاوسزا میں شریک سمجھتے ہیں اور اسی زمین

والی قبر میں حساب وکتاب کے قائل ہیں ۔ان کو بھی کافر بناتا ہے حالانکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تمام صحابہ کرام اور خیر القرون اور پوری امت مسلمہ اس عقیدہ صحیحہ پر قائم ودائم چلی آرہی ہے۔لیکن یہ ملحدان عقائد کے عاملین پر شرک وکفر کی فتوی بازی کرتا ہے۔

اسی طرح پوری امت آپ ﷺ کی حیات قبر اور **سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف** کی قائل چلی آرہی ہے اور اسی پر اجماع امت ہے۔لیکن یہ زندیق ان کو بھی کافر اور مشرک بناتا ہے۔پوری امت مسلمہ فی الجملہ سماع موتی کی قائل چلی آرہی ہے۔ اگر چہ تفصیلات وجزئیات میں اختلاف ہے لیکن فی الجملہ سب مسلمان سماع موتی کے قائل چلے آرہے ہیں اور آپ ﷺ کے سماع میں تو کوئی اختلاف بھی نہیں ہے لیکن یہ ظالم قائلین سماع موتی پر فتوی بازی کر کے ان کو کافر اور مشرک بتاتا ہے۔

جمہور امت مسلمہ قرآنی تعویذات کو جائز قرار دیتی ہے۔اسی طرح جمہور علماء توسل بالانبیاء والصالحین کے قائل ہیں لیکن کیپٹن اس کو بھی شرک وکفر بتاتا ہے۔جمہور علماء امت کے نزدیک معلمین ، مدرسین اور آئمہ مساجد کی تنخواہ جائز ہے لیکن کیپٹن صاحب اس کو دین فروشی کہتے ہیں۔الغرض عہد اول سے لے کر آج تک کوئی ایسا مسلمان نہیں گزرا جس کو یہ زندیق کسی نہ کسی وجہ سے کافر مشرک اور دین فروش نہ کہتا ہو۔

کیپٹن صاحب سے ایک سوال: جب کیپٹن صاحب کے نزدیک کوئی مسلمان اس زمینی قبر میں عذاب بصورت اعادہ وتعلق روح کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہے کوئی دنیاوی جسد کے عذاب قبر میں شریک ہونے کی وجہ سے کافر ہے،کوئی حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہے،کوئی توسل کی وجہ سے کافر ہے،کوئی تعویذات قرآنیہ کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہے،کوئی سماع موتی کی وجہ سے کافر ہے۔

تو ہمیں بتایا جائے کہ کون شخص ہے جو اس کی تکفیری زبان سے محفوظ رہا ہے اور کون ہے جو اس کی فتوی بازی سے بچ گیا ہو۔ اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں کوئی ایک شخص ایسا نہیں ہے جو ان تمام عقائد کا یا بعض کا قائل نہ ہو۔ تو معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب پوری امت کو کافر بناتا ہے اور کسی ایک شخص کی بھی نشاندہی نہیں کرسکتا جس کو وہ بزعم خویش مسلمان سمجھتا ہو۔

کیپٹن صاحب اپنے اسلام اور قرآن کی سند بیان کرے:

جب کیپٹن صاحب کے نزدیک کوئی مسلمان دنیا میں نہیں عہد اول سے لے کر آج تک کے سب لوگ عقائد فاسدہ کی وجہ سے کافر و مشرک چلے آرہے ہیں تو کیپٹن صاحب کے پاس اسلام اور قرآن کن ذرائع سے پہنچا۔ اگر کیپٹن صاحب کے پاس قرآن وحدیث اور دین اسلام انہیں لوگوں کے ہاتھوں سے پہنچا جن کو وہ خود کافر کہتا ہے تو اس قرآن اور اسلام پر کیا اعتماد ہے۔ جو کفار کے ذریعہ ان تک پہنچا کیپٹن صاحب اپنے اسلام اور قرآن کی سند بیان کرے اور اپنی سند کو آپ ﷺ تک پہنچائے سند صحیح اور متصل ہو درمیان میں کوئی راوی جھوٹا نہ ہو کیونکہ کیپٹن صاحب چودھویں صدی کا آدمی ہے اس نے حضور ﷺ کا زمانہ نہیں پایا نہ ہی اس نے خیر القرون کا زمانہ پایا نہ ہی ائمہ اربعہ کا دور دیکھا نہ ہی صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کے مؤلفین کا زمانہ پایا، نہ ہی اسماء رجال، مثلاً علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے اس کی ملاقات ثابت ہے۔ اس نے تو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا زمانہ بھی نہیں پایا اس نے دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلدین کے بڑے علماء سے بھی ملاقات نہیں کی اور باتیں ان سب کی کرتا ہے، کبھی حضور اکرم ﷺ کی، کبھی خیر القرون کے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی، کبھی بخاری، مسلم وغیرہ محدثین کی، کبھی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی، کبھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی۔ اب یہ بتایئے ان لوگوں کی

باتیں آپ تک کیسے پہنچیں اور کن ذرائع سے پہنچیں آخر کسی نے اس کو بتایا ہوگا کہ یہ فلاں کی بات ہے، اور یہ فلاں کی بات ہے، لہٰذا ہمیں بتائے کہ کس نے اس کو کہا، کہ یہ فلاں فلاں کی باتیں ہیں۔ کیپٹن صاحب اپنے علم کی سند بیان کرے۔ان شاء اللہ بندہ عاجز آپ کو بتادے گا کہ کیپٹن صاحب کے پاس معلومات پہنچانے والا خود کافر اور مشرک ہے کیونکہ اس کے پاس معلومات پہنچانے والا یقیناً اعادہ روح اور تعلق روح حیات النبی سماع النبی ﷺ کا قائل ہوگا، یا سماع موتی، یا توسل بالصالحین کا قائل ہوگا یا تعویذات قرآنیہ کا قائل ہوگا، یا تنخواہ لیتا دیتا ہوگا۔ بہرحال ایسا ہوگا کہ کیپٹن صاحب کے نزدیک کافر ہوگا۔

شاید کیپٹن صاحب یہ کہے کہ میرے اسلام وقرآن کی کوئی سند نہیں ہے۔میں نے براہ راست کتابوں کو دیکھ کر علم حاصل کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ کتابیں کن ذرائع سے کیپٹن صاحب کی پاس پہنچیں ہیں۔کیپٹن صاحب کو کس نے بتایا ہے کہ یہ بخاری ہے، یا مسلم ہے، یہ ترمذی ہے، یہ فلاں کی لکھی ہوئی کتاب ہے، اور یہ فلاں کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ جو لوگ مصنفین کتب کے دور سے آج تک ہمیں یہ کہتے چلے آرہے ہیں وہ بھی تو کیپٹن صاحب کے نزدیک کافر ہیں۔شاید کیپٹن صاحب یہ کہے کہ خود ان کتابوں پر لکھا ہوا ہے کہ یہ فلاں کی کتاب ہے اور یہ فلاں کی ہے۔تو سوال یہ ہے کہ کیپٹن صاحب کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ لکھا ہوا واقعی صحیح اور درست ہے؟ کیونکہ کتابوں کو چھاپنے والے ان پر نام لکھنے والے بھی تو یہی لوگ ہیں جو کیپٹن صاحب کے نزدیک کافر ہیں یا پھر مجہول ہیں اور مجہول لوگوں کی روایت تو حجت نہیں لکھنے والوں نے تو تورات، انجیل اور زبور پر بھی لکھ دیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں تو کیا صرف لکھا ہوا دیکھ کر کیپٹن صاحب تصدیق کر دیں گے کہ موجودہ تورات، انجیل، زبور اللہ تعالیٰ کتابیں ہیں؟ لہٰذا کیپٹن صاحب اپنی علم کی سند بیان کرے کہ ان کو کن ذرائع سے قرآن واسلام پہنچا۔تاکہ معلوم ہو کہ اس تک قرآن واسلام پہنچانے

والے کا فر ومشرک تو نہیں مجہول راوی تو نہیں۔

یقین جانئیے ! اپنے علم اور کتابوں کی سند نہ تو کیپٹن بیان کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کا ماننے والا اگر یہ لوگ اپنے علم اور کتابوں کے متعلق نہیں بتا سکتے کہ وہ ان تک کن ذرائع سے پہنچی ہیں تو ظاہر ہے کہ مجہول ذرائع سے ان تک علم اور کتابیں پہنچیں جب راوی مجہول ہوں تو روایت نا قابل قبول ہوتی ہے۔لہٰذا کیپٹن صاحب اور ان کے ماننے والوں کے پاس جو کچھ عقائد ومسائل ہیں ان کے راوی مجہول ہیں اور ان کے سب نظریات مردود ہیں۔

اگر اپنی کتابوں اور علم کی سند بیان کریں تو بجا طور پر راوی تو معلوم ہو جائیں گے لیکن وہ کیپٹن صاحب کے نزدیک کافر ومشرک ہوں گے ۔کیونکہ وہ جو بھی ہوں گے اسی زمین والی قبر کی جزاوسزا کے قائل ہوں گے حیات النبی ﷺ اور سماع النبی ﷺ کے قائل ہونگے ، یا پھر توسل اور تعویذات کے قائل ہونگے ،تنخواہ لینے یا دینے والے ہونگے جن کو خود کیپٹن صاحب کافر ومشرک کہتا ہے ۔لہٰذا کافروں اور مشرکوں کے ذریعہ سے جو علم اور کتابیں کیپٹن صاحب کے پاس پہنچیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ایک قدم مزید آگے : یہ فیصلہ تو اس وقت ہوگا جب کیپٹن صاحب کو ماننے والے بتائیں گے کہ ان تک جو اسلام ،قرآن کتابیں پہنچیں ہیں ۔وہ معلوم ذرائع سے آئی ہیں یا مجہول سے ۔اگر معلوم ذرائع سے آئی ہیں تو وہ ذرائع مسلم ہیں ،یا غیر مسلم؟ لیکن بندہ عاجز کیپٹن صاحب اور ان کے ماننے والوں سے ایک اور سوال کرتا ہے کہ حدیث کی جتنی کتابیں موجود ہیں ان میں زمین والی قبر کی جزاوسزا ثابت کی گئی ہے۔

انہیں کتابوں میں قبر میں اعادہ روح تعلق اور دنیا والے جسد کی جزاوسزا حیات النبی ﷺ سماع النبی ﷺ کی حدیثیں موجود ہیں انہی حدیث کی کتابوں میں توسل کا مسئلہ

بھی لکھا ہوا ہے اور دینی کاموں پر معاوضہ لینے دینے کا ذکر بھی موجود ہے اور سماع موتی کی حدیثیں بھی موجود ہیں۔

جب کہ کیپٹن صاحب کے نزدیک یہ عقائد شرکیہ و کفریہ ہیں تو جن کتابوں میں کفریہ اور شرکیہ نظریات کو شامل بلکہ ثابت کیا گیا ہو ان کتابوں پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور ایسی کتابوں سے دلائل پیش کرنا کہاں کی دیانت اور کہاں کی امانت ہے اور پھر ان کتابوں کے مؤلفین بھی انہیں نظریات کے حامل تھے۔ کیونکہ ان حضرات نے انہیں نظریات کو حدیثوں سے ثابت کیا ہے۔ اور عذاب قبر، حیات النبی ﷺ اور سماع موتی کے عنوان اور ابواب قائم کیے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ جو لوگ انہیں عقائد و نظریات کے حامل ہیں وہ کیپٹن صاحب کے نزدیک کافر اور مشرک ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کی کتابوں سے حوالے دینا ثبوت پیش کرنا اور ان کی جمع کی ہوئی حدیثوں کو پیش کرنا جن کو کافر و مشرک بنایا ہے سوائے دھوکے کے کچھ بھی نہیں بلکہ کمال درجہ کی بد دیانتی ہے اور پرلے درجہ کی ناانصافی ہے

پھر ایک قدم مزید آگے: یہ تو آپ نے معلوم کر لیا کہ کیپٹن صاحب تک کتب حدیث پہنچانے والے یا مجہول ہیں، یا پھر کافر و مشرک ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ کتب حدیث کے مؤلفین سب کے سب اہل السنّت والجماعت کے امام اور مقتدا ہیں ان کے تمام عقائد و نظریات اہل السنّت والجماعت والے ہیں لہٰذا بخاری و مسلم سمیت تمام محدثین بھی کیپٹن صاحب کے فتوے کی زد میں ہیں۔ کیونکہ وہ اس زمین والی قبر میں دنیاوی جسد کی جزا و سزا کے قائل ہیں۔ نیز اعادہ روح اور تعلق روح اور حتی کہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں۔ اسی لئے تو کیپٹن صاحب اپنے فتوے کی زد سے ان کو بچانے کے لئے ان کی بیان کردہ حدیثوں کی تاویلیں کرتا ہے، کبھی حدیث قرع نعال کی تاویل کرتا ہے، کبھی

حدیث قلیب بدر کی تاویل کرتا ہے، کبھی حدیث کلام المیۃ علی الجنازہ کی تاویل کرتا ہے۔ اور کبھی مسلم کی حدیث عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی تاویل کرتا ہے۔ تاکہ یہ لوگ میرے فتوے کی زد سے بچ جائیں۔ کیپٹن صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر تو نے فتوی بازی کی ہے۔ اسی طرح تیرا فتوی بخاری و مسلم سمیت تمام محدثین پر چسپاں ہوتا ہے کیونکہ حیات قبر اور سماع موتی کی تمام حدیثیں انہیں محدثین کرام نے تو بیان کی ہیں۔ لہٰذا کیپٹن صاحب کے فتوی کی گولی سے کوئی بھی محدثین نہیں بچ سکے ہیں بلکہ وہ سب کے سب اس ظالم زندیق کے فتوے کی رو سے مشرک ہیں۔

لیکن میں تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیپٹن صاحب کے فتوی کی پرواز اس سے بھی بلند ہے۔ دیکھئے بخاری و مسلم وغیرہ نے جن راویان حدیث سے حدیث حاصل کی ہے ان کے نام، نسب، عدالت، ثقاہت اور مسلک و مشرب سب کتابوں میں محفوظ ہے۔ یقین جانیئے ان روایان حدیث کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے لیکن ان لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں میں سے کوئی ایک راوی ایسا نہیں ہے جو کیپٹن صاحب کا ہم عقیدہ ہو، ہم مذہب ہو اور ہم خیال ہو، کیونکہ یہ راویان حدیث کی اکثریت الحمدللہ اہل السنّت والجماعت کی ہے حتی کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی کتاب صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے کہ حدیث ان راویوں کی لکھی جائے جو اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں۔

یہ سارے راویان حدیث، حیات قبر، عذاب قبر، سماع موتی، حیات الانبیاء وغیرہ عقائد و نظریات کے قائل ہیں۔ جو عقائد اہل السنّت والجماعت کے ہیں وہی ان رواۃ حدیث کے ہیں جن پر کیپٹن صاحب شرک و کفر کا فتوی لگا چکے ہیں لہٰذا جن کو کافر و مشرک بنایا جاتا ہے ان کی روایت کردہ حدیثوں پر کیا اعتماد رہا؟ کیا کیپٹن کے نزدیک حدیث کا راوی اگر کافر و مشرک ہو تو وہ روایت قابل قبول ہو سکتی ہے؟ کیپٹن صاحب تو بعض حدیثوں کو اس

لئے بھی رد کر دیتا ہے کہ اس کا راوی زاذان ہے اور وہ شیعہ ہے کیوں جناب! شیعہ کی روایت کردہ حدیث تو صحیح نہیں لیکن کافروں کی روایت کردہ حدیث کیسے صحیح اور قابل قبول بن جاتی ہے۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے تو کیپٹن کو کسی کتاب اور کسی حدیث سے دلیل پکڑنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہ کتابیں ان محدثین کی لکھی ہوئی ہیں جو اسی قبر میں دنیاوی جسد کی جزا وسزا کے قائل ہیں اعادہ وتعلق روح کے قائل ہیں اور سماع موتی کے قائل ہیں تعجب ہے جو شخص علماء اسلام کو طعنہ دیتا ہے کہ تم شیعہ کی روایت کی ہوئی حدیثوں سے استدلال کرتے ہو وہ خود کافروں اور مشرکوں کی حدیثوں سے استدلال کرتا ہے۔

شرم ان کو مگر نہیں آتی

چند قدم اور آگے............

کیپٹن صاحب کا فتوی صرف راویان حدیث تک محدود نہیں ہے بلکہ اس ظالم کے ظالمانہ فتوے سے تو صحابہ کرام بھی محفوظ نہیں ہیں۔ کیونکہ قلیب بدر کی حدیث کے ابتدائی راوی تو صحابہ کرام ہیں۔ مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ وہ تو سب کے سب سماع موتی کے قائل ہیں اسی طرح حدیث قرع نعال کے روای حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سماع موتی کے قائل اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ انس میت کے قائل ہیں اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر تمام صحابہ کرام ﴿المیت یعذب فی قبرہ﴾ کو روایت کرنیوالے مردہ جسد کے عذاب اور علم کے قائل ہیں۔

ظاہر ہے کہ کیپٹن صاحب کے اس فتوے سے تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اعادہ روح کی حدیثیں عذاب قبر یعنی حیات قبر کی حدیثیں اس زمین والی قبر میں عذاب میت کی حدیثیں قرع نعال اور قلیب بدر کی حدیثیں دراصل

بیان تو آپ ﷺ نے فرمائی ہیں

اس ظالم کی فتوی بازی سے اللہ تعالیٰ کے معصوم پیغمبر کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں العیاذ باللہ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس زندیق کے زندیقانہ فتوے بازی سے کسی صدی کا کوئی مسلمان محفوظ نہیں ہے خواہ وہ محدث ہو، یا مفسر، مجتہد ہو، یا فقیہ، متکلم ہو یا اصولی مقلد ہو، یا غیر مقلد، حنفی ہو، یا حنبلی، شافعی، یا مالکی، چشتی، یا قادری، نقشبندی، یا سہروردی صوفی ہو، یا محقق صحابی ہو، تابعی و تبع تابعی، عربی ہو، یا عجمی الغرض نبی و رسول کیوں نہ ہوں یہ ظالم تو بہ نعوذ باللہ سب کو کافر و مشرک کہتا ہے اور پھر ایسے عقائد و نظریات کی وجہ سے فتوی بازی کرتا ہے کہ جو قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اور جملہ اہل اسلام کے مسلمہ مصدقہ ہیں جن پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع و اتفاق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کے عقائد و نظریات کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو خارج از اسلام کہنا ایک یہودی سازش ہے اور انگریزوں کی ایک چال ہے کہ اسلام اور قرآن کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو خراب کیا جائے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو مسخ کیا جائے اور دین کے نام پر بے دینی اور توحید کے نام پر الحاد و زندقہ کو عام کیا جائے اور دشمنان اسلام نے اپنے اس ناپاک عزائم کی تکمیل کیلئے کیپٹن مسعود الدین عثمانی اور اس کے ہم خیال لوگوں کو خوب استعمال کیا ہے لیکن

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تعجب ہے کہ پوری امت مسلمہ پر فتوی بازی کرنے والا اور قرآن وحدیث کو بے اعتماد بنانے والا اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکیدار، توحید کا علمبردار اور قرآن کا عامل کہتا ہے۔

کار شیطان میکند نامش ولی گر ولی انیست، لعنت بر ولی

اگر ایسے لوگ اسلام کے ٹھیکیدار ہیں اور توحید کے علمبردار ہیں تو اسلام قرآن اور توحید کا اللہ وارث ہے۔

گربہ میر وسگ وزیر وموش را دیوان کنند ایں چنیں ارکان دولت ملک ویران کنند

کیپٹن کافروں کے حوالہ جات

دے کر رواۃ حدیث پر جرح کرتا ہے

قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور احادیث متواترہ سے عذاب قبر یعنی حیات قبر ثابت ہے اور زمینی قبروں میں دنیا والے جسد کی جزا وسزا ثابت ہے اسی طرح حیات الانبیاء علیہم السلام سماع الانبیاء علیہم السلام وغیرہ عقائد کتاب وسنت سے ثابت شدہ حقائق ہیں جن کا کیپٹن صاحب منکر ہے چنانچہ ایسی آیات واحادیث کی کبھی تو ناروا تاویلیں کرتا ہے اور کبھی ان کے راویوں پر محدثین کی جرح نقل کر کے ان کو ضعیف اور موضوع بنانے کی سعی نا تمام کرتا ہے، مثلاً کیپٹن صاحب اپنے ایک رسالہ ''تعویذات اور شرک ص۶'' پر لکھتا ہے: ''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت حجت نہیں ہے''

اب اس جاہل سے کون پوچھے ارے ظالم! تو نے ہی تو اپنے رسائل میں جا بجا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کافر مشرک اور شیطان کے وار کی تاب نہ لانے والا کہا ہے اور جب ضرورت پڑتی ہے تو ایسے شخص کا حوالہ دے دیتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث حجت نہیں ہے۔ ارے بتا! تیرے نزدیک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی جرح حجت ہے؟ کیا تو اس کو مسلمان سمجھتا ہے؟ تو جب اس کو کافر کہتا ہے تو تجھے اس کی بات اپنی تائید میں لانے کا کیا حق؟ کیا تو کافروں کی جرح کو معتبر جانتا ہے۔ شاید تو مجبور ہو جاتا ہے اور بوقت مجبوری خنزیر وغیرہ حرام کھانے کی تجھے گنجائش مل جاتی ہے۔

دوسری مثال: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ یہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اہل السنّت

والجماعت کے بہت بڑے عالم، محدث اور بخاری شریف کے شارح ہیں اور اسماء الرجال کی اکثر کتابیں انہی کی تالیف شدہ ہیں جن کے اکثر حوالے کیپٹن صاحب اپنے مسائل میں دیتا ہے۔ ان کے تمام عقائد ونظریات اہل السنّت والجماعت والے ہیں ۔علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قائل ہیں کہ انہوں نے اپنی ایک کتاب المطالب العالیہ میں ایک باب اس نام سے قائم کیا ہے ﴿باب حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ﴾ اور اس کے تحت حیات الانبیا کی حدیثیں جمع فرمائی ہیں اور انہیں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتح الباری فی شرح البخاری میں ﴿حدیث من صلی علی عندقبری سمعتہ﴾ کو حدیث جید یعنی کھری حدیث فرمایا ہے اور یہی ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ قبر میں اعادہ روح اور تعلق روح کے قائل ہیں اور وہ اس زمینی قبر میں عذاب وراحت میت کے قائل ہیں ۔ان کی فتح الباری اور دیگر کتابوں کا مطالعہ فرمایئے جبکہ کیپٹن صاحب ایسے نظریات کے قائلین کو مشرک اور کافر کہتا ہے اب ایک شخص کو نظریاتی وجہ سے کافر مشرک بنانا پھر اس کی کتابوں کے حوالہ جات نقل کرنا کہاں کی توحید اور کہاں کی ایمانداری ہے؟ یہ تو سراسر دھوکہ اور خیانت ہے۔لیکن کیپٹن صاحب مجبوری کے تحت ایسے کر گزرتے ہیں ایک شخص پر فتوے بھی لگاتا رہتا ہے اور اس کی کتابوں اور باتوں سے استدلال بھی کرتے رہتے ہیں۔

قارئین کرام! بندہ عاجز نے صرف یہ دو شخصیات بطور نمونہ کے پیش کی ہیں۔ ورنہ اسماء الرجال کی جتنی کتابیں ہیں ان سب کے مؤلفین اہل السنّت والجماعت کے علماء ہیں ان کے عقائد ونظریات وہی ہیں جو علماء اہل السنّت والجماعت کے ہیں۔اسمائے رجال کے ماہرین اسی زمینی قبر میں دنیاوی جسد کے عذاب وثواب کے قائل ہیں۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کے قائل ہیں ۔اسماء الرجال کا کوئی ایک عالم ایسا نہیں جو کیپٹن صاحب کا ہم عقیدہ اور ہم خیال ہو لیکن کیپٹن صاحب کی دیانتداری ملاحظہ فرمایئے۔ کہ ان کو

کا فر بھی بنا تا ہے اوران کی کتابوں سے حوالہ جات نقل کر کے لوگوں کو دھوکہ بھی دیتا ہے۔ فلاں عالم نے فلاں راوی کے بارے میں یہودی کہا ہے، اور فلاں کے بارے میں یہ کہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ارے بتا! جب وہ تیرے قرآن وحدیث کے خلاف عقائد رکھنے والے ہیں اور کافر ہیں تو ان کی جرح کا کیا اعتبار اور ان کی بات پر کیسا اعتماد؟ لیکن کیپٹن صاحب سادہ لوح اردو خواندہ لوگوں کو پاگل بناتے جارہے ہیں۔

کیپٹن مسعود الدین عثمانی جھوٹ بولتا ہے:

جھوٹ نمبر (۱): حدیث قلیب بدر کی حیثیت کو کم کرتے ہوئے کیپٹن صاحب لکھتا ہے: ''اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کو معجزہ سمجھتے ہیں.'' (عذاب برزخ ص ۱۶)

یہ کیپٹن کا سفید جھوٹ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ یہ معجزہ ہے۔

جھوٹ نمبر (۲): کیپٹن صاحب حدیث **کلام المیت علی الجنازۃ** کے وزن کو گراتے ہوئے لکھتا ہے: ''بخاری نے باب باندھ کر بتلا دیا کہ وہ اس کو مردہ مانتے ہیں بولنے والا زندہ نہیں.'' (عذاب برزخ ص ۱۷)

کیپٹن نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھ کر بتا دیا ہے کہ میت چارپائی پر بولتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا باب یہ ہے ﴿**المیت یسمع خفق النعال**﴾

جھوٹ نمبر (۳): کیپٹن صاحب نے قرآن مجید کی ایک آیت کے ترجمہ میں جھوٹ بولا ہے آیت یہ ہے ﴿**اموات غیر احیاء**﴾ کیپٹن اس پوری آیت کا ترجمہ یوں کرتا ہے ''اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی) کیلئے پکارتے ہیں وہ کسی

چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے۔انہیں اپنے متعلق کبھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے'' (سورۃ النمل آیت ۲۰،۲۱،عذاب برزخ ص۲)

کیپٹن صاحب نے ترجمہ میں جو یہ لکھا کہ موت کے بعد وہ بالکل مردہ ہیں۔ یقین جانیے ! قرآن مجید کی اس پوری آیت میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا معنی ہو کہ موت کے بعد یہ کیپٹن کا جھوٹ ہے اور اپنی طرف سے ترجمہ میں ملاوٹ ہے اور آیت مذکورہ بالا میں جو ماسوی اللہ کو ﴿اموات غیر احیاء﴾ کہا گیا ہے اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ موت کے بعد وہ مردہ ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی بھی مخلوق ہے وہ بایں معنی اموات ہیں کہ وہ ساری مخلوق موت کا محل وقوع ہے۔اگر زندہ ہیں تو بھی موت کا محل وقوع ہونے کی وجہ سے اموات ہیں جیسا کہ حضور ﷺ کی حیات دنیوی میں آپ ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ﴿انک میت﴾ حالانکہ آیت کے نزول کے وقت آپ ﷺ و میت کہا گیا جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ موت کا محل وقوع ہیں۔یعنی آپ ﷺ پر موت نے آنا ہے اور جس مخلوق پر موت آچکی ہے۔وہ اموات اس معنی میں ہیں کہ وہ موت کا محل وقوع بن چکے لہٰذا کیپٹن نے آیت کے ترجمہ میں اپنی طرف سے ملاوٹ کر کے جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر (۴):اسی کیپٹن صاحب نے غیر احیاء کا جو ترجمہ کیا ہے وہ غلط اور جھوٹ ہے کیپٹن نے اس کا ترجمہ کیا ہے ان میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے حالانکہ غیر احیاء کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ﴿الحی لا یموت﴾ نہیں ہے۔یعنی مخلوق نے آخر مرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والی نہیں

ہے۔ یعنی مخلوقات نے مرنا ہے ہمیشہ زندہ نہیں رہنا لہٰذا کیپٹن صاحب کا ترجمہ میں یہ کہنا کہ ان میں جان کی رمق باقی نہیں۔ جھوٹ ہے کیونکہ جو مخلوقات مر چکی ہیں ان کو تو خود کیپٹن صاحب بھی زندہ جاندار سمجھتا ہے جس کو وہ حیات برزخی کہتا ہے اگر مردہ مخلوقات میں جان کی رمق باقی نہیں تو حیات برزخی کا کیا مطلب؟

جھوٹ نمبر (۵): کیپٹن صاحب کے ایک رسالہ کا نام ہے ''نبی ﷺ اور شہداء اللہ کے پاس جنت میں زند ہیں قبروں میں نہیں۔'' یہ بھی کیپٹن صاحب کا جھوٹ ہے کیونکہ قبروں میں زندہ ہونے کی نفی نہ تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور نہ ہی آپ ﷺ نے فرمائی ہے تو جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں فرمائی وہ لازماً جھوٹ ہی ہے۔ اگر کیپٹن صاحب قرآن مجید کی آیت ﴿بل احیاء عند ربھم﴾ سے یہی مطلب سمجھے ہیں تو غلط سمجھے ہیں۔ اس آیت سے حیات قبر کی نفی ہرگز نہیں ہوتی۔ کون احمق ہے جو ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ سے یہ سمجھے کہ اسلام اللہ کے پاس ہے اور یہاں ہمارے پاس نہیں ہے۔ کیا برزخ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور قبریں اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے بلکہ دور ہیں؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں قبریں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں برزخ کو اللہ تعالیٰ کے قریب سمجھنا اور قبروں کو اللہ تعالیٰ سے دور سمجھنا حماقت ہے۔ لہٰذا ﴿احیاء عند ربھم﴾ سے حیات قبر کی نفی کرنا نری جہالت اور خالص حماقت ہے اور اگر کیپٹن صاحب کے سامنے حدیث طیور خضر ہے اور اسی حدیث سے اس نے یہی سمجھا ہے کہ شہداء کرام جنت میں ہیں۔ لہٰذا قبر میں زندہ نہیں ہیں تو بھی غلط سمجھا ہے۔ کیونکہ جنت میں ہونے سے حیات قبر کی نفی نہیں ہوتی اولاً تو اس لئے کہ آپ ﷺ نے ﴿القبر روض من ریاض الجنة﴾ فرما کر قبر کو جنت کا باغ قرار دیا ہے۔ ثانیاً قبر میں موجود ہوتے ہوئے بھی جنت کی سیر و سیاحت ممکن ہے جیسے

سویا ہوا شخص عالم خواب میں جب جاتا ہے وہ چارپائی پر موجود ہوتے ہوئے وہ مختلف مقامات کی سیر وسیاحت کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء کرام اور شہدء کرام اپنی اپنی قبروں میں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جنت کی سیر وسیاحت کرتے ہیں لہٰذا جنت کی سیر وسیاحت سے قبر کی زندگی کی نفی نہیں ہوتی ۔کیپٹن نے قبر کی حیات کی جو نفی کی ہے وہ سراسر جھوٹ اور خیانت ہے بلکہ اس کے سوئے فہم کا نتیجہ ہے۔

جھوٹ نمبر (٦): کیپٹن لکھتا ہے: ''روحوں کو جسم (برزخی) ملتا ہے'' (عذاب برزخ ص٦)

کیپٹن صاحب جھوٹ بولتا ہے۔قرآن وحدیث میں روحوں کے لئے جسم برزخی کا کہیں ثبوت نہیں ہے بندہ عاجز کیپٹن صاحب کی تمام روحانی ذریت کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے جسم برزخی کا لفظ دکھادیں اور منہ مانگا انعام حاصل کریں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یقین جانیے ! برزخی جسم کیپٹن صاحب کی اپنی گھڑی ہوئی اصطلاح ہے اس سے پہلے یہ لفظ کسی نے استعمال نہیں کیا۔ ظالم کو دیکھئے چودہ سو سال بعد اپنے خود ساختہ لفظ کو کس صفائی سے قرآن وحدیث کا نام دے رہا ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ اس کا سارا دین اس کا اپنا ساختہ وپرداختہ ہے جس کو یہ ظالم قرآن واسلام کا نام دے رہا ہے۔اسی کو علماء اسلام الحاد اور زندقہ کہتے ہیں اسی لئے کیپٹن صاحب کو ملحد اور زندیق کہا جاتا ہے۔

جھوٹ نمبر (٧): کیپٹن صاحب لکھتا ہے: ''حدیث کے الفاظ ہیں ﴿من رانی﴾ یعنی جس نے مجھے دیکھا صاف بتلا رہے ہیں کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے زندگی میں نبی ﷺ کو ان کی اصل شکل میں دیکھا تھا۔'' (یہ مزار یہ میلے ص١٢)

کیپٹن صاحب نے آپ ﷺ کی خواب میں زیارت باسعادت کو صرف ان

لوگوں کے لئے مخصوص کردیا ہے جنہوں نے دنیا میں آپ ﷺ کو دیکھا تھا یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حالانکہ یہ جھوٹ ہے آپ ﷺ کی حدیث عام ہے اور الفاظ حدیث بھی عام ہیں اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس سے یہ تخصیص معلوم ہوتی ہو لیکن کیپٹن صاحب نے جھوٹ بول کر حدیث کی تخصیص کردی ہے۔

جھوٹ نمبر (۸): کیپٹن لکھتا ہے: ''قرآن وحدیث کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اس جسد عنصری سے روح نکلنے کے بعد صرف قیامت کے دن ہی واپس لوٹائی جائے گی'' (یہ مزار یہ میلے ص۲۰)

کیپٹن صاحب نے یہ بات کئی بار اپنے رسائل میں لکھی ہے حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسی کوئی بات قرآن وحدیث میں نہیں فرمائی دراصل جو بات قرآن وحدیث میں بطور قانون کے بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص پر ایک دفعہ موت واقع ہو جائے تو ایسا بندہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا نظارہ دکھادیں تو وہ علیحدہ بات ہے۔ ورنہ مردہ دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا لہٰذا مردہ جسم کی طرف روح کا ایسا اعادہ کہ مردہ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آجائے۔ یعنی پہلی حالت پر واپس آجائے ممنوع ہے۔ کیونکہ دنیا والی پہلی حالت پر واپس آنا تو قیامت کے دن ہوگا۔ جن کو ﴿والبعث بعد الموت﴾ سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن قبر میں جو روح کا اعادہ ہوتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا کہ مردہ پہلی حالت پر واپس آجائے بلکہ وہ اعادہ اس اعادہ سے مختلف ہے۔ اس کو دنیا والے محسوس نہیں کرسکتے۔ اس اعادہ سے جو حیات مردہ جسد میں پیدا ہوتی ہے وہ ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ولٰکن لا تشعرون﴾ اعادہ روح کے باوجود اہل دنیا کی نظر میں وہ مردہ رہتا ہے وہ اعادہ جزاء وسزا اور حساب کتاب کے لئے ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا جس اعادہ روح کی نفی کی گئی ہے اور قسم کا اعادہ ہے اور جو اعادہ صحیح

حدیثوں سے ثابت ہے وہ اور قسم کا ہے لیکن کیپٹن صاحب نے اپنی کج فہمی سے دونوں کو ایک بنا دیا ہے اور کہے جا رہا ہے کہ جو روح ایک دفعہ بدن سے نکل گئی وہ قیامت سے پہلے بدن میں واپس نہیں آ سکتی۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ مردہ دوبارہ ایسا زندہ نہیں ہو سکتا کہ پہلی حالت میں واپس آ جائے اور سب دیکھنے والے اس کو زندہ محسوس کرنے لگیں باقی قبر میں موجود رہتے ہوئے خاص قسم کا اعادہ روح تو یہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ حقیقت ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب کا ہر قسم کے اعادہ کا انکار کرنا سفید جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر (۹): کیپٹن لکھتا ہے: ''حیات النبی (ﷺ) کا عقیدہ شرک کی جڑ ہے۔''

(یہ مزار یہ میلے ص۲۲)

کیپٹن صاحب جھوٹ بولتے ہیں حیات النبی ﷺ کا عقیدہ قطعا شرک کی جڑ نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر اجماع امت ہے حتی کہ حیات النبی ﷺ کا تو خود کیپٹن صاحب بھی اقرار کرتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ علماء اسلام فرماتے ہیں آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی قبر جنت کا باغ ہے اور یہی قبر آپ ﷺ کے لئے برزخ ہے اور کیپٹن اپنے زعم کے مطابق آپ ﷺ کو برزخ میں زندہ سمجھتا ہے اور برزخ قبر کے علاوہ کسی اور مقام کو سمجھتا ہے۔ اگر آپ ﷺ کو قبر میں بہ تعلق روح زندہ ماننا شرک ہے تو برزخ میں بہ دخول روح زندہ ماننا شرک نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ کو قبر میں زندہ ماننا شرک ہے تو برزخ میں زندہ ماننا اس سے بڑا شرک ہے۔ کیونکہ قبر والے تو تعلق روح کے قائل ہیں اور برزخ والا تو دخول روح کا قائل ہے لہذا برزخ والا قبر والوں سے بڑا مشرک ہے اور یقیناً مشرک ہے لہذا حیات النبی ﷺ کو شرک کی جڑ کہنا سفید جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر (۱۰): کیپٹن لکھتا ہے: ''تقریباً سات سو سال تک قبر نبوی ﷺ پر کوئی عمارت نہیں تھی۔'' (یہ مزار یہ میلے ص ٦)

حالانکہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آپ ﷺ کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں دفن کیا گیا تو آپ ﷺ کی قبر مبارک پر عمارت تو پہلے دن سے ہے اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بالاتفاق آپ ﷺ کو عمارت میں دفن کیا اس پر کسی نے اعتراض اور نکیر نہیں کی۔ لیکن یہ احمق کہتا ہے کہ سات سو سال تک آپ ﷺ کی قبر پر عمارت نہیں تھی حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے اور آج تک آپ کی اس عمارت پر کسی نے اعتراض نہیں کیا کیپٹن صاحب پہلا آدمی ہے جو مسلمانوں کے چودہ سو سالہ اجماع کے خلاف بدزبانی کر رہا ہے اور پوری امت مسلمہ پر بدگمانی کر رہا ہے۔ اور یہ تو ان کا خالص جھوٹ ہے کہ سات سو سال تک آپ کی قبر مبارک پر کوئی عمارت نہ تھی کیونکہ باجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کو عمارت ہی میں دفن کیا گیا صحابہ، تابعین، تبع تابعین یعنی خیر القرون کے مسلمانوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا کہ آپ کو عمارت میں کیوں دفن کیا گیا مسلمانوں کو اعتراض نہیں لیکن کیپٹن صاحب کو اعتراض ہے کہ قبر نبوی پر عمارت کیوں ہے۔

جھوٹ نمبر (۱۱): کیپٹن ترمذی شریف کی ایک حدیث کے راوی عطیہ بن سعید بن جنادہ پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے جرح نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے کہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عطیہ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ ضعیف ہے (اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ عطیہ الکلبی کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے تفسیر کی باتیں پوچھا کرتا تھا اور الکلبی کی کنیت اس نے اپنی طرف سے ابو سعید مقرر کر لی تھی اور اس سے سنی ہوئی بات کے متعلق کہتا تھا کہ مجھے ابو سعید نے حدیث بیان کی۔'' (عذاب برزخ ص ٢٤)

کیپٹن صاحب نے یہ بات ''تہذیب التہذیب'' کے حوالہ سے لکھی ہے۔ چنانچہ بندہ نے اس کتاب کو کھولا وہاں عطیہ بن سعید بن جنادہ کے حالات پڑھے وہاں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ احمد رحمۃ اللہ علیہ اتنا لکھا تھا کہ وہ (عطیہ بن سعید) ضعیف ہے۔ اس کے آگے بریکٹ میں جتنی بات درج ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے وہاں بالکل نہیں ہے بریکٹ میں دی ہوئی ساری بات کیپٹن کی ملاوٹ ہے اور جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر (۱۲): کیپٹن جو بار بار کہتا ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کو برزخی مقام دیا جاتا ہے اور وہ برزخی مقام قبر کے علاوہ کوئی اور مقام ہے۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ برزخ کسی مقام کا نام نہیں ہے برزخ زمانے اور وقت کا نام ہے جو موت سے لے کر قیامت تک رہتا ہے اگر کسی نے برزخی مقام کہا ہے تو وہ یہی قبر ہے اس کے علاوہ کوئی برزخی مقام نہیں ہے لہذا کیپٹن نے قبر کے علاوہ کسی اور مقام کو برزخی مقام کا نام دے رکھا ہے تو یہ جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر (۱۳): کیپٹن لکھتا ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد مدینہ منورہ والی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ (الوسیلہ) کے اس مقام پر زندہ ہیں جو جنت الفردوس سے اوپر اور عرش الٰہی سے نیچے سب سے بلند و بالا مقام ہے۔''

(عذاب برزخ ص ۸)

کیپٹن صاحب نے جھوٹ بولا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ والی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک جنت کا اعلیٰ ترین باغ ہے۔ بلکہ رشک جنت ہے اسی قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفیق اعلیٰ حاصل ہے اور اسی قبر میں ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور جنت کے اعلیٰ مقام الوسیلہ کی سیر کرتے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دنیا میں معراج اور خواب میں سیر کی تھی باقی مستقل طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کا داخلہ اور الوسیلہ کا

مقام اس وقت ملے گا جب آپ کی روح اقدس دنیا والے جسد میں مستقل طور پر واپس آئے گی اور آپ ﷺ پہلی حالت پر واپس آئینگے اب تک تو امت آپ ﷺ کے لئے اٰت محمد ن الوسیلہ کہہ کر دعا مانگتی چلی جارہی ہے اور آپ ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وسیلہ کا مقام اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمائیں گے اور اگر یہ مقام مستقل طور آپ کو مل گیا ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خیر القرون کے مسلمان یہ دعا مانگنا چھوڑ دیتے حالانکہ تو ارث وتواتر کے ساتھ آپ ﷺ کے لئے یہ دعا مانگی جا رہی ہے کہ اللہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مقام وسیلہ عطا فرما اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ (مشکوۃ ص ۵۱۱ بحوالہ مسلم)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اور تمام مومنین کو جنت کا مستقل اور دائمی داخلہ قیامت کے فیصلے کے بعد ہوگا۔ ہاں! آپ ﷺ کا روضہ اطہر عام جنت سے برتر ہے جس میں آپ ﷺ آرام اور تشریف فرما ہیں اور اسی قبر کو برزخی جنت سے تعبیر بھی کیا جا سکتا ہے برزخی جنت اس کے علاوہ کوئی مقام نہیں ہے جیسا کہ کیپٹن نے سمجھ رکھا ہے۔

جھوٹ نمبر (۱۴): کیپٹن لکھتا ہے: ''بخاری اس کے رد میں یہ کہتے ہیں کہ لوگ مردہ کو دنیاوی قبر میں ہر وقت ہوشیار اور جاگتا ہوا مانتے ہیں۔ حالانکہ وہ برزخ میں بھی اکثر اوقات سو رہا ہوتا ہے۔'' (ایمان خالص دوسری قسط ص ۲۸)

کیپٹن نے سفید جھوٹ بولا بخاری میں کہیں نہیں لکھا کہ مردہ اکثر اوقات سو رہا ہوتا ہے۔ حدیث بخاری کے الفاظ ہیں ﴿نم صالحا﴾ یعنی مزے سے سو جا، اس میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جس کا معنی اکثر اوقات ہوتا ہو یہ کیپٹن صاحب کی حدیث میں ملاوٹ اور جھوٹ ہے۔ باقی حدیث بخاری کا مذکورہ بالا ٹکڑا علماء اسلام کے عقیدہ کی تائید کرتا ہے قبر کی

زندگی عالم خواب کی زندگی کی مانند ہے۔ جیسے خواب دیکھنے والا اپنی چارپائی پر سوتے ہوئے مختلف اور عجیب وغریب مقامات کی سیر وسیاحت کرتا ہے اسی طرح قبر میں سویا ہوا مردہ بھی مختلف مقامات حتی کہ دوزخ یا بہشت کی سیر وسیاحت کرتا ہے۔

جھوٹ نمبر (۱۵): کیپٹن لکھتا ہے: ''ایک طرف قرآن وحدیث، اجماع صحابہ، امام ابو حنیفہ اور امام بخاری ہیں جن کا فیصلہ یہ ہے کہ روح بدن سے نکلنے کے بعد مردہ جسم میں قیامت سے پہلے واپس نہیں آسکتی اور نہ دنیاوی جسم سے اس کا کسی قسم کا تعلق ہی باقی رہتا ہے'' (عذاب برزخ)

یہ بات خالص جھوٹ ہے قرآن وحدیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بات گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ باقی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تو وہ اپنی کتاب فقہ اکبر میں تصریح فرما چکے ہیں کہ ﴿اعادہ الروح الی العبد فی القبر حق﴾ یعنی قبر میں مردے کی طرف روح کا اعادہ حق ہے اور فقہ حنفیہ میں لکھا ہے ﴿ومن یعذب فی القبر فیوضع فیه نوع من الحیات﴾ یعنی جس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک خاص قسم کی حیات رکھی جاتی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی قبر میں عذاب کے قائل ہیں۔ خود بخاری میں عذاب قبر کا باب ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے بھی قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں ﴿باب ان المیت یسمع خفق النعال﴾ یعنی مردہ جوتیوں کی چاپ سنتا ہے۔''

قارئین کرام! بطور نمونہ کے چند جھوٹ آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے ورنہ کیپٹن صاحب کے جھوٹوں کی فہرست طویل ہے۔

کیپٹن صاحب کی بوالعجبیاں: کیپٹن صاحب کی ساری باتیں اور تمام نظریات عجیب وغریب ہیں۔ لیکن بطور نمونہ کے صرف چند عجائبات آپ کی خدمت میں پیش کئے

جارہے ہیں۔

عجیب وغریب نمبر (۱): گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ کیپٹن صاحب نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت کو نا قابل قبول بناتے ہوئے کہا تھا کہ وہ سکرات الموت میں مبتلا تھے، آپے سے باہر تھے، ان پر ہیجانی اور بحرانی حالت طاری تھی۔ اگر پورے ہوش وحواس میں ہوتے تو ایسی باتیں نہ کرتے جو قرآن وحدیث کے نصوص کے خلاف ہیں پھر ظالم نے جسارت کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ ''یہی بحرانی کیفیت آخری وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوئی تھی'' معاذ اللہ لیکن اتنی عجیب بات ہے یہ سب کچھ کہنے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمہ ﴿ اللھم الرفیق الاعلی ﴾ سے استدلال کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں نہیں رفیق اعلی میں ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دعا یہی فرمائی تھی کہ اللہ مجھے رفیق اعلی عطا فرما۔ ارے ظالم! ایک طرف تو تو ایسے وقت کی باتوں کو نا قابل اعتماد بتاتا ہے اور دوسری طرف ان باتوں سے استدلال کرتا ہے ایں چہ ابوالعجبی است۔

عجیب وغریب نمبر (۲): جب کیپٹن صاحب کے سامنے ایسی حدیث آتی ہے جس میں بتایا گیا کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام جنت ہے یا وہ حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفیق اعلی کا سوال کیا یا وہ حدیثیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی مرد یا عورت کے متعلق جنت کی خوشخبری سنائی یا وہ حدیثیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر کے متعلق جہنمی ہونے کی وعید سنائی تو کیپٹن ان حدیثوں سے فوراً قبر کی زندگی کی نفی کر دیتا ہے کہ دیکھو جی! جنت میں ہیں قبر میں نہیں۔ یا جہنم میں ہے قبر میں نہیں۔ حالانکہ جنت یا جہنم فرمانے سے قبر کی زندگی کی نفی نہیں کیونکہ عالم قبر و برزخ کو ﴿ اقرب الاذھان ﴾ کرنے کے لئے عالم خواب کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جس طرح عالم خواب میں جانے والا اپنی چار پائی پر موجود

ہوتے ہوئے مختلف مقامات پر ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم قبر و برزخ کو سمجھئے کہ مردہ انسان اپنی قبر میں موجود ہوتے ہوئے مختلف مقامات مثلاً دوزخ یا بہشت میں ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ کیپٹن صاحب عالم قبر و برزخ کو عالم دنیا پر قیاس کر کے ایک مقام کا نام سن کر دوسرے کی نفی کر دیتا ہے حالانکہ قبر کی زندگی اور جزا و سزا قرآن و حدیث کے بے شمار نصوص قطعیہ سے ثابت ہے صرف جنت و جہنم کے لفظ کو سن کر حیات قبر کی ہزاروں نصوص کو جھٹلا دینا بوالعجبی سے کم نہیں ہے۔

عجیب و غریب نمبر (۳): کیپٹن کو جب کوئی لفظ نظر آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام یا شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہم اپنے رب کے پاس زندہ ہیں تو فوراً اس سے قبر کی زندگی کی نفی کر دیتا ہے چنانچہ کہتا ہے: ''سب حضرات اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سب سے اعلیٰ اور اونچے مقام میں ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں اللہ تعالیٰ سے دور ہیں اور ان حضرات کو قبروں میں زندہ مانا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جائیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی صفت علم کے لحاظ سے ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہیں اور ہر چیز کے قریب ہیں۔''

لیکن کیپٹن صاحب عرش کے نیچے لٹکنے والی قندیلوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب سمجھتا ہے اور قبروں کو اللہ تعالیٰ سے دور سمجھتا ہے۔ یہ ابوالعجبی نہیں تو کیا ہے اور علماء اسلام فرماتے ہیں کہ دونوں باتیں بیک وقت صادق ہیں قبر والی حیات بھی درست ہے اور قندیلوں والی بات بھی صحیح ہے اور ان میں کوئی تضاد بھی نہیں قبریں اور قندیلیں دونوں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں ایک کو قریب دوسرے کو دور کہنا ایک عجیب بات ہے۔

عجیب و غریب نمبر (۴): کیپٹن صاحب حدیث قرع نعال کی تحریف میں لکھتا ہے

''مردہ حساب وکتاب والے فرشتوں کی جوتیوں کی چاپ سنتا ہے''۔

تو اب کیپٹن صاحب پر سوال وارد ہوتا تھا کہ کیا فرشتے جوتیاں پہنتے ہیں ؟ تو جواب میں ایک نہایت عجیب وغریب بات لکھی ہے شاید سننے والوں کو ہنسی بھی آ جائے چنانچہ کہتا ہے:''فرشتے اگر جوتے بھی پہن لیں تو کیا قیامت آ جائے گی جوتیاں پہننے میں کیا بات ایسی ہے کہ اس کی ہنسی اڑائی جائے۔'' (عذاب برزخ ص ۱۳)

محترم !اگر آپ ﷺ قبر اطہر کے پاس زائرین کا سلام سن لیں اور جواب مرحمت فرمادیں تو کون سی قیامت آ جائے گی اگر نکیرین کے سوال وجواب کے لئے اعادہ روح ہو جائے تو کون سی قیامت آ جائے گی۔اگر دین کی خدمت کرنے والے حضرات کی خدمت کر دی جائے کون سی قیامت آ جائے گی ؟ حالانکہ یہ سارے امور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ہیں اور فرشتوں کا جوتیاں پہننا کہیں سے ثابت ہی نہیں۔لیکن چونکہ کیپٹن صاحب نے صرف قیاس آرائی کر کے بلادلیل یہ نظریہ قائم کرلیا ہے کہ فرشتے جوتیاں پہنتے ہیں تو اب دلیل پیش کرنے کی بجائے ناراض ہو کر کہتا ہے'' اگر فرشتے جوتیاں پہن لیں تو کون سی قیامت آ جائے گی''۔ایں چہ بوالعجبی است

عجیب وغریب نمبر (۵): مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سفر معراج کے دوران حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا چونکہ یہ حدیث کیپٹن کے عقیدہ کے سخت خلاف تھی۔اس لئے اس حدیث کی اہمیت کو گراتے ہوئے عجیب بات لکھتا ہے۔''آخر بیت المقدس میں ان کو کیوں زندہ نہیں مانتے'' ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی اس دنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے''

(عذاب برزخ ص ۲۰)

اس احمق کو کون سمجھائے کہ علمائے اسلام کے نزدیک موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنا وقت بیت المقدس میں رہے تو وہاں بھی زندہ تھے کون کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں مردہ تھے۔ البتہ قبر ان کا مستقل قیامت تک ٹھکانہ ہے اور بیت المقدس میں تھوڑے وقت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ بہرحال ان کا وہاں تشریف لے جانا اور نماز ادا کرنا ان کی زندگی کی دلیل ہے لیکن کیپٹن صاحب فرماتا ہے کہ ان کو بیت المقدس میں کیوں زندہ نہیں مانتے ایں چہ بوالعجبی است۔

عجیب وغریب نمبر (٦): کیپٹن مذکورہ بالا حدیث پر جارحیت کرتے ہوئے لکھتا ہے دوسرے انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے براق و جبریل کی رفاقت کے بغیر آسمانوں پر واپس پہنچ گے

(عذاب برزخ ص ٢٠)

کیپٹن صاحب حدیث کی یہ بات نہیں ماننا چاہتے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے۔ اس لئے یہ انکاری جملہ لکھ دیا حالانکہ یہ بات صحیح حدیث صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ان حضرات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جانا آپ کے استقبال کے لئے تھا لہٰذا یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ کیپٹن صاحب ایسی لچر باتوں کی وجہ سے احادیث صحیحہ کا وزن گرائے جارہا ہے کیپٹن صاحب کی یہ بات بھی نہایت عجیب وغریب ہے کہ براق و جبرئیل کے بغیر ہی وہ آسمانوں پر واپس پہنچ گئے۔ کیپٹن صاحب یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو آسمانوں پر لے جانے کے لئے براق و جبرئیل کے محتاج ہیں معاذ اللہ۔ اس لئے تو کہہ رہے ہیں کہ ان کے بغیر وہ کیسے آسمان پر پہنچ گئے۔ ادھر توحید کے دعوے ادھر یہ محتاجی ایں چہ بوالعجبی است۔

عجیب وغریب نمبر (٧): کیپٹن صاحب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مذکورہ بالا حدیث پر

جارحیت کرتے ہوئے لکھتا ہے ''اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاء سے ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ جبرائیل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ ﴿من ھذا یا جبرائیل﴾ (یہ کون صاحب ہیں اے جبرائیل)'' (عذاب برزخ ص۲۰)

کیپٹن صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ بیت المقدس میں آپ کی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے عام ملاقات تھی وہاں ملائکہ وانبیاء کرام علیہم السلام کا بہت بڑا اژدہام تھا مجمع عام میں اتنا تعارف نہیں ہوتا جو خاص ملاقات میں ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ ﷺ سے خاص ملاقات کرائی۔ عجیب بات ہے کہ کیپٹن صاحب عام وخاص ملاقاتوں کے فرق کو نہیں سمجھتا ہے۔ حالانکہ روزمرہ کی بات ہے کہ جب کسی مقام پر کسی بڑے آدمی کا جلسہ ہوتا ہے تو اس جلسہ عام میں خواص بھی موجود ہوتے ہیں۔ لیکن جلسہ عام کے بعد بعض خواص کی دوبارہ بلکہ سہ بارہ ملاقات کرائی جاتی ہے اور تعارف بھی کرایا جاتا ہے اور ہر شخص عام وخاص ملاقات کے فرق کو خوب سمجھتا ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب عجیب آدمی ہیں کہ ان کو اس دوسری ملاقات اور دوسرے تعارف پر اعتراض ہے ایں چہ بوالعجبی است۔

عجیب وغریب نمبر (۸): کیپٹن بڑے زور وشور سے غیر اللہ کی پکار کو شرک کہتا ہے اور اس کی پرزور تردید کرتا ہے لیکن عجیب وغیرب بات یہ ہے کہ خود غیروں کو پکارتا ہے ان سے مدد مانگتا ہے اور ساتھ دینے کی التجا کرتا ہے دیکھئے لکھتا ہے: ''آخر میں ہماری پکار پر کیا کوئی ایسا ہے جو شرک مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے کے لئے ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو۔''

(وسیلے کا شرک، تعویذات اور شرک ص ۱۶)

عجیب وغریب نمبر (۹): کیپٹن لکھتا ہے: ''ان ساری صحیح حدیثوں نے بتلا دیا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ جو شخص بھی وفات پا جاتا ہے اس کو حسب حیثیت ایک برزخی جسم ملتا ہے۔ جس میں اس کی روح کو ڈال دیا جاتا ہے اور اس جسم اور روح کے مجموعہ پر سوال و جواب اور عذاب ثواب کے سارے حالات گذرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے۔ قرآن وصحیح احادیث کا بیان تو یہ ہے۔'' (عذاب برزخ ص ۹)

اور مزید لکھتا ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شہداء اپنی دنیاوی قبروں میں زندہ نہیں بلکہ عرش الٰہی کے نیچے اپنے بہترین گھروں میں زندہ ہیں۔'' (عذاب برزخی ص ۹)

کیپٹن بتا رہے ہیں کہ جو شخص وفات پا جاتا ہے اس کو عرش الٰہی کے نیچے بہترین گھر ملتا ہے جس میں رہتا ہے وہاں اس کو برزخی جسم ملتا ہے اور وہاں اس روح اور جسم کے مجموعہ سے سوال ہوتا ہے وہاں عذاب وثواب کے حالات گزرتے ہیں اور یہی اس کی اصلی قبر بنتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کیپٹن صاحب کے نزدیک عرش الٰہی کے نیچے جو بہترین گھر ہیں وہ اصلی قبر ہے اور وہیں قبر کی کارروائی ہوتی ہے۔ حالانکہ عرش کے نیچے والے بہترین گھروں کو نہ تو اللہ تعالیٰ نے قبر کہا ہے نہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ قرآن میں اس کو قبر کہا گیا ہے نہ حدیث میں نہ کسی صحابی نے اس کو قبر کہا ہے نہ تابعی اور تبع تابعی نے۔

الغرض کسی ایک مسلمان نے اس کو قبر نہیں کہا ہے اور زمین والی قبر کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین وبلکہ تمام مسلمانوں نے قبر کہا ہے۔ کتنی عجیب وغریب بات ہے کہ جس کو قرآن وحدیث میں قبر کہا گیا ہے کیپٹن اس کو قبر ماننے کے لئے تیار نہیں اور جس کو کوئی بھی قبر نہیں کہتا ہے کیپٹن اس کو قبر کہتا ہے ایں چہ بوالعجبی است۔

عجیب وغریب نمبر (۱۰): کیپٹن کے رسائل کو پڑھنے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء شہداء اور تمام نیک بندے جو دار دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ان کو جنت کا مستقل اور دائمی ٹھکانہ مل جاتا ہے اور جو کافر ومشرک مرجاتے ہیں وہ مستقل طور پر جہنم رسید کر دیے جاتے ہیں حالانکہ کتاب وسنت کی واضح نصوص موجود ہیں کہ قیامت کے دن روح دنیا والے جسم کی طرف کامل طور پر واپس آجائے گی جس کی وجہ سے مردہ اسی حالت پر واپس آکر بالکل زندہ ہوجائے گا پھر قیامت کے سارے مناظر اس کے سامنے آئیں گے اور وہ قیامت کی سختیوں کو جھیلے گا۔اس کے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے مطابق اس کا فیصلہ ہوگا۔اگر نیک ہے تو اس کو روح اور دنیا والے جسم سمیت مستقل اور دائمی طور پر جنت میں داخل کیا جائے گا اور اگر کافر ومشرک ہے تو اس کو دنیا والے جسد کے ساتھ مستقل ودائمی طور پر جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔تو یہ ہے جنت اور جہنم کا مستقل اور دائمی داخلہ جو قیامت کے فیصلے کے بعد ہوگا۔کتاب وسنت کے دلائل کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات اظہر من الشّمس ہے ورنہ دلائل اتنے ہیں کہ ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے تو معلوم ہوگیا کہ دوزخ وبہشت کا درحقیقت داخلہ بروز قیامت اس صورت میں ہوگا۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کو کیپٹن صاحب بھی دبی زبان میں اپنے رسائل میں تسلیم کر جاتے ہیں حتی کہ بخاری ومسلم وغیرہ صحاح ستہ کی بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والے پر دوزخ یا بہشت کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے اور اس کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جب تو قبر سے اٹھے گا تو تجھے اس میں داخل کیا جائے گا۔تو ان ساری نصوص قطعہ وآیات قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی داخلہ جنت یا جہنم کا اس دنیا والے جسم کے ہمراہ بروز قیامت ہوگا لیکن بعض دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء،شہداء بلکہ

ہر نیک مومن کو موت کے بعد جنت مل جاتی ہے۔

توبظاہران حدیثوں کا آیات قرآنیہ اوراحادیث صحیحہ سے تعارض ہوا تو علماء اسلام نے اس ظاہری تعارض کو دور کرنے کی غرض سے ان سب روایات میں تطبیق دے دی ہے کہ بے شک جنت یا جہنم کا مستقل اور دائمی داخلہ قیامت کے فیصلہ کے بعد دنیا والے جسد کے ساتھ ہوگا کیونکہ آیات قرآنیہ اوراحادیث صحیحہ کا یہ اٹل فیصلہ ہے البتہ موت کے بعد جنت یا جہنم کے داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ مومن کی قبر کو جنت کا باغ اور کافر کی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا جاتا ہے ۔جیسا کہ حدیث پاک میں اس کی تصریح موجود ہے اورآیات و احادیث کے درمیان تطبیق دینے کے لئے علماء اسلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ مومن کی روح قبر میں مدفون مردہ کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے جب جنت کی سیر وسیاحت کرتی ہے تو قبر میں پڑے ہوئے جسم کو بھی اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے جیسا کہ چارپائی پر سوتا ہوا آدمی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کی روح اس کے جسد کو اپنے ہمراہ محسوس کرتی ہے۔ حالانکہ وہ بستر پر بھی موجود ہوتا ہے تو قبر میں ہوتے ہوئے جنت کی سیر وسیاحت کو دخول جنت کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ داخلہ مستقل اور دائمی نہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے دنیا میں سفر معراج کے موقع پر اور خواب میں کئی دفعہ جنت کی سیر کی ہے تو اسی طرح عالم قبر و برزخ کا مسئلہ ہے کہ قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے اور اسی طرح قبر میں موجود ہوتے ہوئے جنت کی سیر کرائی جاتی ہے اور جہنم کی حاضری بھی ہوتی ہے۔ یہ تو علماء اسلام کی تطبیقات ہیں کہ مختلف احادیث کو جمع کر دیا جائے تاکہ کسی حدیث کے انکار اور نظر انداز کرنے کی نوبت نہ آئے اور کسی آیت یا حدیث کی تحریف بھی نہ کرنی پڑے لیکن کیپٹن صاحب کی عجیب وغریب عادت ہے کہ وہ ہمیشہ تصویر کے ایک رخ کو دیکھتا ہے اور پھر دوسرے رخ کو نظر انداز کر دیتا ہے یا انکار کر دیتا ہے یا تحریف کر دیتا ہے۔ حالانکہ کیپٹن کا یہ غلط انداز ہے جو بوالعجبی سے کم نہیں ہے۔

عجیب وغریب نمبر (۱۱): کیپٹن لکھتا ہے: ''ان سارے دلائل کے سننے کے بعد سماع اور قبر میں حیات کا ماننے والا گروہ کہتا ہے کہ انکاری گروہ کا معاملہ عجیب ہے ایک طرف یہ حضرات ان لوگوں کی جرح وتعدیل کی کتابوں کو اپنی حمایت میں بھی لاتے ہیں اور دوسری طرف ان کے عقائد کو غلط بھی کہتے ہیں ۔اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دوسرا گروہ یوں جواب دیتا ہے کہ جن جرح وتعدیل کی کتابوں کے حوالے پیش کئے گئے ہیں ۔وہ ان حضرات کی اپنی کتابیں نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سلف کی کتابوں کا جو کامیاب اور طویل تھیں صرف اختصار پیش کیا ہے اور بس باقی جہاں وہ ﴿ قلت ﴾ (میں کہتا ہوں) کہ عبارت لاتے ہیں وہ سلف کی جرح کی شدت کو کم کرنے یا ختم کرنے اور اپنے عقیدہ کی حفاظت ہی کے لئے ہوتی ہے۔'' (ایمان خالص دوسری قسط ص ۳۰)

یہاں کیپٹن واضح لفظوں میں کہہ رہاہے کہ رجال کی کتابیں مثلاً: تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، میزان الاعتدال، لسان المیز ان وغیرہ جن کے حوالہ جات ان کی کتابوں اور رسالوں میں دیے گئے ہیں ان سب کتابوں کے مؤلفین حیات وسماع کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے غلط بلکہ شرکیہ وکفریہ عقائد کے مالک تھے۔باقی رہا ایسے لوگوں کی کتابوں سے حوالے دینے کی وجہ۔تو جواب میں لکھتا ہے کہ: ''یہ لوگ سلف کی کتابوں کا اختصار پیش کرتے ہیں البتہ قلت کہہ کر اپنے عقیدہ حیات وسماع وغیرہ کو تحفظ دیتے ہیں''

کتنی عجیب بات کہ ایک طرف کیپٹن صاحب ان کتابوں کے مؤلفین کو کافر ومشرک کہتا ہے اور دوسری طرف ان کی کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہے اور عذر یہ کرتا ہے کہ یہ لوگ سلف کے کتابوں کے قائل ہیں ان کا اختصار پیش کرتے ہیں لیکن سوال یہ ہے ایسے مشرکوں کی نقل اور اختصار پر کیا اعتماد ہے اگر یہ لوگ قلت کہہ کر اپنے عقیدے کو تحفظ دیتے

ہیں تو کیا یہ نقل واختصار میں اپنے عقیدے کی حفاظت نہیں کر سکتے اور حیرت ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کا راوی اور ناقل اگر شیعہ وغیرہ بے دین ہے تو اس کی روایت نا قابل قبول ہے اور اگر سلف کی باتوں اور کتابوں کا ناقل اور راوی اگر چہ کافر ومشرک بھی کیوں نہ ہو اس کی نقل واختصار قابل قبول ہے ایں چہ بوالعجبی است۔

عجیب وغریب نمبر (۱۲): کیپٹن لکھتا ہے کہ: "رہا اس بات کا شکوہ کہ بخاری نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناسب رویہ کیوں اختیار نہیں کیا تو ہم اس بات میں اپنے آپ کو معذور پاتے ہیں یہ تو صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ذمہ داری ہے اور وہی اس کے لئے جواب دہ ہیں۔" (ایمان خالص دوسری قسط ص ۲۵)

کیپٹن صاحب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شکوہ کرتا ہے کہ اس نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا یعنی عقیدہ حیات وسماع کی وجہ سے کافر اور مشرک کیوں نہیں کہا جیسا کہ خود کیپٹن نے ایسا کہا ہے۔ عجیب بات ہے کہ کیپٹن اپنے آپ کو امام بخاری کا ہم عقیدہ بتاتا ہے اور پھر اس کا گلہ شکوہ بھی کرتا ہے کہ اس نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ پر فتوی بازی کیوں نہیں کی معلوم ہو گیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیپٹن صاحب کا ہم عقیدہ نہیں ہے اور یہی حقیقت ہے اور پھر کیپٹن صاحب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر مزید چڑھائی کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے۔

کیوں جناب! ساری امت پر چڑھائی کر کے ان کو کافر ومشرک کہہ دیا اب جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی باری آئی تو آپ کیسے معذور بن گئے اگر معذور بننا تھا تو سب کے لئے بنتے عجیب بات ہے کہ کسی پر فتوی بازی کرتے ہو اور کہیں معذوری ظاہر کرتے ہو؟ ایں چہ ابوالعجبی است۔

مرغی کی ٹانگ کبھی ایک کبھی دو: کیپٹن صاحب عجیب بات لکھتا ہے: ”یہ تو صرف امام بخاری کی ذمہ داری ہے اور وہی اس کے لئے جواب دہ ہیں۔“

کیوں جناب کیپٹن صاحب !ابراہیم بن ادہم (رحمۃ اللہ علیہ)، بی بی رابعہ بصری، معروف کرخی (رحمۃ اللہ علیہ) ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ علیہ) سری سقطی (رحمۃ اللہ علیہ) بایزید بسطامی (رحمۃ اللہ علیہ) ابو عبداللہ ترمذی (رحمۃ اللہ علیہ) جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) ابوبکر شبلی (رحمۃ اللہ علیہ) علی ہجویری (رحمۃ اللہ علیہ) ابواسماعیل ہروی (رحمۃ اللہ علیہ) امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) شیخ احمد رفاعی (رحمۃ اللہ علیہ خواجہ معین الدین اجمیری (رحمۃ اللہ علیہ) خواجہ بختیار کاکی (رحمۃ اللہ علیہ) محمد بن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) خواجہ فریدالدین گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا جلال الدین رومی (رحمۃ اللہ علیہ) خواجہ نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) امیر حسن بن علاء سنجری (رحمۃ اللہ علیہ) خواجہ حسن دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) شاہ دمار (رحمۃ اللہ علیہ) شاہ مینا لکھنوی (رحمۃ اللہ علیہ) خواجہ باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا عبدالحق دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) شاہ عبدالرحیم شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) ابوالرضا محمد (رحمۃ اللہ علیہ) شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) شاہ اسماعیل (رحمۃ اللہ علیہ) سید احمد شہید (رحمۃ اللہ علیہ) عبداللہ غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) خاندان ولی اللہی کے خدام یعنی جماعت دیوبند و بریلی و اہل حدیث وغیرہم۔ دیکھئے (ایمان خالص پہلی قسط ص ۸۵)

(ان سب حضرات کو کیپٹن صاحب نے عبداللہ بن سبا یہودی کے دین اتحاد کا علمبردار کہا ہے) ان سب پر فتوی بازی کرنے کا تو ذمہ دار ہے اور اور جواب دہ ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر فتوی بازی نہ کرنے کا صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ ایں چہ بو العجبی است۔

عجیب بات ہے کہ کیپٹن صاحب ایک طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پر فتوی بازی نہ کرنے کا ذمہ دار صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ٹھہراتا ہے اور پھر دوسری طرف خود اس پر فتوی

بازی بھی شروع کردیتا ہے۔ (ایمان خالص دوسری قسط ص ۲۵ عذاب برزخ ص ۲)

عجیب وغریب نمبر (۱۳): کیپٹن صاحب اپنے رسائل میں کہیں تو لکھتا ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ کے نبی، شہید اور مومنین برزخی مقام میں زندہ ہیں‘‘ اور کہیں لکھتا ہے ’’جنت میں عرش الٰہی کے نیچے سب سے بلند و بالا مقام پر زندہ ہیں‘‘ عجیب بات ہے کہ خود کیپٹن صاحب کو اپنے عقیدہ میں شک ہے۔

عجیب وغریب نمبر (۱۴): آپ ﷺ کو عذاب وراحت کے نقشے نظارے اکثر تو انہی زمین والی قبروں میں دکھائے گئے ہیں جہاں یہ ساری کارروائی ہوتی رہتی ہے کبھی کبھی یہ نقشے نظارے آپ ﷺ کو معراج اور خواب میں بھی دکھائے گئے جن سے کیپٹن صاحب نے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ ان زمین والی قبروں میں نہیں بلکہ عذاب وثواب تو فلاں مقام پر ہو رہا تھا جس کو آپ ﷺ نے وہاں دیکھا کتنی عجیب بات ہے حضور ﷺ نے ان قبروں میں بھی سب کچھ ہوتا ہوا دیکھا کیپٹن اس کو جھٹلاتا ہے اور خواب ومعراج والے عذاب کو سچا سمجھتا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے یہ کارروائی جہاں بھی دیکھی درحقیقت یہ قبر کی کارروائی ہے۔ باقی رہا دوسرے مقامات پر اس کا دیکھنا تو وہ ایسے ہے کہ حج کا سب سے بڑا رکن عرفات کے میدان میں ادا ہوتا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن اگر کوئی شخص عرفات کے میدان کی ویڈیو فلم بنا کے پاکستان یا کسی دوسرے ملک میں لے جائے اور وہاں کے لوگوں کو عرفات کی ویڈیو دکھائے تو کون احمق ہوگا جو یہ دیکھ کر کہے کہ عرفات کا میدان تو پاکستان میں ہے، یا حج تو پاکستان میں ادا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ یہ اس شخص کی حماقت سمجھی جائے گی کیونکہ عرفات کا میدان تو مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور وہاں ہی حج کا بہت بڑا رکن ادا ہوتا ہے البتہ عرفات کے میدان میں ہونے والی تمام تر کارروائی ویڈیو کے ذریعہ ہر جگہ دیکھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح

قبر کی کارروائی درحقیقت قبر ہی میں ہوتی ہے البتہ قبر کی یہ کارروائی اللہ تعالیٰ جہاں چاہے اپنے بندوں کو دکھا سکتے ہیں ﴿**وما ذلک علی اللہ بعزیز**﴾ کیپٹن صاحب عجیب وغریب آدمی ہیں اصل مقام کا انکار کر کے عذاب قبر کے لئے اور مقامات تجویز کرتے پھرتے ہیں۔

عجیب وغریب نمبر (۱۵): کیپٹن صاحب مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿**ان ھذہ القبور مملوٴۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ بنورھا لھم لصلاتی علیھم**﴾ یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو میری دعا کی برکت سے منور فرما دیتا ہے پر اعتراض بازی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اگر اس سے یہی دنیاوی قبر مراد لی جائے تو پھر تو ایک ایک قبر میں بے حساب مردے دفن ہوتے ہیں کوئی نیک کوئی بد ہر ایک کو اس نور سے فائدہ پہنچے گا۔'' (عذاب برزخ ص ۲۱)

یہاں تو حدیث نبوی پر اعتراض بازی کر رہا ہے حالانکہ خود اپنے رسالوں میں آپ ﷺ کی یہ حدیث نقل کر چکا ہے کہ حساب والے فرشتے مردے کو کہتے ہیں ﴿**نم صالحا**﴾ یعنی مزے سے سوجا! جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم قبر و برزخ عالم خواب سے ملتا جلتا ہے جہاں ہے تو اب خواب میں غور فرمائیے کہ مثلاً میاں بیوی ایک ہی پلنگ پر سوئے ہوئے ہیں اور دونوں عالم خواب میں مصروف ومشغول ہیں ایک خواب دیکھتا ہے کہ میں آگ میں ہوں دوسرا خواب دیکھتا ہے کہ میں پانی میں ہوں اگرچہ ان دونوں کے جسم ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں لیکن آگ والے کی آگ پانی والے کو نہیں لگی اور پانی والے کا پانی آگ والے کی طرف نہیں آتا اتحاد جسم کے باوجود یہ اپنے عالم میں ہے اور وہ اپنے عالم میں ہے اسی طرح عالم قبر و برزخ ہر مردے کا اپنا ہے اگرچہ ان کے جسم ایک دوسرے سے

ملے ہوئے بھی کیوں نہ ہوں عجیب بات ہے کہ قرآن کا مدعی توحید کا ٹھیکیدار اور اسلام کا نام لیوا ان حقائق سے نابلد ہے بلکہ کورا ہے اسی لئے تو قرآن وحدیث پر اعتراض بازی کرتا ہے

عجیب وغریب نمبر (١٦): کیپٹن صاحب چونکہ خود عجیب وغریب ہیں اسی مناسبت سے انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے عدم سماع موتی ثابت کرنے کے لئے ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیا ہے جس کا نام ہے غرائب فی تحقیق المذاہب کتاب کا جب نام ہی غرائب ہے تو لازما اس کے مسائل بھی عجائب وغرائب ہوں گے، ماشاءاللہ جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ بھی گمنام اس کا مصنف بھی گمنام، سند بھی گم، راوی بھی مجہول ہیں۔ عجیب آدمی ہے کیپٹن صاحب جب انکار پر اترتا ہے تو صحیح حدیثوں کا انکار کردیتا ہے اور جب ماننے پر آتا ہے تو غرائب پر ایمان لے آتا ہے جس کا راوی بھی مجہول ہے۔

عجیب وغریب نمبر (١٧): عجیب اتفاق کی بات ہے کہ کیپٹن صاحب کے جتنے رسائل ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جن کے سرورق پر جوشہ سرخی کے ساتھ نام لکھے ہوتے ہیں ان موٹے موٹے ناموں میں ایسے نقش ونگار اور چتر بنے ہوئے ہیں جو زہریلے سانپ کی پشت پر ہوتے ہیں وہاں باری تعالیٰ نے ان لوگوں سے یہ کام اس لئے کرایا تاکہ اہل دانش سمجھ لیں جیسے زہریلے سانپ نقش ونگار والے آدمی کی جان کے دشمن اور مہلک ہوتے ہیں اسی طرح کیپٹن صاحب کے نقش ونگار کے نام والے رسالے ایمان کے دشمن اور مہلک ہیں۔ جیسے سانپ سے جان بچانا ضروری ہے ایسے ہی ان ایمان سوز رسائل سے ایمان بچانا بھی ضروری ہے۔

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کیپٹن صاحب کے جھوٹ، گستاخیاں، عجائب وغرائب احادیث پر اعتراض بازی آیات واحادیث کی تحریفات اور الحاد وزندقہ اس

سے زیادہ ہیں۔ بندہ عاجز نے مشت نمونہ از خروارے کے طور پر چند مثالیں پیش کر دی ہیں مزید اندازہ خود لگالیں۔ ؎ قیاس کن از گلستان من بہار مرا

کیپٹن صاحب قرآن کے راویوں (قاریوں) پر بھی جرح کرتا ہے

احادیث صحیحہ پر جارحیت کرنے میں تو کیپٹن صاحب اپنی مثال آپ ہی ہیں لیکن یہ ظالم قرآن مجید کے قاریوں پر جارحیت کرنے سے نہیں چوکتا۔ چنانچہ جو قرآن مجید عموما تلاوت کیا جاتا ہے۔ یہ قاری عاصم کی قرات ہے جس کو روایت کرنے والے قاری حفص بن سلیمان (متوفی ۱۸۰ھ) ہیں اور کیپٹن صاحب انہی قاری حفص بن سلیمان کو کذاب اور وضاع کہتا ہے دیکھئے (یہ مزار یہ میلے ص ۳۵)

جب قرآن مجید کی قرأت کو روایت کرنے راوی کذاب اور وضاع ٹھہرے تو اب بتایئے کہ کیپٹن صاحب کے نزدیک قرآن مجید قابل اعتماد رہا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص قرآن وحدیث توحید اور اسلام کے نام پر قرآن وحدیث اور دین اسلام کو ناقابل اعتماد اور بازیچۂ اطفال بنانا چاہتا ہے۔

قارئین کرام! اس طویل تمہید کے بعد اب فرداً فرداً ان مسائل وعقائد کی تحقیق پیش کی جاتی۔ جن میں کیپٹن صاحب اور اس کے ماننے والے علماء اسلام سے مختلف رائے رکھتے ہیں تا کہ آپ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بات الم نشرح ہو جائے کہ کیپٹن صاحب کی ہر منفردانہ رائے غلط ہے اور ان کے تفردات کو قرآن وحدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس ظالم نے غیر قرآن کو قرآن غیر اسلام کو اسلام اور باطل کو حق کا نام دے کر

اردو خواندہ حضرات کے ایمان کو بگاڑنے کی ایک ناپاک سازش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہر گمراہی سے اپنی امان میں رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

مسئلہ:۱ فرقہ کیا ہے؟ فرقہ پرست کون ہیں؟

کیپٹن صاحب کو ماننے والے ایک شخص منور سلطان نامی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام اسلام یا مسلک پرستی ہے۔ اس کتاب میں چند مسائل وعقائد درج ہیں جن میں کیپٹن والوں نے علماء اسلام سے اختلاف کر کے راہ تفرد اختیار کی۔ شخص مذکور نے اپنی کتاب کے افتتاحیہ میں لکھا ہے کہ میں نے چند سال جماعت کے ساتھ ضائع کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شروع میں جماعت تبلیغی کے ساتھ منسلک تھا بعد میں مسعودیوں کے ہاتھ چڑھ گیا اور صراط مستقیم سے ہٹ کر گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں جا پڑا۔ اس شخص نے اپنی کتاب میں علماء حق اور مشائخ عظام کے حق میں نہایت گندی زبان استعمال کی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شخص جب تبلیغی جماعت میں چلتا تھا اس وقت بھی علماء حق سے متنفر و بیزار تھا اور اس کے دل میں علماء حق کا کوئی احترام نہ تھا بلکہ اس کا سینہ بغض و کینہ کی گندگی سے آلودہ تھا۔ اور بالاخر یہی علماء حق کے خلاف نفرت بازی اس کی گمراہی کا سبب بنی چنانچہ یہ شخص کیپٹن مسعود الدین کے جال شیطانی میں پھنس کر گمراہی اور بے دینی کا داعی بن گیا حتی کہ علماء حق کے خلاف ایک کتاب تحریر کی اور تحریف قرآن تکذیب احادیث جھوٹ وفریب اور الحاد وزندقہ میں اپنے پیشوا وامام کو بھی مات دے دی کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔

علماء حق کی حیثیت: آپ ﷺ خاتم النبین ہیں آپ ﷺ کے بعد کسی نئے نبی نے نہیں آنا چنانچہ آپ ﷺ کے بعد اصلاح امت کی کوشش کی ذمہ داری علماء حق پر ڈالی گئی کہ

جہاں بگاڑ دیکھیں اصلاح کی کوشش کریں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں مذہب اسلام کے ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک مسئلہ کی پوری پوری حفاظت کریں ملحدین اور زنادقہ کے ناپاک نظریات کا قلع قمع کریں۔دشمنان اسلام کی تحریفات سے اسلام وقرآن کو بچاتے رہیں۔جس طرح کسی ملک کا ایک ایک فوجی اپنے ملک کا محافظ اور چوکیدار ہوتا ہے اور وہ ملک کی سرزمین کے چپہ چپہ کی حفاظت ونگرانی کرتا ہے۔اسیطرح علماء حق دین اسلام اور ہمارے ایمان کے محافظ اور چوکیدار ہیں اور دین اسلام کی ہر چھوٹی بڑی بات کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ بوقت ضرورت اس پر کٹ مرتے ہیں اور ان کیلئے یہی حق ہے اور ظاہر ہے کہ کسی ملک کا دشمن یا غدار اس ملک کے محافظ فوجی کو اپنے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھتا ہے کیونکہ جب بھی ملک دشمن عناصر اور غدار لوگ ملک کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی سازش یا کوشش کرتے ہیں تو ملک کے وفادار محافظ ان کو مار بھگاتے ہیں،اور ان کی سرکوبی کرتے ہیں۔اس لئے ملک کے غدار ملک کے محافظین کو قطعاً برداشت نہیں کرتے۔

اسی طرح جو لوگ دین اسلام کے غدار اور دشمن ہیں وہ علماء حق کو کسی صورت میں برداشت نہیں کرتے کیونکہ جب بھی دین اسلام کے غدار دین اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے یا کسی آیت یا حدیث کو مسخ کرنا چاہتے ہیں یا غیر دین کو دین اور غیر قرآن کو قرآن بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہی علماء حق ان کی سرکوبی کے لئے تیار ہوتے ہیں اور ان کی تحریفات اور تلبیسات سے پردہ چاک کرتے ہوئے لوگوں کے ایمان بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور باطل کے مکروہ چہرہ سے پردہ ہٹانے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔اس لئے دین اسلام کے غدار،علماء حق کو اپنا بڑا دشمن سمجھ کر ان کے حق میں گندی زبان استعمال کرتے ہیں۔لوگوں میں ان کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے ان کو بدنام کرنے کی چالیں چلتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک لوگوں کا تعلق علماء حق سے ہے وہ ہمارے دام تزویر میں نہیں

پھنس سکتے ہیں۔اس لئے وہ عوام کو علماء حق سے متنفر کرنے کے لئے بہت ہاتھ پیر مارتے ہیں۔چنانچہ وقت کا جو دجال بھی آتا ہے وہ علمائے حق پر رکیک حملے کرتا ہےاور جو ملحد آتا ہے وہ عوام کو علماء سے دور رکھنے کی چالیں چلتا ہےاور جو زندیق آتا ہے وہ علماء پر خوب برستا ہے کیونکہ اس کے بغیر اس کا کوئی داؤ چلتا نہیں۔اس لئے کیپٹن صاحب کے ماننے والے صاحب نے بھی علماء حق کے خلاف خوب زہر اگلااور سوقیانہ زبان استعمال کی تا کہ وہ اپنا مطلب حاصل کر سکے قانون خداوندی یہ ہے کہ **جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا** ہمیشہ باطل ظاہری شان وشوکت لاؤلشکراور چاندنی کے ساتھ آتا ہےلیکن بالآخر منہ کی کھاتا ہےانشاء اللہ مسعودیوں کا انجام بھی وہی ہوگا جو ہمیشہ سے گمراہوں کا ہوتا ہوا آرہا ہےعنقریب باطل کی یہ جھاگ ہوا میں اڑ جائے گی اوراسلام اور مسلمانوں کوان پر ایسی فتح مبین حاصل ہوگی کہ باطل کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

فرقہ کسے کہتے ہیں ؟ شروع کتاب میں وضاحت گزر چکی ہے کہ اہل السنّت والجماعت کوئی مذموم فرقہ نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ اور خیر القرون کے دور سے چلی آنے والی جماعت حقہ ہے جو کہ ﴿**ما انا عليه واصحابی**﴾ کا مصداق ہےاور خیر القرون سے یہ جماعت اسی نام سے مشہور چلی آرہی ہے اور قیامت تک حق پر دائم وقائم رہے گی اس جماعت کا یہ نام آپ ﷺ کا تجویز فرمودہ اور پسندیدہ ہےاسی جماعت کو آپ نے ناجیہ اور ﴿**فی الجنة**﴾ فرمایا ہے۔یعنی نجات پانے والی اور جنت میں جانے والی جماعت ہے. لہٰذا اس سچی اور برحق جماعت کو مذموم معنی میں فرقہ کہنا یا سمجھنا فرقہ بندی کے مفہوم سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

فرقہ پرست اور فرقہ ساز کون ہیں؟ اس برحق جماعت سے کٹنے والے اوراس

کی راہ سے ہٹنے والے لوگ درحقیت فرقہ ساز اور فرقہ پرست ہیں اور ایسے لوگ جو اہل السنّت والجماعت کے عقائد ،نظریات اور مسائل کو چھوڑ کر نئے نئے عقائد اور نظریات بنا لیتے ہیں اور اپنے لئے رنگین نام تجویز کرتے ہیں مثلا اہل قرآن ،اہل حدیث ،اہل اسلام ،جماعت مسلمین وغیرہ وغیرہ درحقیقت یہ گمراہ اور مذموم فرقے ہیں جن میں ایک کیپٹن مسعود الدین اور اس کے ماننے والے بھی ہیں کہ انہوں نے پوری امت مسلمہ کو کافر کہہ کر ایک نیا فرقہ بنایا ہے تو یہ لوگ فرقہ پرست فرقہ ساز اور مسلک پرست کہلانے کے حقدار ہیں

فرقہ بندی کا رونا روتے فرقہ سازی کرنا:

اس دور کا یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ جو شخص بھی اہل السنّت والجماعت والے عقائد سے منحرف ہو کر نیا دین ایجاد کرنا چاہتا ہے اور اس کے خیال میں ایک نئی جماعت بنانے کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے یہ شخص اتحاد بین المسلمین کا نعرہ لگاتا ہے اور اس ضمن میں فرقہ واریت کی خوب مذمت کرتا ہے اور اس سے بیزاری کا اعلان کرتا ہے اور ساتھ ساتھ علماء اسلام پر دل کھول کر گرجتا اور برستا ہے کہ یہ فرقہ پرست مسلک پرست اور فرقہ ساز ہیں اور ایسے ویسے ہیں چنانچہ یہ شخص فرقہ واریت کا رونا روتے روتے اور علماء حق کے خلاف زبان چلاتے چلاتے ایک نئی جماعت اور نیا فرقہ بنا لیتا ہے۔ یقین جانیے ! آج جتنے فرقے دنیا میں موجود ہیں وہ سب کے سب اسی طریقہ سے معرض وجود میں آئے ہیں۔

عرصہ دراز کی بات ہے کہ بندہ عاجز حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مسلمانوں کی فرقہ بندی کا افسانہ'' کا مطالعہ کر رہا تھا۔انہوں نے ایک واقعہ لکھا کہ مدرسہ نظامیہ بغداد کے بعض اساتذہ کو ایک خاص قسم کی دوائی کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ قوت حافظہ کو تیز کرتی ہے چنانچہ ان حضرات نے وہ دوائی شاید وزن سے زیادہ استعمال کر لی جس

وجہ سے ان کا دماغ فیل ہو گیا اور وہ پاگل ہو گئے۔ ان میں سے ایک صاحب کی حالت یہ تھی کہ جسم پر کپڑے ندارد البتہ سر پر پگڑی بندھی ہوئی تھی وہ بازار جا کر لوگوں سے بلاتکلف مصافحہ کرتے اور کہتے کہ ہم چند ساتھیوں نے فلاں دوائی استعمال کی جس کی وجہ سے بقیہ سب کا دماغ خراب ہو گیا اور پاگل ہو کر جنگلوں میں پھر رہے ہیں البتہ ایک فقیر جو آپ کے سامنے ہے اپنے ہوش وحواس کو تھامے ہوئے ہے حالانکہ خود کو کپڑوں کا ہوش نہ تھا یعنی دوسروں کو پاگل کہنے والا خود ننگا پاگل ہو چکا تھا۔

تو یہی حال ہے آج کل کے ملحدین زنادقہ اور گمراہوں کا کہ دوسروں پر فرقہ پرستی کا الزام لگاتے لگاتے ایک اور فرقہ بنا لیتے ہیں پس ثابت ہوا کہ اہل السنّت والجماعت مذموم فرقہ نہیں ہے بلکہ حق پرست اور برحق جماعت ہے جو عہد اول سے تسلسل کے ساتھ چلی آرہی ہے ان کے علاوہ باقی سب فرقے ہیں فرقہ پرست اور فرقہ ساز ہیں لیکن الزام علماء اسلام کو دیتے ہیں کہ یہ فرقہ ساز ہیں کسی نے خوب کہا ہے۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

ایک ضروری انتباہ: کیپٹن صاحب کو ماننے والا منور سلطان مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کو فرقے سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ سارے اہل السنّت والجماعت ہیں ان کا اختلاف فروعی ہے جس کو آپ ﷺ نے رحمت قرار دیا ہے لہٰذا ان کو فرقے کہنا جہالت ہے اسی طرح سلاسل اربعہ نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردیہ بھی فرقے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ سب اصحاب سلاسل اہل السنّت والجماعت ہیں البتہ اپنے مریدین کی اصلاح باطن کے طریقے اور اسباب ان کے اپنے اپنے ہیں۔ باقی عقائد سب کے وہی ہیں جو اہل السنّت والجماعت کے ہیں لہٰذا ان کو فرقے کہنا بھی جہالت وحماقت ہے۔

مسئلہ ۲: کیا یہ لوگ اہل اسلام یا مسلمین ہیں؟

کیپٹن صاحب اور اس کو ماننے والے دعویٰ کرتے ہیں کہ صرف اور صرف ہم مسلمان ہیں باقی کافر اور مشرک ہیں اور اسی زعم باطل کی وجہ سے کسی مسلمان کو سلام نہیں کرتے کسی کے جنازہ میں شریک نہیں ہوتے بلکہ مسلمانوں کے خلاف ان کے دل بغض وکینہ سے بھرے ہوتے ہیں اسی لئے اپنے آپ کو اہل اسلام، مسلمین کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگ اپنے گمراہ کن نظریات وافکار کی وجہ سے ضال اور مضل ہیں۔ اور ان کی گمراہیوں کی سر حدیں کفر سے جاملتی ہیں۔ ان لوگوں نے جو عقائد اپنا رکھے ہیں وہ سراسر قرآن وحدیث سے متصادم ہیں ان کے کسی عمل سے اسلام ظاہر نہیں ہوتا بلکہ یہ لوگ یہودی ذہنیت کے مالک ہیں۔ البتہ ان لوگوں نے اسلام اور مسلمین کے لفظ کو چرا کر اس پر ناجائز قبضہ کیا ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں نے اسلام ربوہ اور مسیح موعود وغیرہ الفاظ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اور شیعہ لوگوں نے مومنین اور اہل بیت کے لفظ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ اسی طرح منکرین حدیث نے قرآن اور اہل قرآن کے لفظ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے منکرین تفقہ فی الدین نے حدیث اور اہل حدیث کے لفظ پر قبضہ کر کھا ہے اسی طرح کیپٹن صاحب کی جماعت نے اسلام اور مسلمین کے لفظ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ ورنہ اسلام اور مسلمین سے انکا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام اور مسلمین کے الفاظ اور اس کے مصداق اول سے توارث اور تسلسل کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ لیکن یہ لوگ تو کسی دور کے مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اگر چودہ سو سال کے طویل عرصے میں نہ اسلام تھا اور اس کو ماننے والے مسلمین نہ تھے۔ تو ان کے پاس اسلام کہاں سے آیا اور کن ذرائع سے آیا۔ ظاہر ہے کہ جن ذرائع سے ان کے پاس اسلام اور قرآن پہنچا وہ ذرائع ہی کفریہ اور شرکیہ عقائد کیوجہ

سے ناقابل اعتماد ہیں۔ لہٰذا ایسے اسلام اور قرآن پر کیا اعتماد کیا جا سکتا ہے جو مشرکوں اور کافروں کے ہاتھوں ان تک پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ جس طرح مرزائیوں نے قرآن مجید سے ربوہ کا لفظ چرا کر اپنے شہر کا نام ربوہ رکھ دیا اسی طرح انہوں نے اسلام اور مسلمین کا لفظ چرا کر اپنا نام تجویز کر لیا ہے لہٰذا ان کو اہل اسلام اور مسلمین کہنے کی بجائے اسلام اور مسلمین کا چور کہنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔

اہل السنّت والجماعت والے ہی مسلمین ہیں:

بے شک قرآن وحدیث میں مسلمانوں کو مسلمین اور مومنین فرمایا گیا ہے۔ لیکن اہل السنّت والجماعت کا نام بھی عہد اول اور خیر القرون سے چلا آ رہا ہے اور یہ نام بھی آپ ﷺ کا پسندیدہ اور تجویز فرمودہ ہے تو علماء اسلام فرماتے ہیں کہ ہم مشرکین کافرین کے مقابلہ میں مسلمین اور مومنین ہیں لیکن جب اسلام اور ایمان کے نام لیوا بہت لوگوں نے بدعات ایجاد کیں اور ان پر اسلام اور ایمان اور قرآن اور توحید وغیرہ کا لیبل لگایا تو ایسے اہل بدعت لوگوں کے مقابلہ میں ہم اہل السنّت والجماعت ہیں۔ باقی حنفی، مالکی وغیرہ تو ہمارے قرآن واسلام کی اسناد ہیں۔ جیسے حدیث بخاری یا حدیث ترمذی کہنے سے حدیث رسول ﷺ کی نفی نہیں ہوتی اسی طرح فقہ حنفی اور نماز حنفی کہنے سے فقہ محمدی اور نماز محمدی کی نفی نہیں ہوتی کوئی احمق ہو گا جو حدیث بخاری سے حدیث نبوی ﷺ کی نفی سمجھے یا نماز حنفی سے نماز محمدی کی نفی سمجھے۔

علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم اہل السنّت والجماعت ہیں:

کیپٹن مسعود الدین عثمانی کو ماننے والے منور سلطان نامی شخص نے علماء دیوبند کو بھی مذموم فرقہ قرار دیا ہے۔ بلکہ سب سے زیادہ غصہ انہی پر نکالا ہے اور اس کے انداز تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء دیوبند کے بغض وحسد سے اس کا سینہ بھرا ہوا ہے لیکن ایسا سمجھنا اس

کی کوتاہ فہمی ہے۔ کیونکہ علماء دیوبند ایسی کوئی جماعت نہیں ہے جسے مذموم فرقہ کہا جائے بلکہ اس دور میں علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت کے صحیح جانشین اور سچے ترجمان ہیں جو عقائد اہل السنّت والجماعت کے ہیں وہی علماء دیوبند کے ہیں۔ اللہ جل شانہ کی مہربانی اور احسان ہے کہ اس نے ہمارے اکابر علماء دیوبند کو اسلام قرآن وحدیث توحید اور ختم نبوت وغیرہ تمام دین اسلام کی خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ دین اسلام کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کی خدمت علماء دیوبند سرانجام نہ دے رہے ہوں۔ لہٰذا علماء دیوبند اہل السنّت والجماعت ہیں اور اہل السنّت والجماعت مسلمین کا حقیقی مصداق ہیں اور اہل بدعت قطعاً اہل اسلام نہیں ہو سکتے اور نہ ہی مسلمین کا مصداق بن سکتے ہیں البتہ سینہ زوری سے مسلمین کے لفظ پر جمے ہوئے ہیں جس طرح رافضی مومنین کے لفظ پر قابض ہیں۔

مسئلہ:۳۰ آپ ﷺ کی قبر مبارک سارے مقامات سے افضل ہے :

علماء اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت انسان اشرف المخلوقات ہے اور تمام انسانوں میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام افضل و برتر ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام میں حضور ﷺ اونچی شان والے ہیں۔ عرش، کرسی، کعبہ، زمین اور آسمان وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزوں کو عدم سے وجود بخشا اور درجہ بدرجہ ان کو شان بزرگی اور عظمت وتکریم عطا فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور ﷺ کو ساری مخلوقات سے افضل شان عطا فرمائی ہے۔ اسی پر اجماع امت ہے اور کتاب وسنت ناطق ہے۔ اسی طرح یہ بھی علماء اسلام کا اجماع ہے کہ وفات کے بعد آپ کو جو مستقل ٹھکانہ قبر مبارک کی صورت میں قیامت تک نصیب ہوا ہے۔ وہ تمام مقامات سے افضل و برتر یعنی آپ ﷺ بھی ساری مخلوقات سے افضل ہیں اور آپ کا مقام (قبر شریف) بھی تمام

مقامات سے افضل و برتر ہے خواہ مقام کعبۃ اللہ ہو، یا عرش معلیٰ ہو، یا ناقۃ اللہ ہو، یا نار اللہ ہو۔ بہر حال مقام کوئی بھی ہو وہ آپ ﷺ کے مقام سے افضل نہیں ہو سکتا ہے۔ باقی کوئی ایسا مقام نہیں ہے جسے اللہ کا مکان کہا جا سکے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ تو لا مکان ہے وہ تو زمان و مکان کی قیودات سے منزہ اور برتر ہے عرش الٰہی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر ایسے بیٹھا ہے جیسے افسر اپنی کرسی پر بیٹھتا ہے اور بیت اللہ کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اللہ کا گھر ہے جس میں وہ رہتا ہے بلکہ ﴿استویٰ علی العرش﴾ وغیرہ آیات متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی حقیقی مراد اللہ خود بہتر جانتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ استوی عرش سے وہ معنی مراد ہے جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے ان اشیاء کی طرف اللہ تعالیٰ کی نسبت و اضافت ان اشیاء کی شرافت بیان کرنے کیلئے ہے جیسے ناقہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اونٹنی پر سوار ہوتا ہے کیونکہ یہ تو اس کے شان کے لائق نہیں ہے تو یہ اضافت تشریفی ہے لہذا عرش الٰہی کا یہ مطلب لینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کا مکان ہے اور بیت اللہ سے یہ مراد لینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رہنے کا مکان ہے اسی طرح کرسی کا یہ مطلب لینا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے کی جگہ اور مکان ہے درست نہیں کیونکہ یہ مطلب اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو لا مکان ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ﴿استویٰ علی العرش﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں تمام انبیاء و مرسلین کا اس پر اجماع ہے کہ تمام عالم حادث ہے خدا تعالیٰ کے ارادہ و قدرت سے عدم کے پردہ سے نکل کر وجود میں آیا پھر بعد ازاں اللہ تعالیٰ بلا کسی نقل و حرکت کے عرش پر بلا کسی حلول اور بلا تمکن اور بلا استقرار کے قائم ہوا جیسا کہ قیام اس کی شان کے لائق اور مناسب تھا اور حکمرانی شروع کی اور علویات و سفلیات میں اپنی

تدبیر اور تصرف اور احکام کو جاری فرمایا جیسا کہ دوسری جگہ ﴿ثم استوی علی العرش﴾ کے بعد ﴿یدبر الامر﴾ وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں جو ﴿استوی علی العرش﴾ کی تفسیر ہیں اور یہود بے بہبود یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین پیدا کرنے کے بعد تھک گیا۔ اور درماندگی کی وجہ سے عرش پر لیٹ گیا تمام اہل اسلام کا اجتماعی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت اور نہ کوئی اس کے لئے مکان اور سمت و جہت ہے اس کی ہستی سمت اور جہت اور مکان اور زمان کے قیودات اور حدود سے پاک اور منزہ ہے اس کی ہستی کسی زمان یا مکان کی ہستی پر موقوف نہیں بلکہ مکان اور زمان کی ہستی اس کی ایجاد اور تکوین پر موقوف ہے۔ کیونکہ جب مکان وزمان موجود نہ تھے اور وہ اس وقت بھی تھا اور جبکہ زمان ومکان موجود ہیں تب بھی موجود ہے۔

وہ خداوند ذوالجلال زمین اور آسمان اور عرش اور کرسی کے پیدا کرنے سے پہلے جس صفت اور شان پر تھا اور اب بھی اسی صفت اور شان پر ہے۔ معاذ اللہ عرش عظیم، خداوند کریم کا حامل نہیں کہ خدا تعالیٰ کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے یا تھامے ہوئے ہو بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور رحمت عرش کو اٹھائے ہوئے یا تھامے ہوئے ہے وہ ذرہ برابر کسی عرش اور فرش کا محتاج نہیں بلکہ سب اسی کے محتاج ہیں۔ معلوم ہوا کہ ﴿استویٰ علی العرش﴾ سے عرش پر بیٹھنا اور متمکن اور مستقر ہونا مراد نہیں بلکہ کائنات عالم کے تدبیر اور تصرف کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے اور یہ جملہ یعنی ﴿استویٰ علی العرش﴾ قرآن کریم میں سات جگہ آیا ہے ایک تو یہ جگہ جو آپ کے سامنے ہے۔ دوم: سورۃ یونس میں ......سوم: سورہ رعد میں چہارم: سورۃ طٰہٰ میں......پنجم:......سورہ فرقان میں ششم:......سورۃ سجدہ میں......ہفتم: سورۃ حدید میں اور سب جگہ اس کی شان شہنشاہی اور تدبیر اور تصرف کو بیان کرنا مقصود ہے کہ وہی سارے عالم کا خالق اور وہی تمام کائنات کا مدبر اور ان میں متصرف ہے یہی فی الحقیقت تمہارا

رب ہے جس کا حکم آسمانوں اور زمینوں میں جاری ہے۔

متشابہات : اور اس قسم کی تمام آیتیں اور حدیثیں جن سے بظاہر وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مکان یا جہت میں ہے جیسے آیات ﴿استویٰ علی العرش﴾ اور احادیث نزول باری تعالیٰ اس قسم کی آیات واحادیث کو متشابہات کہتے ہیں ان کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے

فرقہ مجسمہ اور مشبہہ اور کرامیہ: اس قسم کی آیات اور احادیث کو ظاہری اور حسی معنی پر محمول کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ﴿ استویٰ علی العرش ﴾ کے معنی تخت پر بیٹھنے کے ہیں اور جس طرح دنیا کا بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھتا ہے اس گروہ کے نزدیک ''استویٰ'' کے معنی تمکن اور استقرار اور قعود کے ہیں۔ظاہر پرست اس قسم کے الفاظ کو ظاہری اور عربی معنی میں لے کر خدا تعالی کے لئے عرش تخت پر بیٹھنا ثابت کرتے ہیں

اہل حق : اہل حق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ وہ کسی عرش اور تخت پر یا کسی جسم پر متمکن اور مستقر ہو یعنی جس طرح کسی بادشاہ کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے یا ایک چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے مگر خدا تعالیٰ کو ایسا کہنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کسی جسم اور محل پر متمکن اور مستقر ہو تو اس کا مقدار ہونا لازم آئے گا کیونکہ جو چیز کسی جسم پر متمکن ہوتی ہے اور کمی اور اور بیشی اور مساوات کے ساتھ وہی شے موصوف ہو سکتی ہے جو مقداری ہو اور اللہ تعالیٰ کمیت اور کیفیت اور مقدار سے پاک اور منزہ ہے نیز جو چیز کسی مکان یا جہت میں ہوگی وہ محدود اور متناہی ہوگی اور اطراف وجوانب میں محصور ہوگی اور جو محدود و محصور ہے وہ مخلوق اور حادث ہے الخ (تفسیر معارف القرآن ج۳ص ۵۶،۵۷)

قارئین کرام! حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسنت کے دلائل

نقلیہ وعقلیہ سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مکان جہت اور سمت سے پاک ومنزہ ہے ورنہ ان کا محدود وحادث ہونا لازم آئے گا۔ البتہ فرقہ مجسمہ، مشبہ اور کرامیہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرتے ہیں حالانکہ ایسا معنی اللہ تعالی کے شایان شان بھی نہیں اور آیات محکمات کے خلاف بھی ہے اور متشابہات کا ایسا مطلب لینا جو آیات محکمات کے خلاف ہو گمراہی اور کجروی ہے۔

تو اب ان حقائق کے سامنے آجانے کے بعد عرش کرسی اور کعبۃ اللہ کو اللہ تعالیٰ کا مکان سمجھ کر یہ اعتراض کرنا کہ علماء اسلام نے اللہ تعالیٰ کے مکان سے حضور ﷺ کے مکان کو افضل کہہ کر اللہ تعالیٰ کی یا اللہ تعالیٰ کے مکان کی توہین وتحقیر کی ہے پرلے درجے کی حماقت ،ضلالت اور کجروی ہے کیونکہ عرش کرسی اور کعبہ اللہ تعالیٰ کا رہائشی مکان نہیں ہے کیونکہ وہ تو پاک اور منزہ ذات ہے اور آپ ﷺ کی قبر مبارک آپ کا حقیقی مقام اور مکان ہے جس میں آپ ﷺ نے قیامت تک رہنا ہے عرش کرسی اور بیت اللہ مخلوق اور حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں بے شک عظمت وکرامت والے ہیں۔ لیکن حضور ﷺ بالا جماع افضل المخلوقات ہیں۔ عرش، کرسی اور کعبہ سے بھی افضل و برتر ہیں تو اسی وجہ سے علماء اسلام نے آپ ﷺ کے مکان کو تمام مکانوں سے افضل و برتر قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو لامکان ہی ہے لہٰذا یہ بنیاد ہی غلط ہے کہ اللہ تعالی کا مکان افضل ہے یا حضور ﷺ کا اور جب یہ سوال ہی غلط ہے تو اعتراض ہی غلط ہے حضور ﷺ کے مکان کو اللہ تعالیٰ کے مکان سے افضل کیوں کہا گیا آسان لفظوں میں پھر سمجھ لیجئے حضور ﷺ اپنے مکان (قبر شریف) کے مکین ہیں اور اللہ تعالیٰ لامکان ہے۔

تو اسی صورت حال میں اگر اشرف المخلوقات کے افضل ترین فرد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مکان کو تمام مکانوں سے افضل کیا گیا ہے۔ تو اس پر مسعودیوں کا بے جا شور

شرابہ کرنا محبت رسول اکرم ﷺ سے خالی اور عاری ہونے کی علامت ہے۔ مندرجہ ذیل کتب میں علماء اسلام نے اس عقیدہ کو اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے۔

(شفاء شرح شفاء نووی شرح مسلم ج ۱ ص ردالمضار علی درالمختار ج ۲ ص ۲۷۸، مواہب لدنیہ شرح مواہب ،فضائل مدنیہ از علامہ سمہودی ،ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۶۸، انوار الباری شرح صحیح بخاری حصہ ششم، ص ۲۲۱، ۲۲۵، حصہ ۷ ا ص ۳۸۰، فتح الملہم شرح مسلم، معارف السنن ج ۳، ص ۳۲۳، تاریخ المدینۃ المنورہ، آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۶۱، ۶۲ ج ۱۰، المہند علی المفند یعنی عقائد علماء دیوبند)

مندرجہ ذیل علماء اسلام نے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے ابن عقیل حنبلی، علامہ محدث باجی ابن عساکر علامہ نووی، سراج بلقینی، فاکہانی، محدث خفاجی، برماوی، سید سمہودی، علامہ سبکی، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی مالکی، تمام علماء دیوبند کثر اللہ سوادہم وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مالکی نے تو اس پر اجماع امت نقل کیا ہے کہ اگر کسی دور میں کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف ظاہر کیا بھی ہے تو جمہور علماء اسلام کی رائے یہی رہی ہے۔ بلکہ اختلاف کرنے والے کی رائے کو اس کے تفردات میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر کیپٹن صاحب اور اس کے پیروکاروں کو اس مسئلہ میں اختلاف رائے تھا تو مہذب طریقے سے اس کا اظہار کرتے لیکن ان لوگوں کے ہاں تہذیب نام کی چیز ہے ہی نہیں چنانچہ منور سلطان کی ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر وحشیانہ بمباری ملاحظہ فرمائیں۔

منور سلطان کی غیر مہذب تردید: منور سلطان اس عقیدہ کے رد میں درج ذیل

شہ سرخی قائم کر کے لکھتا ہے: اللہ کے عرش کرسی و کعبہ کی تحقیر و تذلیل

دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ ﷺ کے اعضائے مبارکہ کو مس کیئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و

کرسی سے بھی افضل ہے یہ عقیدہ ان کی کتاب ''المہند علی المفند'' سے لیا گیا۔

(اسلام یا مسلک پرستی ص ۷)

بندہ عاجز جواب میں عرض گزار ہے کہ منور سلطان مسعودی نے ''المہند علی المفند'' کا حوالہ صحیح دیا ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا کہ دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے صحیح نہیں ہے صرف دیوبندیوں کا نہیں بلکہ پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہی عقیدہ ہے کیونکہ اسی عقیدہ پر اجماع امت ہے اور علماء اسلام نے ابن تیمیہ کے انکار کو ان کے تفردات میں شمار کیا ہے۔ ویسے ابن تیمیہ کا انکار مسعودیوں کو قطعا مفید نہیں ہے۔ کیونکہ عقیدہ حیات وسماع کی وجہ سے کیپٹن صاحب ان کو اپنے رسائل عذاب برزخ اور یہ مزار یہ میلے، وغیرہ میں کافر ومشرک کہہ چکا ہے اور اجماع امت ایک حجت شرعیہ ہے اور اجماع کو چھوڑنے والا ﴿یتبع غیر سبیل المومنین﴾ کا مصداق اور گمراہ ہے لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے درحقیقت پوری امت کا یہ عقیدہ ہے۔

کیا کسی شخص کو یا کسی چیز کو افضل کہنے سے مفضول کی تحقیر وتذلیل لازم ہے؟؟؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو علمائے اسلام نے تمام مقامات سے افضل قرار دیا ہے منور سلطان نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ عرش کرسی اور کعبہ کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ہے حالانکہ یہ ان کے سوء فہم اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ ایک چیز کو افضل کہنے سے دوسری چیز کی تحقیر وتذلیل لازم نہیں آتی ہمارا عقیدہ ہے انسان اشرف المخلوقات ہیں تو اس سے دوسری مخلوق کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ہمارا عقیدہ ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ساری امت سے افضل ہیں کیا اس سے امت کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے

افضل ہیں کیا اس سے تمام صحابہ کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے افضل ہیں کیا اس سے صدیق اکبر اور دیگر صحابہ کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں تو کیا اس سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سمیت اپنی ساری مخلوق سے افضل ہیں تو کیا انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر مخلوقات کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید تمام کتابوں سے رمضان المبارک تمام مہینوں سے ،جمعۃ المبارک تمام دنوں سے اور کعبۃ اللہ تمام مساجد سے افضل ہیں تو کیا اس سے تمام دوسری چیزوں کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ﴾ یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے تو کیا جن بعض رسولوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے تو دوسرے بعضوں کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین درجۃ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد سے بیٹھنے والوں پر فضیلت دی ہے تو کیا اس سے جہاد سے بیٹھنے والوں کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ ارشاد باری ہے ﴿ لیلۃ القدر خیر من الف شھر ﴾ تو کیا اس سے باقی رمضان کی راتوں کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ رشاد باری ہے ﴿ وفوق کل ذی علم علیم ﴾ تو کیا اس سے چھوٹے اہل علم کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ﴿ فضلتکم علی العالمین ﴾ یعنی میں نے تم کو جہان والوں پر فضیلت دی ہے تو کیا اس سے العالمین کی تحقیر وتذلیل ہوگئی ؟ اس کے علاوہ اس کی اور بھی بکثرت مثالیں موجود ہیں ۔لیکن بخوف طوالت اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ کتنی گندی سوچ کے مالک ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو افضل کہنے سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ عرش، کرسی اور کعبہ

کی تحقیر وتذلیل ہوگئی؟ **معاذ اللہ ثم معاذ اللہ .**

منور سلطان کی آپے سے باہر ہو کر کذب بیانی:

اس اجماعی عقیدے کی بے تحاشا تردید کرتے ہوئے منور سلطان آپے سے باہر ہوگیا حتی کہ کذب بیانی شروع کردی چنانچہ لکھتا ہے:

''اس عقیدے میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی تنقیص کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوقیت دی گئی ہے عبد کو معبود سے، مخلوق کو خالق سے بڑھا کر پیش کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے منسوب چیزوں کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب چیزوں کو افضل قرار دیا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے افضل تو کیا اس کے برابر بھی کوئی چیز نہیں۔''

(اسلام یا مسلک پرستی ص ۷)

دیکھئے! یہ ظالم کس بے حیائی سے جھوٹ بولتا جارہا ہے حالانکہ مسئلہ تو یہ چل رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک تمام مقامات سے افضل ہے عرش، کرسی اور کعبہ بھی مخلوق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی شان اور مقامات سے بھی افضل ہے اب جو شخص یہ کہنے لگے کہ اس عقیدہ والوں سے عبد کو معبود پر مخلوق کو خالق پر فوقیت دے کر اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی تنقیص کی ہے۔ تو اس بہتان اور کذب بیانی کے جواب میں **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** کہا جا سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بے شک تمام مقامات سے افضل و برتر ہے لیکن جہاں تک تعلق اللہ کی شان عظمت اور کبریائی اور اس کی ذات پاک کا ہے تو اس پر تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوقیت دینا ایک ایسی بات ہے جس کا کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ لیکن توحید کے ان ٹھیکیداروں نے علماء دیوبند پر بہتان کھڑا کیا جس سے ہمارے اکابر پاک وصاف ہیں۔ **سبحانک ھذا بھتان عظیم .**

کیا عرش وکرسی اور کعبہ منسوب الی اللہ ہیں؟

اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف منسوب نہیں ہیں؟

منور سلطان کی حماقت ملاحظہ فرمائیں کہ عرش کرسی اور کعبہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب سمجھتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف منسوب نہیں سمجھتا اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہوسکتی ہے۔ حالانکہ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش اللہ تعالیٰ کی کرسی اللہ تعالیٰ کا گھر۔ اسی طرح کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جتنی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں ان سب میں رسول ﷺ کی نسبت اونچی اور بلند ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ مسعودیوں کو رسول اللہ ﷺ والی نسبت نظر آتی ہی نہیں

کیا جو چیز اللہ تعالی کی طرف منسوب ہو جائے

وہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی بڑھ جاتی ہے؟

عرش، کرسی اور کعبہ بے شک اللہ تعالی کی طرف منسوب ہیں لیکن مسعودیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مقدس میں کئی اور چیزوں کو بھی اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے مثلاً ''ناقة الله'' یعنی اللہ کی اونٹنی نار الله، اللہ کی آگ ''خلق الله'' اللہ کی مخلوق وغیرہ وغیرہ۔ تو اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا چیزیں منسوب الی اللہ ہونے کی وجہ سے وہی شان رکھتی ہیں جو عرش، کرسی اور کعبہ کی ہے۔ اگر ان کے برابر شان رکھتی ہیں تو کیا یہ چیزیں بھی انبیاء کے مقام سے افضل ٹھہریں گی اور اگر ان کی شان عرش کرسی سے کم ہے تو بقول شما، ان منسوب الی اللہ چیزوں کی تحقیر و تذلیل لازم آئے گی۔ لہٰذا اپنا عقیدہ واضح کریں ''نار الله'' ''خلق الله'' اور ''ناقه الله'' کی شان انبیاء کرام سے بڑھاؤ گے تو انبیاء کرام کی تحقیر و تذلیل

کرو گے اور اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شان ان سے بڑھاؤ گے تو اللہ کی طرف منسوب چیزوں کی تحقیر وذلیل کرو گے بہر حال کسی تحقیر وتذلیل کو لازماً اپنانا ہی پڑے گا اس کے بغیر آپ کو چارہ ہی نہیں امید ہے کہ سوچ سمجھ کر جواب دو گے۔

مسعودی نے جھوٹ کیوں بولا بہتان کیوں اٹھایا؟

مسعود الدین عثمانی کے چیلے نے یہ جھوٹ اور بہتان اس لئے کھڑا کیا ہے تا کہ علماء دیوبند کو بدنام کیا جائے کہ یہ لوگ آپ ﷺ اور آپ کی قبر مبارک کو اللہ سے افضل سمجھتے ہیں الحمد للہ علمائے دیوبند پر اس قسم کے کئی الزامات مخالفین نے لگائے اور قسم قسم کی غلط باتیں اور گمراہ کن نظریات ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔لیکن اہل علم خوب جانتے ہیں علماء دیوبند کا دامن اس قسم کے جھوٹے الزامات سے صاف ہے اور یہ گمراہ لوگ ایسے ہتھکنڈوں سے علماء حق کی حیثیت کو گھٹا بھی نہیں سکتے اور نہ ہی ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں ﴿یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون﴾

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

کیپٹن صاحب بھی آپ ﷺ کے مقام کو بلند وبالا سمجھتا ہے:

منور سلطان تو علماء دیوبند کی بے تحاشہ تردید کرتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے مقام کو سب مقامات سے افضل کہہ کر عرش، کرسی اور کعبہ کی تحقیر وتذلیل کر دی اور کبھی کہتا ہے کہ عبد کو معبود سے اور مخلوق کو خالق سے بڑھا دیا جبکہ اس کا امام وپیشوا کیپٹن مسعود الدین عثمانی خود آپ ﷺ کے مقام کو سب سے بلند وبالا کہتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

نبی ﷺ وفات کے بعد بھی مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ نہیں بلکہ شہداء کی جنت الفردوس سے بھی اچھی جگہ الوسیلۃ کے مقام پر زندہ ہیں۔ جو جنت الفردوس سے اوپر عرشی

الٰہی سے نیچے سب سے بلند و بالا مقام ہے (عذاب برزخ ص ۸)

دیکھئے کیپٹن صاحب آپ ﷺ کے مقام کو سب سے بلند و بالا مقام بتارہے ہیں حتی کہ جنت الفردوس سے بھی اچھا کہہ رہے ہیں پس اگر آپ ﷺ کے مقام کو افضل کہنا جرم ہے اور عرش و کرسی اور کعبہ کی تحقیر و تذلیل ہے بلکہ عبد کو معبود سے اور مخلوق کو خالق سے بڑھانا ہے تو یہ جرم و کفر خود کیپٹن صاحب بھی کر اور لکھ چکے ہیں۔شاید کوئی کہے کہ کیپٹن صاحب نے آپ ﷺ کا مقام عرش کے نیچے بتایا ہے تو یہ آپ ﷺ کے مقام کا محل وقوع بتارہے ہیں ورنہ شان تو آپ ﷺ کے مقام کی سب سے بلند و بالا ہے کرسی اور کعبہ کا تو استثنا نہیں کیا لہٰذا کرسی اور کعبہ کی تحقیر و تذلیل کر ہی دی اور عبد کو معبود سے اور مخلوق کو خالق سے تو بڑھا ہی دیا تو بتائیے کیپٹن صاحب پر کیا فتویٰ لگاؤ گے علماء دیوبند پر برسنے والو! ذرا اپنے گھروں کی خیر مناؤ۔

علماء اسلام اور کیپٹن صاحب کے عقیدہ میں فرق:

اس عقیدہ پر تو سب کا اتفاق ہے کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کا جو بھی ٹھکانہ اور مقام ہے وہ سب مقامات سے اچھا افضل اور بلند و بالا ہے۔علماء اسلام بھی یہی فرماتے ہیں اور کیپٹن صاحب نے بھی یہی لکھا ہے یعنی بالاتفاق آپ ﷺ کا مقام افضل و برتر ہے۔ البتہ علماء اسلام فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد قیامت تک آپ ﷺ کا مقام آپ کی قبر مبارک ہے اور آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کی قبر مبارک جنت کا اعلیٰ باغ ہے اور ویسے آپ ﷺ قبر مبارک میں ہوتے ہوئے جنت کی سیر و سیاحت فرماتے ہیں جو چیزیں آپ نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھیں وہ آپ ﷺ کو حاصل ہیں اور جن چیزوں کا آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا وہ بھی پورا ہو رہا ہے آپ ﷺ اپنی قبر مبارک سے اٹھیں گے تو

سب سے پہلے دنیا والے جسد کے ساتھ جنت میں آپ کا داخلہ ہوگا بہرحال قیامت تک آپ ﷺ کا مقام قبر مبارک ہے اور یہی قبر مبارک برزخی مقام ہے لیکن کیپٹن صاحب اس کے برعکس وفات کے بعد آپ ﷺ کی روح اقدس کو کسی دوسرے جسم کے ساتھ جنت میں داخل سمجھتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس میں تو اختلاف ہے کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کا مقام کونسا ہے قبر مبارک یا جنت میں عرش کے نیچے لیکن آپ ﷺ کے مقام کو افضل اچھا اور بلند وبالا تو سب مانتے ہیں جب سب کے نزدیک آپ ﷺ کا مقام افضل ہے تو علماء دیوبند پر ناراض ہونے کا کیا مطلب؟ ان پر غصہ نکالنے کا کیا فائدہ؟ ان پر فتوی بازی سے چہ سود اگر آپ ﷺ کے مقام کو افضل کہنے سے عرش کرسی اور کعبہ کی تحقیر ہوتی ہے تو سب نے کی ہے اگر اس سے عبد کی معبود پر اور مخلوق کی خالق پر فوقیت لازم آتی ہے تو سب کو لازم آتی ہے اگر اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کی تنقیص ہوتی ہے

تو سب نے کی ہے صرف علماء دیوبند کو کوسا جارہا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیپٹن صاحب کو مجرم کیوں نہیں ٹھہرایا گیا؟ آخر بات کیا ہے؟ بہرحال منور سلطان صاحب کے طرز تحریر سے ایک تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ علماء دیوبند علماء حق کے خلاف اس کا دل حسد کی آگ سے بھرا ہوا ہے جس کو یہ اگل رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس نے اپنے امام وپیشوا کیپٹن مسعود صاحب کے رسالوں کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ یہ زہر اور آگ نہ اگلتا حیران کن بات یہ ہے کہ کیپٹن صاحب نے صاف لفظوں میں آپ ﷺ کے مقام کو جنت الفردوس سے اچھا کہا ہے جبکہ جنت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے ﴿وادخلی جنتی﴾ تو اب جنت کی تحقیر وتذلیل ہوگئی اور خالق کی تنقیص۔ **معاذ اللہ**

منور سلطان کا عقیدہ مجسمہ اور مشبہہ فرقے والا ہے:

آپ نے گذشتہ اوراق میں حضرت مولانا ادریس کاندھلوی کا ایک طویل اقتباس پڑھا ہے کہ فرقہ مجسمہ اور مشبہہ والے ﴿استویٰ علی العرش﴾ کا ظاہری معنی لے کر اللہ تعالیٰ کو کسی جسم پر متمکن سمجھتے ہیں حالانکہ یہ معنی دوسری نصوص کے بالکل خلاف ہے لہٰذا یہ ظاہری معنی مراد نہیں ہوسکتا لیکن منور سلطان انہیں گمراہ فرقوں والا معنی لے کر اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے جسم پر متمکن سمجھتا ہے چنانچہ لکھتا ہے: ''عرش وہ جگہ ہے جہاں تمام کائنات کا خالق و مالک متمکن ہے۔'' (اسلام یا مسلک پرستی ص ۸)

یہ عقیدہ بعینہ فرقہ مجسمہ و مشبہہ والا ہے اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی چیزوں سے پاک و منزہ ہے اس کا استوی علی العرش ایسا ہے جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

منور سلطان صاحب کی تضاد بیانی: ص ۸ پر واضح لکھ دیا کہ عرش وہ جگہ ہے جہاں پر اللہ متمکن ہے لیکن ص ۹ پر اس کے برعکس یہ لکھ دیا کہ کرسی سے مراد چار پائی والی کوئی نشست ہر گز نہیں کیونکہ نعوذ باللہ اللہ کا کوئی محدود مادی جسم نہیں جو ایک محدود جگہ پر متمکن ہے اور دوسری جگہ لکھ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی محدود جسم نہیں جو ایک محدود جگہ پر متمکن ہو۔ یہ کھلم کھلا تضاد ہے جو ایک ہی ورق پر منور صاحب سے سرزد ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیچارہ علماء حق کے خلاف حد سے اتنا زیادہ تجاوز کر گیا ہے کہ اپنا ہوش بھی کھو بیٹھا ہے اس لئے تو تضاد کا شکار ہے۔

منور صاحب کی دوسری تضاد بیانی: منور صاحب نے اپنے رسالہ ''اسلام یا مسلک پرستی'' کے ص ۷ پر عرش کرسی اور کعبہ کو چیزیں یعنی مخلوق کہا اور ص ۹ پر کرسی سے مراد اللہ

تعالیٰ کا اقتدار واختیار اور کنٹرول لیا جبکہ قدرت واختیار تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے نہ کہ مخلوق یعنی کبھی کرسی کو چیز کہہ کر مخلوق بتاتا ہے اور کبھی کرسی کا معنی قدرت لے کر خالق کی صفت بتاتا ہے اگر پہلی بات درست ہے تو دوسری غلط ہے اور دوسری درست ہے تو پہلی غلط ہے۔ بہر حال ایک ہی چیز خالق بھی ہو اور مخلوق بھی ہو نہیں ہو سکتی منور صاحب نے ایسا ہی بنا رکھا ہے۔

منور صاحب کا علماء دیوبند پر بہتان: منور صاحب لکھتا ہے ان مسلک پرستوں کے نزدیک قبر نبوی ﷺ اللہ کے اس لامحدود اختیار (کرسی) سے افضل ہے اس طرح انہوں نے مخلوق کو خالق سے اور بندے کو آقا سے بڑھا دیا ہے اسلام یا مسلک پرستی ص ۹ پر منور صاحب نے یہ ایک بہت بڑا بہتان کھڑا کیا ہے اور جھوٹا الزام لگایا ہے۔ کوئی مسلمان بھی قبر النبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے لامحدود اختیار اور قدرت سے افضل نہیں سمجھتا حقیقت تو یہ ہے کہ کرسی ایک مخلوق محدود اور اور حادث چیز ہے اور من جملہ مقامات میں سے ایک ہے آپ ﷺ کی قبر مبارک بھی ایک مقام ہے علماء اسلام کا عقیدہ ہے کہ افضل الرسل کا مقام بھی افضل المقامات ہے۔ مسئلہ تو یہ چل رہا ہے کہ کرسی سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا مقام افضل ہے لیکن منور صاحب نے کرسی کا معنی قدرت واختیار کر کے علماء اسلام پر الزام لگا دیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی قدرت اور اختیار سے آپ ﷺ کی قبر مبارک کو افضل کہتے ہیں یہ تو خالص بہتان اور سفید جھوٹ ہے جس سے علما اسلام کا دامن پاک وصاف ہے۔

کیا کیپٹن صاحب کرسی کو اپنا خالق و آقا سمجھتے ہیں:

علماء اسلام نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کرسی سے افضل ہے اس پر منور صاحب نے کہا کہ انہوں نے مخلوق کو خالق سے اور بندے کو آقا سے بڑھا دیا ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کرسی منور سلطان اور اس کی جماعت کی خالق اور آقا ہے۔ ان توحید

پرستوں سے کون پوچھے کہ ظالمو! تم نے تو دو خالق اور دو معبود بنا ڈالے، اللہ بھی خالق اور اللہ کی کرسی بھی خالق، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿هل من خالق غير الله﴾ اتنا بڑا شرک بکنے کے باوجود ان کی توحید میں کوئی خلل نہیں آتا۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

منور صاحب بھی آپ ﷺ کے مقام کو اعلیٰ ترین کہتا ہے:

عجیب بات ہے کہ علماء اسلام پر گرجنے برسنے والا منور صاحب خود آپ ﷺ کے مقام کو اعلی ترین کہتا ہے چنانچہ لکھتا ہے اور نبی ﷺ وہ باقی حصہ (زندگی کا) پورا کر کے جنت الفردوس کے اعلی ترین مقام پر پہنچ کر اپنے رفیق اعلی سے جا ملے ہیں۔

(اسلام یا مسلک پرستی ص۲۲)

یعنی مقام مصطفیٰ ﷺ اعلی ترین ہے ظاہر ہے کہ سارے مقامات سے اعلی ترین ہے چونکہ کسی چیز اور مقام کو مستثنیٰ نہیں کیا تو سب سے اعلی ترین ہے عرش، کرسی اور کعبہ سے بھی اعلی ترین ہے لہٰذا بندہ عاجز عرض کرتا ہے کہ کیپٹن کے اس منور نامی چیلے نے آپ ﷺ کے مقام کو اعلی ترین کہہ کر اللہ تعالیٰ کے عرش، کرسی اور کعبہ کی تحقیر و تذلیل کی ہے عبد کو معبود سے مخلوق کو خالق سے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی تنقیص کی ہے اور میں پوچھتا ہوں ﴿ما لكم لا ترجون لله وقاراً﴾ اور بندہ عاجز منور صاحب کے الفاظ بتغیر یسیر نقل کر کے سوال کرتا ہے۔ اوپر دی گئی آیات و احادیث کی روشنی میں قبر نبوی ﷺ یعنی مقام نبوی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عرش و کرسی اور کعبہ سے افضل یعنی اعلی ترین جاننے کا عقیدہ کیا عرش الٰہی اور کعبہ کی تنقیص و توہین نہیں کرتا۔ (اسلام یا مسلک پرستی ص۱۰)

منور صاحب کی ایک اور بات بھی سن لیجئے:

منور صاحب نے مندرجہ ذیل بات لکھ کر علماء اسلام پر طنز کی ہے لیکن یہ درحقیقت خود ان پر چسپاں ہوتی ہے چنانچہ لکھتا ہے جس کسی کے دل میں اللہ کا ذرہ بھر بھی وقار ہوگا وہ اس باطل عقیدے کا فوراً رد کر دے گا۔ لیکن توحید کے بلند بانگ دعوی کرنے والے ان مسلک پرستوں یعنی توحید پرستوں کے دل میں اللہ کا کوئی وقار نہیں۔

(اسلام یا مسلک پرستی ص ۷)

الحمدللہ ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد جو بھی مکان ومقام ہے وہ تمام مقامات سے افضل بلند وبالا اوراعلی ترین ہے اس کو کیپٹن صاحب اوراس کا چیلہ منور صاحب بھی تسلیم کر چکا ہے۔ البتہ علماء اسلام کے نزدیک قیامت تک آپ ﷺ کی قبر مبارک رشک جنت ہے اور کیپٹن صاحب اور منور کے نزدیک جنت ہے۔ بہرحال جو بھی ہے سب مقامات سے افضل ہے علماء اسلام کی دلیل یہ ہے کہ ﴿ماعلی الارض بقعة هی احب الی ان یکون قبری بها منها﴾

(موطا امام مالک ص ۴۴۸)

یعنی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا زمین کے تمام ٹکڑوں میں سے مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ میری قبر اسی ٹکڑے یعنی مدینہ میں ہوتو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دفن کے لئے مدینہ منورہ کی قبر کو پسند فرمایا آپ ﷺ کی پسند کے مطابق ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جنازہ کے بعد آپ ﷺ کو مدینہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا اور آپ ﷺ قیامت کے دن اس قبر مبارک سے اٹھیں گے اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے تو معلوم ہوا کہ قیامت تک آپ ﷺ کا مقام قبر مبارک ہے اور وہ رشک جنت ہے لہٰذا کیپٹن

اوراس کے ماننے والوں کا الزام غلط بلکہ گستاخی ہے کہ نبی زندہ درگور ہے معاذ اللہ درحقیقت نبی زندہ دررشک جنت ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبر مبارک جنت کا باغ ہے بلکہ رشک جنت ہے کیپٹن اوراس کا چیلہ منور قیامت قائم ہونے سے پہلے آپ ﷺ کے لئے اسی دوسرے جسد کے ساتھ جنت کا داخلہ ثابت کرتے ہیں گویا ان لوگوں کے نزدیک ﴿والبعث بعد الموت﴾ اور ﴿یوم یبعثون﴾ قبل از وقت ہوگیا۔ اگر یہ لوگ کہیں کہ قیامت کے دن ﴿والبعث بعد الموت﴾ ہوگا اور آپ ﷺ ہی مدینہ والی قبر مبارک سے دنیاوی جسد کے ساتھ اٹھیں گے تو اس سے لازم آئیگا آپ ﷺ کو جنت میں داخل فرما کر نکالا صرف جنت سے نکالا نہیں برزخی جسم سے آپ کی روح اقدس کو نکال کر آپ ﷺ کو موت بھی دی جائے گی جو ایک تیسری موت ہوگی جس کو یہ لوگ قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں پھر نا معلوم یہ لوگ اس دوسرے برزخی جسم پیغمبر کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب اس سے روح نکلے گی اس کے ساتھ مردوں والا تجہیز وتکفین اور تدفین والا معاملہ بھی ہوگا یا نہیں۔ بہرحال اب ساری باتیں وہ خود بتائیں گے کیونکہ وہ ان کا اپنا عقیدہ اور اپنا مذہب ہے باقی اس قسم کے سوالات علماء اسلام پر وارد نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہیں قرآن مجید میں قبر کو مرقد یعنی آرام گاہ اور خواب گاہ کہا گیا ہے آپ یہاں موجود ہوتے ہوئے جنت کی سیر وسیاحت بھی فرماتے ہیں۔ بہرحال آپ ﷺ کا مستقل مقام قبر ہے جب ﴿والبعث بعد الموت﴾ ہوگا تو آپ پھر مستقل طور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے لہٰذا اس عقیدہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

مسئلہ:۴ التوسل بالانبیاء والصالحین:

اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر ومتصرف الامور ہے تمام

مخلوقات کی موت وحیات کا مالک ہے۔ ہر چیز کے نفع ونقصان کا مالک بھی وہی ہے وہ اکیلا رب عبادت وبندگی کے لائق ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے ساری مخلوق میں کسی کا یہ مقام نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات جبرا منوالے اس پر جبر زور اور زبردستی کرنے والا کوئی نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی کے زور اور دباؤ میں آنے والا ہے وہ قادر مطلق ہے اللہ تعالیٰ کے نبی وولی اس کے بندے اور اس سے مانگنے والے ہیں سب اس کے محتاج ہیں وہ اکیلا اس نظام کائنات کو چلانے والا ہے، سب کا داتا وہی ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک وہمسر نہیں ہے، پکار ونیاز اسی کا حق ہے رکوع وسجود بھی اسی کے لئے ہے، مصائب ومشکلات میں صرف اور صرف اسی سے مدد مانگنی چاہئے،ضروریات وحاجات میں ایک اللہ کو پکارنا ضروری ہے، وہی ہر ایک کی سننے والا ہے، اور وہی سب کی حاجت روئی کرنے والا ہے۔

علماء اسلام نے کتاب وسنت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور سوال کرنے کے کئی طریقے بتائے ہوئے ہیں اور ان جائز طرق میں سے آدمی جس طریقے سے چاہے اپنے رب سے مانگے مثلا کوئی تازہ نیک عمل کر کے یا دو رکعت نفل صلوۃ الحاجت پڑھ کر اولا اللہ تعالیٰ پھر حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات پر درود پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر یا بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی حاجت اور ضرورت پیش کریں، پھر آخر میں درود شریف پڑھ کر دعا کو ختم کرے۔ یہ عمل کے توسل کی بہترین صورت ہے، یا کچھ عرصہ پہلے کے کئے ہوئے نیک عمل کا توسل دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے جیسا کہ غار میں پھنسے ہوئے تین مسافروں نے اپنی گذشتہ اعمال صالحہ کا توسل دے کر دعا مانگی تھی اور نجات حاصل کی تھی یا کسی نیک صالح آدمی سے اپنے حق میں دعا کرائے ،جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرائی تھی اور آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عمرہ پر جاتے ہوئے فرمایا

تھا اے میرے چھوٹے بھائی! مجھے دعا خیر میں بھول نہ جانا اور آپ ﷺ نے فرمایا ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے حق میں پس پشت دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

بہر حال کسی نیک صالح آدمی سے اپنے لئے دعا کرانا بھی توسل کی ایک جائز صورت ہے اور بخاری شریف میں اس کو توسل کہا گیا ہے یا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس کے دربار میں درخواست وعرض پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے کسی پیارے نبی یا ولی کی محبت وعقیدت کا واسطہ دے کر دعا مانگی کہ اے اللہ تو میرا مالک ہے تو ہی میری دعاؤں کو ہر حال میں سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی فریاد رس نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، اے اللہ میں تجھے تیرے فلاں پیارے کی محبت وعقیدت کا واسطہ اور توسل پیش کرتا ہوں، اے اللہ میری دعا قبول فرمانا، تو چونکہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے ساتھ محبت وعقیدت بھی ایک نیک عمل ہے اور اعمال صالحہ کے توسل میں کسی کا اختلاف نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی محبت وعقیدت کا توسل بھی بلا اختلاف جائز بلکہ ثابت ہے اور اسی طرح دعا میں بحق فلاں، بجاہ فلاں، بحرمت فلاں، بتوسل فلاں یا بطفیل فلاں کہنا بھی جائز ہے۔ کیونکہ ان مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے والے کا مطلب بھی مذکورہ بالا تفصیل ہے۔ نیز یہ بھی جائز اور صحیح ہے کہ بندہ بغیر توسل کے اللہ تعالیٰ سے مانگے بہر حال اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے جتنے بھی اور ثابت طرق ہیں آدمی جس کسی طریقے سے مانگنا چاہے مانگے۔ الغرض اس ذات پاک سے مانگنے کے لئے کوئی ایک خاص طریقہ مقرر نہیں ہے کہ صرف اسی طریقے سے مانگے اور باقی طرق سے نہ مانگے بلکہ ہر جائز اور صحیح طریقے جائز ہیں وسیلہ اعمال وذات دونوں کا جائز ہے۔ درحقیقت ذات کا وسیلہ بھی اعمال کا وسیلہ ہے اور قرآن مجید میں جو اللہ کا ارشاد ہے: یا ایھا الذین امنوا اتقو اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ۔

''وسیلہ'' کا لفظ عربیت کے لحاظ سے وسیلہ اعمال اور وسیلہ ذات دونوں کو شامل ہے بشرطیکہ وسیلہ کی صحیح صورت ہو۔ ہاں اگر کوئی توسل دینے والا کسی اللہ کی محبوب شخصیت کو اللہ تعالیٰ کے صفات میں شریک سمجھتا ہے اس کی عبادت کرتا ہے اس کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتا ہے تو توسل کی غلط صورت ہے بلکہ شرک ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص توسل بالذات یا توسل بالاعمال کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور توسل کے بغیر دعا کو جائز نہیں سمجھتا تو یہ بھی غلط خیال ہے کیونکہ توسل خواہ کوئی بھی ہو فی نفسہ فرض و واجب نہیں ہے۔ البتہ جائز اور ثابت ہے اور بعض صورتیں مستحب ہیں۔ اسی طرح علماء اسلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ خیال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توسل والی دعا ضرور قبول کرتا ہے تو یہ بھی غلط خیال ہے کیونکہ کوئی ضروری نہیں کہ توسل والی دعا ضرور قبول ہو گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو اختیار کامل ہے چاہے دعا قبول کرے چاہے رد کر دے اسی طرح توسل دینے والا اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میں جس ذات کا توسل دے رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ سے ضرور منوا لے گی جیسا کہ بعض جاہل لوگ کہتے ہیں۔ ساڈی سن دا نہیں انہاں دی موڑ دا نہیں۔ تو یہ عقیدہ بھی مشرکانہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی دباؤ ڈالنے والا اور منوانے والا نہیں ہے۔ معلوم ہوا علماء اسلام جس وسیلہ کے قائل ہیں وہ قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں بلکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور توسل کی جو ناجائز و غلط صورتیں ہیں۔ علماء اسلام ان سب کی تردید کر چکے ہیں لہٰذا توسل کی سب صورتوں کو جائز قرار دینا یا سب صورتوں کو رد کر دینا افراط و تفریط ہے جس میں گمراہ لوگ مبتلا ہیں۔ الحمد للہ علماء حق علماء دیوبند ہر مسئلہ میں راہ اعتدال پر چلنے والے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں اسی لئے یہ لوگ صحیح وسیلہ کے قائل ہیں اور غلط وسیلہ کو رد کرنے والے ہیں۔

مرغی کی کبھی ایک ٹانگ کبھی دو:

کیپٹن مسعود الدین عثمانی اور اس کو ماننے والے اکثر بیشتر اپنی تحریروں اور تقریروں میں وسیلہ کی تردید میں ایسا رنگ اختیار کرتے ہیں کہ توسل کی تمام صورتوں کی نفی ہو جاتی ہے لیکن یہ لوگ توسل کی بعض صورتوں کو جائز اور ثابت سمجھتے ہیں۔ مثلا اعمال کے توسل کو یہ لوگ جائز اور ثابت سمجھتے ہیں اور اسی طرح توسل کی صورت کہ کسی اللہ کے پیارے کو کہا جائے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میری فلاں مشکل حل فرمادے کو جائز کہتے ہیں۔ (وسیلے کا شرک ص۴،۷)

چاہئے تو یہ تھا کہ وسیلے کی صورتیں جو ان کے ہاں جائز اور ثابت تھیں تو ان کو مستثنیٰ کرتے پھر بقیہ صورتوں کی تردید کرتے لیکن عجیب بات ہے کہ توسل کی تمام صورتوں کی تردید کرتے کرتے درمیاں میں مذکورہ بالا صورتوں کو تسلیم کر جاتے ہیں۔

کیپٹن صاحب آیات قرآنیہ کا بے جا استعمال کرتا ہے:

کیپٹن صاحب اور اس کو ماننے والے وسیلہ کی تردید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آیت کو بھی اپنے من مانے مقصد میں استعمال کرتے ہیں ﴿والذین اتخذ وا من دونه اولیاء ما نعبدهم الا لیقربو نا الی الله زلفیٰ﴾ (سورة الزمر آیت ۳)

ترجمہ : ”جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور شرکا تجویز کر رکھے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔“

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالی کے سوا کئی معبود بنا رکھے تھے جن کی وہ عبادت اور پرستش کرتے تھے اور جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ غیر اللہ کی پرستش کیوں کرتے ہو تو جواب میں کہتے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ

کے قریب کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہ صریح شرک ہے کہ غیر اللہ کی اس لئے عبادت کی جائے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقرب بنادیں گے یہ آیت ایسے موقع پر نازل ہوئی ہے۔ اور ایسے ہی مواقع پر چسپاں ہوتی ہے۔ لیکن جو شخص نہ تو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور نہ ہی غیر اللہ کو عبادت کا مستحق سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے کسی پیارے نبی یا ولی کا وسیلہ دے کر اللہ ہی سے مانگتا ہے تو اس پر یہ آیت فٹ کرنا آیت کا بے جا استعمال ہے کیونکہ ایسا شخص صرف اور صرف اللہ ہی سے مانگنے والا ہے اور وہ نبی ولی کی پرستش نہیں کر رہا بلکہ اس کی محبت وعقیدت کا وسیلہ دے رہا ہے وسیلہ بنانا اور بات ہے اور عبادت کرنا بالکل اور بات ہے لہذا غیر اللہ کے وسیلہ کو عبادت پر فٹ کرنا یقیناً آیات قرآنیہ کا بے جا استعمال ہے۔

اسی طرح کیپٹن اور اس کے ماننے والے ایک آیت قرآنی کو بے جا استعمال کرتے ہیں وہ آیت یہ ہے ﴿ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلآءِ شفعاؤنا عنداللہ﴾ (سورۃ یونس آیت ۱۸)

ترجمہ: ''یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔''

اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کی عبادت کرتے تھے حالانکہ وہ ان کو نہ نفع دے سکتے تھے اور نہ نقصان اور جب ان کو کہا جاتا تھا کہ تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ تو جواب دیتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفارشی ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ آیت بھی ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور یہی اس آیت کا موقع ومحل ہے۔ لیکن اس آیت پاک کو وسیلہ پیش کرنے والوں پر چسپاں کرنا، آیت قرآنی کا بے

جا استعمال ہے۔ ہاں جو شخص اللہ کے پیاروں کی عبادت کرتا ہے ان کی بندگی کرتا ہے اور ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کو پکارتا ہے اور ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے تو یقیناً ایسے وسیلے والے کا عقیدہ خراب ہے اس پر یہ آیت فٹ آتی ہے۔ لیکن جو شخص ایسے شرکیہ عقائد سے بیزار ہے محض وسیلہ کی وجہ سے اس پر یہ آیت چسپاں کرنا آیت کا بے جا استعمال ہے ۔کیونکہ صرف وسیلہ تو شرک نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ عقیدہ کا فساد شامل نہ ہو۔

سفارش دو قسم کی ہیں: قرآن مجید میں متعدد مقامات پر دو قسم کی سفارش کا ذکر کیا گیا ہے ایک جبری اور قہری سفارش، دوسری بمعنی درخواست اور التجا ہے۔ جبری سفارش کا مطلب یہ ہے کہ کسی ہستی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر دباؤ ڈال کر زبردستی ہمارا یہ کام کرادے گا جیسا کہ مشرکین مکہ کا اپنے معبودانِ باطلہ کے متعلق یہ عقیدہ تھا تو اس قسم کی سفارش کی قرآن مجید میں جا بجا تردید کی گئی ہے۔ مثلاً آیت الکرسی میں فرمایا گیا ہے ﴿من ذالذی یشفع عندہ﴾ یعنی ایسا کون شخص ہے اس کے پاس سفارش کر سکے؟

یعنی ایسا کوئی شخص ہے ہی نہیں جو اس کے پاس سفارش کر سکے اور مشرکین مکہ اس عقیدہ کے مطابق کہتے تھے ﴿ھٰؤلآءِ شفعاؤ نا عند اللہ﴾ اور اسی فاسد عقیدے کے تحت کہتے تھے ﴿ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی﴾ اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی قہری اور جبری سفارش کی تردید فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر دباؤ ڈالنے والا اور زبردستی منوانے والا کوئی نہیں ہے۔ لیکن سفارش بمعنی دعا اور درخواست ہے تو اس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا اجازت دی ہے اس آیت الکرسی کو دیکھ لیجئے یعنی اللہ تعالیٰ ذات پر جبر اور زبردستی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ سفارش تو وہاں نہیں چلتی البتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دعا درخواست والی سفارش چلے گی انبیائے کرام، ملائکہ، اولیاء اللہ چھوٹے چھوٹے بچے حفاظ قرآن علمائے

دین اور خود اللہ تعالیٰ کا قرآن درجہ بدرجہ سب سفارش کرینگے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ﴿یوم یقوم الروح والملائکة صفا لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا﴾ (سورة نباء)

ترجمہ: ”جس روز تمام ذی روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے کوئی بول نہ سکے گا بجز اس کے جن کو رحمٰن اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے۔“

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ سفارش جبر کی تردید فرما کر سفارش یعنی دعا ودرخواست کی اجازت دی ہے بلکہ سفارش بمعنی دعا ودرخواست کو قرآن مجید میں کار ثواب فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها ومن یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها﴾ (سورة النساء آیت ۸۵)

ترجمہ: ”جو شخص اچھی سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرے اس کو اس کی وجہ سے حصہ ملے گا۔“

تو معلوم ہوا کہ کسی کی اچھی سفارش کی جائے اور اس کی سفارش کی وجہ سے اس کا کام ہو جائے تو اس کو اس اچھی سفارش کا حصہ یعنی ثواب ملتا ہے اور قرآن مجید میں جس اچھی سفارش کو کار ثواب قرار دیا گیا ہے وہ عام ہے خواہ یہ سفارش کسی آدمی کے سامنے کی جائے ۔یا رب العالمین کے دربار میں دعا درخواست کی شکل میں کی جائے بہرحال ایسی سفارش کار ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی ترغیب دی ہے اور یہی تو سفارش تھی جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کے لئے کرائی جس کو کیپٹن صاحب کی پارٹی بھی تسلیم کرتی ہے لہٰذا تمام قسم کی سفارشات کو ایک بنا کر سب کو شرک کہنا اور شفاعت قہری والی آیات اس پر فٹ کرنا پرلے درجے کی حماقت اور انتہائی درجہ کی تحریف

قرآن ہے۔جس کے بغیر کیپٹن صاحب کی پارٹی کو چارہ کار نہیں کیونکہ جب تک یہ لوگ قرآن وحدیث میں اس قسم کی تحریف نہ کریں ان کا من بھاتا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔اس لئے یہ بیچارے تحریفات وتلبیسات کرنے میں مجبور ہیں۔

توسّل کے چند دلائل:

الحمدللہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفاعت بمعنی دعا ودرخواست ثابت وجائز ہے جس کی صورت یہ ہے کہ کسی نیک آدمی کو کہا جائے کہ آپ ہمارے لئے فلاں فلاں دعا فرمائیں اوراس صورت کو بخاری شریف میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وسیلہ قرار دیا اسی طرح یہ بات بھی کتاب وسنت سے ثابت ہے۔کہ ایمان واعمال صالحہ کا وسیلہ دنیا میں بھی جائز وثابت ہے اورانبیاء وصالحین کا وسیلہ بھی اسی لئے پیش کیا جاتا ہے کہ توسل کرنے والے کو انہیں سے محبت وعقیدت ہے وسیلہ بالذات بھی درحقیقت وسیلہ بالاعمال ہے۔کیونکہ اللہ کے پیاروں کے ساتھ محبت بھی ایک نیک عمل ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے ﴿افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ﴾ (جامع صغیر ج ا ص ۴۸ بحوالہ ابو داؤد)

یعنی اللہ تعالی کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھنا افضل اعمال میں سے ہے یا بقول حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب توسل خواہ احیاء سے ہو یا اموات سے ذوات سے ہو یا اعمال سے اپنے اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے بہرحال اس کی حقیقت اوران سب صورتوں کا مرجع توسل برحمہ اللہ علیہ ہے بایں طور کہ فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں یا فلاں نیک عمل اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی عطا اور رحمت ہے اس سے توسل کرتا ہوں چونکہ توسل بالرحمۃ کے جواز میں بلکہ ارجی للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور یہ سب صورتیں مذکورہ کو شامل ہیں۔ (احسن الفتاوی ج ا ص ۳۳۲ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ)

قارئین کرام! توسل کی مذکورہ بالا صورت باجماع امت جائز ہے امام ابن تیمیہ اوراس کے بعض ہم خیال علماء مثلا صاحب روح المعانی وغیرہ بھی اس کو جائز کہتے ہیں اس لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ توسل کی اصل حقیقت واضح ہوجانے کے بعداس مسئلہ میں صرف نزاع لفظی ہی رہ جاتا ہے دیکھئے ''تسکین الصدور'' اور پھر دلائل کی ضرورت باقی نہیں رہتی تاہم چند دلائل آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر(۱) اللہ تعالیٰ قوم یہود کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا﴾ ''وہ یہود پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔''

یعنی قوم یہود آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے اپنے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی ذات اقدس کے توسل سے دعا مانگا کرتے تھے اور آیت مذکورہ کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔

(تفسیر روح المعانی ج ا ص ۳۲۰)

واضح ہو کہ قوم یہود کے اس توسل پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نکیر نہیں فرمائی بلکہ اس کو نقل فرما کر سکوت فرمایا جس سے مسئلہ توسل کی تائید ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ قوم یہود کا توسل آپ ﷺ کی ذات اقدس سے تھا اس لئے کہ ان کی کتابوں میں آپ ﷺ کی تعریف اور پیش گوئیاں لکھی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے وہ آپ ﷺ سے متعارف تھے اور آپ ﷺ سے محبت رکھتے اس تعارف اور محبت کی وجہ سے آپ ﷺ کی ذات اقدس کا توسل کرتے تھے البتہ جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو حسد میں مبتلا ہو کر آپ ﷺ کا انکار کر دیا کیپٹن صاحب نے روح المعانی کے حوالہ جات دے کر یہ باور

کرانے کی کوشش کی ہے کہ وہ ہر قسم کے توسل کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ توسل کی تمام صورتوں کا انکار نہیں کرتے۔ دیکھئے یہ حوالہ ہی صاحب روح المعانی کا ہے جس سے آیت قرآنی کے ذریعہ توسل کو ثابت کیا گیا۔

دلیل نمبر (۲): حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعه قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویدعوا بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک بمحمد نبی الرحمة انی وجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعه فی.

(ترمذی ج ۲ ص ۱۹۸، وقال حسن صحیح غریب، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، ابن ماجه ص ۱۰۰، مستدرک ج ۱ ص ۳۱۳، الترغیب و الترھیب، ص ۲۴۱، قال رواہ النسائی وابن خزیمه فی صحیحه مشکوۃ ص ۲۱۹، البدایة والنھایة ج ۶ ص ۱۶۱ کتاب الاذکار ص ۱۶۷)

ترجمہ: ایک نابینا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ حضرت! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے عافیت عطا فرمائے یعنی بینا کردے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور صبر ہی تیرے لئے بہتر ہے اس نے کہا حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا پڑھے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی الرحمۃ ہیں کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے ہاں بطور وسیلہ کے پیش کرتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ تو ان کی شفاعت کو میرے حق میں

قبول فرما اور کتب حدیث میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ اس نابینا آدمی نے جب آپ ﷺ کا وسیلہ دے کر دعا مانگی تو اس کی بینائی واپس لوٹ آئی

قارئین کرام! مذکورہ بالا حدیث کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے (مستدرک ج ۱ ص ۳۱۳، التلخیص مع مستدرک ص ۵۴۶ مستدرک، ص ۵۱۹)

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰۶) علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح'' کہا ہے (وفاء الوفاء ۲/ ۴۲۰) امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے

کیپٹن صاحب کا مبنی بر دجل وفریب اس حدیث پر اعتراض

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث پر کیپٹن صاحب جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک مرد نابینا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینا کر دے پھر ان صاحب نے کہا کہ پروردگار میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی (ﷺ) نبی الرحمۃ کے ذریعہ رخ کرتا ہوں اور یہ واقعہ بعض روایتوں میں آپ ﷺ کی زندگی کا ہے اور بعض میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد کا لیکن اس کے ہر ایک طریق میں ابو جعفر ہے جس کو امام مسلم وضاع (حدیثیں گھڑنے والا) بتاتے ہیں۔ (خطبہ صحیح مسلم ص ۶۰۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر المدنی وضاع ہے۔ (شرح مسلم ص ۱۷ ج ۲)

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو وضاع کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۸)

(یہ مزار یہ میلے ص ۲۷)

قارئین کرام! یہ ہے کیپٹن صاحب کی اس حدیث کی سند پر جرح جو کہ سراسر دجل

وفریب پر مبنی ہے اور اب اس دجل وفریب سے پردہ چاک کیا جاتا ہے کہ صحیح صورت حال آپ کے سامنے آجائے۔

الجواب باسم ملہم الصواب: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کی سند میں ایک راوی موجود ہے جس کی کنیت ابوجعفر ہے اور اکثر حدیث کی کتابوں میں اس کنیت کا ذکر ہے، نام کی تصریح نہیں ہے اور یہ بھی آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب التہذیب" ج ۶ ص ۳۲۴ تا ص ۳۲۶ تک من کنتہ ابوجعفر کے تحت چودہ راویوں کا ذکر کیا ہے جن کی کنیت ابوجعفر ہے اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو بخاری و مسلم اور دیگر صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے بعضوں کی توثیق اور بعضوں کی تضعیف کی ہے۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کا جو راوی ابوجعفر ہے اس سے کون سا ابوجعفر مراد ہے؟ مثلاً ابوجعفر رازی تمیمی ہے جس کا نام عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ماہان ہے ابوجعفر سمنانی ہے۔ جس کا نام محمد بن جعفر ہے یا ابوجعفر انصاری مدنی مؤذن ہے جس کا نام محمد بن علی ہے یا ابوجعفر قاری مدنی مخزومی ہے، یا ابوجعفر ہاشمی مدنی مدائنی ہے جس کا نام عبداللہ بن مسور بن جعفر بن ابی طالب ہے یا ابوجعفر انصاری خطمی مدنی ہے جس کا نام عمیر بن یزید بن عمیر بن حبیب بن حماشہ ہے۔

بہرحال جعفر کنیت والے راوی بہت ہیں البتہ نام سب کا علیحدہ علیحدہ ہے اور یہ بات تحقیق طلب تھی کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کونسا ابوجعفر ہے اس کا نسب اور نام کیا ہے تاکہ رجال کی کتب سے تحقیق کی جائے کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ اس کی حدیث قابل قبول ہے یا مردود ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب نے از خود یہ بات بنا ڈالی کہ یہ

وہ ابو جعفر ہے جس کا نام عبداللہ بن مسور بن جعفر مدنی مدائنی ہے۔ چنانچہ مسلم شریف کے حوالہ سے کیپٹن صاحب نے لکھ دیا کہ ابو جعفر عبداللہ بن مسور مدائنی حدیثیں وضع کرتا تھا اسی طرح نووی شرح مسلم کا حوالہ بھی درج کر دیا کہ ابو جعفر عبداللہ بن مسور ہاشمی مدائنی ضعیف ہے حدیثیں وضع کرتا تھا اسی طرح دوسرے محدثین نے بھی ابو جعفر عبداللہ بن مسور ہاشمی مدائنی پر جرح کی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سند کے اندر جو ابو جعفر آیا ہے وہ یہی عبداللہ بن مسور ہاشمی مدائنی ہے جس کی مسلم اور نووی میں تضعیف کی گئی ہے حالانکہ نہ تو حدیث کی کتابوں میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہے جس سے اس ابو جعفر عبداللہ بن مسور ہاشمی مدائنی کو متعین کیا جا سکے اور نہ ہی آج تک کسی محدث نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس سند میں ابو جعفر سے مراد عبداللہ بن مسور ہے جن پر امام مسلم امام نووی نے شدید جرح کی ہے۔ لیکن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکرانے کے لئے کیپٹن صاحب نے اپنی طرف سے یہ بات خود طے کر دی ہے کہ یہاں ابو جعفر سے مراد عبداللہ بن مسور ہے حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے بلکہ کیپٹن صاحب کا دجل وفریب ہے جس کے ذریعہ اس نے سادہ لوح خصوصا اردو خواندہ حضرات کو دجل وفریب کے دھوکہ میں ڈالا ہے۔

حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی سند میں کون سا ابو جعفر ہے؟

بہر حال یہ بات تو یقینی ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی سند میں ابو جعفر عبداللہ مسور مدنی مدائنی نہیں ہے لیکن اب سوال ہوگا کہ یہ کونسا ابو جعفر ہے؟ تو قرائن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کا راوی عمیر بن یزید ابو جعفر مدنی انصاری و خطمی ہے اور یہ ابو جعفر ثقہ اور عادل ہے۔ چنانچہ تہذیب التہذیب ج ۴ص ۱۴۶ پر اس کا ترجمہ اور توثیق ملاحظہ فرمائیے کیونکہ احادیث کی جتنی کتابوں میں یہ حدیث باسند مروی ہے وہاں یہ تصریح موجود

ہے کہ ابو جعفر خطمی ہے یا خود اس کے نام کی تصریح ہے چنانچہ امام طبرانی اپنی سند میں ابو جعفر خطمی مدنی کی تصریح کرتے ہیں

امام ابوبکر بن السنی اس حدیث کی سند میں لکھتے ہیں: ''**عن ابی جعفر المدنی وھو الخطمی عمل الیوم واللیل.**'' (ص۲۰۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی اور **عمل الیوم واللیلة لابن السنی** کا جو نسخہ دار الفکر بیروت کا مطبوعہ ہے اس میں تصریح موجود ہے: **عن ابی جعفر عمیر بن یزید بن خراشه** (عمل الیوم واللیلة مطبوعہ بیروت ص۲۰۵)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی سند یہ ہے کہ: **حدثنا ابو جعفر الخطمی** (مسند ج۵ ص۱۲۸) اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو ابو جعفر المدنی الخطمی نقل کرتے ہیں اور ترمذی شریف مطبوعہ مصر میں بھی لکھا ہوا ہے **الخطمی یعنی حدیث عثمان** رضی اللہ عنہ میں ابو جعفر خطمی مراد ہے اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **وسائر العلماء قالو ھو ابو جعفر الخطمی وھو الصواب** یعنی تمام علماء فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث کا راوی ابو جعفر خطمی ہے اور یہی درست وصواب ہے اور دوسرا قرینہ یہ بھی ہے کہ تمام محدثین جو اس حدیث کو روایت کرتے ہیں ساتھ ساتھ اس کی توثیق اور تصحیح بھی فرماتے ہیں دیکھئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس کو صحیح کہا اور دیگر محدثین کی رائے بھی پہلے گزر چکی ہے جنہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو حضرات محدثین کرام کی تصحیح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا راوی ابو جعفر عبد اللہ بن مسور مدائنی نہیں ہے وہ تو وضاع ہے۔ اگر حدیث کا راوی یہی ہوتا تو محدثین قطعاً اس حدیث کی تصحیح نہ فرماتے لہٰذا ان کی تصحیح دلیل ہے اس بات کی یہ ابو جعفر مدائنی نہیں ہے جب وہ نہیں ہے تو یقیناً ابو جعفر عمیر بن یزید الخطمی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہے جیسا کہ محدثین نے الخطمی رحمۃ اللہ علیہ اور اس

کے نام کی تصریح فرمادی ہے۔

فائدہ: ان دونوں راویوں میں اشتباہ اس لئے ہو جاتا ہے کہ بہت نسبتیں ان کے درمیان مشترک ہیں مثلاً ان دونوں کے ناموں کے ساتھ ابو جعفر کی کنیت اور المدنی المدینی کی نسبت لگائی جاتی ہے البتہ نام ہر ایک کا جدا جدا ہے اور الخطمی اور المدائنی ان دونوں میں ما بہ الامتیاز ہیں۔ لہٰذا ان کے مکمل نام بمع نسبت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ابو جعفر عبداللہ بن مسور جعفر بن ابی طالب ہاشمی قرشی مدنی، مدائنی یہ راوی یقیناً وضاع ہے جیسا کہ مقدمہ مسلم میں صراحت ہے لیکن یہ حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا راوی نہیں ہے۔

(۲) ابو جعفر عمیر بن یزید انصاری مدنی اور مدینی و خطمی ہے یہی راوی ہے حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا اور یہ راوی ثقہ و عادل ہے محدثین نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ لیکن کیپٹن صاحب کی بد دیانتی کا حال دیکھئے کہ نام اور نسبت کے اختلاف و ما بہ الامتیاز کے باوجود ابو جعفر خطمی مدنی عمیر بن یزید کو ابو جعفر عبداللہ مسور مدائنی بتایا تا کہ اس دھوکہ بازی اور دجل وفریب کے ذریعہ اردو خواندہ حضرات کے ایمان کو آسانی سے لوٹا جا سکے العیاذ باللہ یہ ہے بد دیانتی اس شخص کی جو توحید کا علمبردار قرآن کا ٹھیکیدار اور اسلام کا دعویدار بھی ہے، بد دیانتی اس کی ہر بات و ہر کتاب میں موجود ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ: اب یہ بات واضح ہوگئی کہ ابو جعفر کنیت والے راوی کئی ہیں اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث کا راوی ابو جعفر خطمی ہے جیسا کہ جمہور محدثین نے فرمایا اور ترمذی شرف مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۷۷ میں بھی تصریح موجود ہے کہ وہ الخطمی ہے لیکن پاک و ہند میں ترمذی شریف کے جو نسخے طبع ہو رہے ہیں ان میں لکھا ہے کہ ھو غیر

الخطمی یعنی اس حدیث کا راوی ابوجعفر خطمی کے علاوہ کوئی اور ہے تو علماء اسلام نے فرمایا یہاں غیر کا لفظ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ مصری مطبوعہ ترمذی میں غیر کا لفظ نہیں ہے اور حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی تصریح ہے کہ یہ ابوجعفر خطمی ہی ہے لہٰذا پاک و ہند کی مطبوعات میں جو غیر کا لفظ موجود ہے اس کو کتابت کی غلطی پر محمول کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اور اگر بالفرض غیر کے لفظ کو درست مان لیا جائے تو ضروری نہیں غیر خطمی سے مراد ابوجعفر مدائنی ہو کیونکہ وہ تو وضاع ہے اگر امام ترمذی کے نزدیک یہی مراد ہوتا تو وہ اس کی تصریح کرتے یا کم از کم حدیث کو صحیح نہ کہتے کیونکہ وضاع کی حدیث کو کوئی صحیح نہیں کہتا لہٰذا اگر یہ غیر خطمی درست ہے تو وہ مدائنی کے علاوہ کوئی اور راوی ہے جس کی کنیت ابوجعفر ہے اور وہ امام ترمذی کے نزدیک معتبر راوی ہے اس لئے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

دلیل نمبر (۳) ابوامامہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ بن حنیف اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''**ان رجل کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجة له فکان عثمان لا یلتفت الیه فقال له عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ایت المیضاة فتوضاء ثم ایت المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة.**

(معجم صغیر طبرانی ص ۱۸۳، شفا الاسقام ص ۱۲۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۰،،)

ترجمہ: ''ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضروری کام کے سلسلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (غالباً بوجہ مصروفیت) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ اس کی حاجت براری کرتے وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جا اور وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ

پھر کہہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور بوسیلہ حضرت محمد ﷺ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمۃ ہیں......الخ

اس روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اس کی دعا کی برکت سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعظیم وتکریم بھی کی اور اس کا کام بھی پورا کردیا امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **ھذا الحدیث صحیح** یعنی یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ منذری بھی اس روایت کو نقل کرکے امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی **الحدیث صحیح** کی تائید کرتے ہیں (الترغیب الترہیب ج ا ص ۲۴۲)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت دو سندوں سے روایت کی ہے اور پھر آگے سند بیان کی (شفاء السقام ص ۱۲۵)

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کا توسل درست ہے. (شفاء السقام ص ۱۲۴)

اور ایسا ہی علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۰)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(ف): اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ درایۃ بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے (نشر الطیب ص ۲۵۳)

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ ﷺ کی ذات اقدس کا توسل آپ کی وفات کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ انہوں نے توسل والی دعا ایک شخص کو آپ کی وفات کے بعد سکھلائی جس کی برکت سے اس شخص کی

حاجت پوری ہوئی اور اس پر کسی نے نکیر بھی نہیں فرمائی اور اہل علم خوب جانتے ہیں راوی حدیث کا فہم معتبر ہوتا ہے۔

دلیل نمبر (۴): **عن امیة بن خالد بن عبد اللہ بن اسید عن النبی ﷺ انه کان یستفتح بصعالیک المهاجرین** (مشکوۃ ص۴۴۷)

ترجمہ: ''حضرت امیہ بن خالد بن عبداللہ بن اسید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ فقراء مہاجرین کے توسل سے دعا مانگا کرتے تھے۔''

یہ روایت جامع صغیر ص ۱۱۷ پر بھی بحوالہ طبرانی و ابن ابی شیبہ موجود ہے

دلیل نمبر (۵): **فقال النبی ﷺ هل تنصرون و ترزقون الا بضعفائکم**

(بخاری ج ۱ ص ۴۰۵)

ترجمہ: ''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو رزق اور دشمن پر فتح تمہارے کمزوروں کے طفیل اور توسل سے ہی میسر ہوتی ہے۔''

یہ روایت مشکوۃ شریف میں بحوالہ ابوداؤد بھی مروی ہے۔

دلیل نمبر (۶): **عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال یاتی زمان یغزو فیه فیسأم من الناس فیقال فیکم من صحب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح علیه ثم یاتی زمان فیقال فیکم من صحب اصحاب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح ثم یاتی زمان فیقال فیکم من صحب صاحب اصحاب النبی ﷺ فیقال نعم فیفتح** (بخاری ج ۱ ص ۴۰۶)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) نے

ارشادفرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ فوج درفوج جہاد کرینگے تو پوچھا جائے گا کیاتم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کو آپ ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہوتو کہا جائے گا کہ ہاں ہے یعنی ہم میں صحابی رسول ﷺ موجود ہے تو ان کو اس صحابی رسول ﷺ کے طفیل فتح نصیب ہوگی پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ پوچھا جائے گا کیا تم میں ایسا شخص ہے جس کو کسی صحابی رسول ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی ہوتو کہا جائے گا۔ ہاں! تو ان کو اس تابعی کے طفیل فتح نصیب ہوگی پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی شخص ہے جس نے رسول ﷺ کے صحابہ کی صحبت والوں کی صحبت پائی ہوتو کہا جائے گا ہاں ہے تو اس کے طفیل فتح نصیب ہو گی۔''

دلیل نمبر(۷): عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ما خرج رجل من بیته الی الصلوة فقال اللهم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشائ هذا فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة خرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک اسئلک ان تنقذنی من النار وان تغفرلی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت الا وکل الله به سبعین الف ملک یستغفرون له واقبل الله عزوجل علیه بوجهه حتی یفرغ من صلاته. (عمل الیوم واللیلة ص ۴۰،ابن ماجه ص ۵۷،مسند ابن خزیمه فی کتاب التوحید طبرانی، نووی فی کتاب الاذکار)

نوٹ: محدثین نے اس حدیث کی تحسین فرمائی۔

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''جو شخص نماز کے لئے اپنے گھر سے نکلتے وقت دعا مذکورہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف توجہ

فرماتے ہیں اور ستر ہزار فرشتوں کو اس کی دعا مغفرت کے لئے مقرر فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہو جائے۔''

قارئین کرام! مسئلہ توسل کے عقلی، نقلی دلائل بکثرت موجود ہیں جن کو علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں جمع فرمایا ہے لہٰذا تحقیق مزید کے لئے علماء اسلام کی کتب خصوصا: انوار الباری، ج ا ص ۲۰۶، ۲۳۸، تسکین الصدور ص ۳۸۷ تا ۴۲۸، خیر الفتاوی، ج ا ص ۱۹۱، ۱۹۸، مقام حیات، ہدیۃ الحیر ان، احسن الفتاوی ج ا ص ۳۳۲، ۳۳۵)

البتہ چند باتیں اس مسئلے سے متعلق ذہن نشین فرمالیں تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔

کیا دعا میں بحق فلاں کہنا مکروہ ہے؟

کیپٹن صاحب نے علماء احناف کی کتابوں کے چند حوالہ جات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ خود آئمہ احناف اور فقہاء احناف دعا میں بحق فلاں کو ناجائز اور مکروہ لکھتے ہیں۔ حالانکہ فقہائے اسلام بحق فلاں کو مکروہ کہہ کر توسل سے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کا مقصد فرقہ معتزلہ وغیرہ کی تردید کرنا ہے کیونکہ معتزلہ وغیرہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نیکیوں پر ثواب اور برائیوں پر عذاب دینا اللہ تعالیٰ پر ضروری، لازم اور حق ہے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا تو اس کا عدل باقی نہ رہے گا اور اس کو بخل اور جہل لازم آئے گا جبکہ اہل السنّت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اس پر کسی کا حق عائد و لازم نہیں ہے۔ ہاں! محض اپنے ارادہ اور فضل وکرم سے جس حق کا وعدہ فرمایا ہے وہ بجا ہے اور اس میں نہ تو کلام ہے اور نہ اس سے جبر لازم آتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ پر اپنے بندوں کے متعلق کوئی چیز لازم نہیں ہے البتہ محض اپنی مہربانی سے اگر کسی چیز کا بطور حق کے التزام فرمالیں تو یہ اور بات ہے قرآن مجید

میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: حقا علینا ننج المومنین (سورۃ یونس)

ترجمہ: ''حق ہے ہم پر ہم مومنین کو نجات دیں گے۔''

اور حق بھی بحسب وعدہ ہے یعنی از خود التزام ہے نہ کہ الزام ہے اور اس معنی میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ہاں یہ سمجھ کر کہنا کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق لازم ہے مکروہ ہے تو ہمارے فقہاء اسلام اور ائمہ احناف رحمۃ اللہ علیہم نے اس غلط معنی کی وجہ سے بحق فلاں کہنے کو مکروہ لکھا ہے گویا فقہاء اسلام فرقہ معتزلہ وغیرہ کے غلط نظریہ کی تردید فرمارہے ہیں۔ ورنہ اگر کسی شخص کا عقیدہ صحیح ہے اور حق سے مراد وہ حق ہے جو بحسب وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اسی معنی میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

''خدایا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ''

لہٰذا فقہاء اسلام کی اس قسم کی عبارت کو نقل کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ فقہاء اسلام توسل کو اور بحق فلاں کو مکروہ لکھتے ہیں ایک قسم کا دھوکہ ہے اور تلبیس ہے۔

کیپٹن کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت گرانے کی کوشش

سابق میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی جس میں توسل کا ثبوت ہے لیکن کیپٹن صاحب توسل کے منکر ہیں۔ اس لئے اس حدیث کی حیثیت کو گھٹاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ واقعہ بعض روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہے اور بعض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا کیپٹن صاحب کا مقصد حدیث کا ناقابل اعتماد بنانا ہے کہ بعض روایتوں میں یہ واقعہ یعنی آپ کے توسل کے ذریعہ دعا مانگنے کا آپ کی زندگی کا ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے یعنی خود واقعہ مشکوک ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو واقعات ہیں اور دونوں سچے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک نابینا شخص نے آپ کے

توسل سے دعا مانگی تو اس کی بینائی واپس آگئی اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد راوی حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے یہی دعا حاجت مند شخص کو سکھائی تھی اور اس نے یہی توسل والی دعا کے ذریعہ اپنی حاجت مانگی تو اس کی حاجت پوری ہوگئی بہرحال دونوں واقعات درست ہیں اور کوئی ضد والی بات نہیں ہے۔''

کیپٹن صاحب کو کسی حدیث پر جرح کرنے کا حق نہیں ہے:

کیپٹن صاحب نے حضرت نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ابوجعفر کی وجہ سے جرح کی ہے حالانکہ کیپٹن صاحب کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی حدیث کو ضعیف اور موضوع کہے۔ کیونکہ یہ بات پہلے باحوالہ گزر چکی ہے کہ کیپٹن صاحب کہتے ہیں کہ راویوں پر جرح وتعدیل نقل کرنے والے علماء، اسماء رجال حیات وسماع کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ومشرک ہیں تو جب ایک چیز کے راوی اور ناقل ہی نا قابل اعتماد ہیں تو ان کی نقل پر کوئی اعتماد نہیں۔ لہٰذا خود کیپٹن صاحب کی جرح ہی نا قابل اعتماد ہے اس لئے خواہ مخواہ رجال کی کتابوں کے حوالہ جات نقل کر کے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے ورنہ اس کی تو جرح مردود ہے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے جرح نقل کرنا:

کیپٹن صاحب ابوجعفر راوی پر جرح کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ امام احمد ابوجعفر کو وضاع کہتا ہے ۔

(یہ مزار یہ میلے ص ۳۷)

حالانکہ کیپٹن صاحب اپنی کتابوں اور رسالوں میں جابجا امام احمد بن حنبل کو عقیدہ حیات وسماع کی وجہ سے معاذ اللہ کافر کہتا ہے اور پھر اسی کافر کی باتوں سے راویوں پر جرح کرتا ہے۔ کیا کافر کی بات معتبر ہے کافر کی جرح تو خود غلط ہے۔ کیپٹن صاحب کو کچھ سمجھ نہیں

آتا ایک شخص کو کافر بھی کہتا ہے اور اس کے اقوال بھی اپنی تائید میں نقل کرتا ہے کیونکہ مقصد لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا ہے۔

توسل کو شرک کہنا شرک کی حقیقت سے جہالت کی دلیل ہے:

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں آج تک کسی مسلمان نے توسل کی کسی صحیح صورت کو شرک نہیں کہا اور نہ ہی شرک کی تعریف اس پر صادق آتی ہے کیپٹن مسعود پہلا شخص ہے جس نے ایک ثابت شدہ حقیقت کا انکار کر دیا اور اس کو شرک کہہ ڈالا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرنا اے اللہ اپنے فلاں نبی یا ولی کے طفیل یا ان کے وسیلے سے میری مغفرت فرما، اس میں کون سا شرک آ گیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے کو اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں شریک نہیں بنایا گیا بلکہ ان کی محبت وعقیدت کی وجہ سے اس کا صرف وسیلہ دیا گیا۔ لہٰذا توسل کو شرک کہنا جہالت ہی جہالت ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ فلاں نبی، فلاں صحابی نے دعا میں وسیلہ کیوں نہیں دیا۔ تو عرض ہے کہ یہ وسیلہ کوئی فرض وواجب نہیں ہے لہٰذا اگر کسی نے وسیلہ نہیں دیا تو بھی جائز ہے اگر کسی نے دیا تو یہ بھی ثابت ہے بہر حال سب انبیاء واولیاء سے توسل کا ثبوت مانگنا بھی جہالت ہے جتنا ثابت ہے جواز کے لئے کافی ہے۔

مسئلہ: ۱۵ الاستشفاع عند القبر الشریف یعنی آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس دعاء مغفرت کی درخواست کرنا

آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں بہ تعلق روح بجسدہ زندہ ہیں آپ ﷺ کی قبر مبارک جنت کا باغ ہے وہ زندگی ایک غیب کی چیز ہے جس کو ہم اپنے حواس سے محسوس نہیں کر سکتے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس زندگی کی اطلاع دی ہے اس لئے

اس غیب پر ایمان لانا ضروری ہے اور قبر شریف میں روح اور جسد کے تعلق کی وجہ سے آپ ﷺ زائرین کا سلام سنتے ہیں اور جواب مرحمت فرماتے ہیں۔اس عقیدے پر کتاب وسنت ناطق ہیں اور اجماع امت مستزاد ہے۔

دلائل کی تفصیل بندہ عاجز کی کتاب ''قبر کی زندگی'' میں ملاحظہ فرمایئے۔بہر حال قبر کی زندگی حق وسچ مسلمہ حقیقت ہے اور اسی زندگی کی وجہ سے بعد از سلام آپ ﷺ کی خدمت میں یہ درخواست کرنا بھی جائز ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ آپ ہمارے لئے دعاءِ مغفرت فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش فرمائیں کہ ہماری فلاں حاجت کو اللہ تعالیٰ پورا فرمائے وغیرہ وغیرہ۔اسی طرح اگر کسی شخص نے زائر کو کہا کہ بوقت زیارت حاضری میری طرف سے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو اس کی طرف سے سلام بھی پیش کرے اور یہ سب باتیں کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں چنانچہ چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر(۱): ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیماً. (سورة النساء آیت ٦٤)

ترجمہ: ''اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالی سے معافی چاہتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے۔''

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''یہ آیت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ ﷺ اس کے لئے

دعائے مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ ﷺ کی دنیوی حیات کے زمانہ میں ہوسکتی تھی۔ اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ج۲ص۴۵۹)

مندرجہ ذیل تفسیروں اور کتابوں میں اس آیت کی بنیاد پر یہی لکھا ہے کہ حیات دنیوی کے بعد بھی آپ ﷺ کے مزار اقدس پر آپ سے طلب شفاعت جائز ہے کیونکہ آیت مذکورہ کا حکم آپ کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔

(تفسیر مدارک ص۳۹۹، تفسیر البحر المحیط لابی حیان اندلسی ج۱ص۲۸۲، تفسیر قرطبی ج۵ص۲۶۵، تفسیر ابن کثیر ص۵۲۰، جذب القلوب فارسی ص۱۹۶، وفاء الوفاء للسمہودی، آب حیات ص۴۰، نشر الطیب ص۲۱۹، اعلاء السنن ج۱۰ص۳۳۰، فتاوی رشیدیہ قسطلانی شرح بخاری ابن عساکر، کتاب الاذکار، ۱۸۵، رسائل الارکان، شعائر اسلام ص۶۱، المواہب اللدینہ مع الزرقانی ج۸ص۳۰۶، تطہیر الفواد من دنس الاعتقاد ص۵۱، تحریرات حدیث ص۲۵۶، مصباح الاسلام، احسن الفتاوی ج۴ص۵۵۱، فضائل حج ص۹۱۹)

دلیل نمبر (۲) وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول الله سمعت الله یقول لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدو الله توابا رحیما وقد جئت مستغفر لذنبی مستشفعا الی ربی. (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰، کتاب الاذکار ص ۱۸۵، تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۶۶، شفا الاسقام ص ۴۶، جذب القلوب ص ۱۹۵، رسائل الارکان ص ۲۸۰، فضائل حج ص ۹۰۴، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۴۱۱، المواهب مع الزرقانی ج۸ ص ۳۰۶، تطهیر الفواد من الفواد من دنس الاعتقاد ص ۵۱)

ترجمہ: ''عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے اور اگر بے شک وہ لوگ جب کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور اور ان کے لئے رسول اللہ ﷺ بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لئے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لئے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش پیش کرنے آیا ہوں۔قارئین کرام! یہ حکایت مشہور ہے اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے اور جس روایت کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے اس کی سند کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی وہ روایت خود بخود قابل قبول بن جاتی ہے۔

دلیل نمبر (۳): رواہ البیھقی عن طریق الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ رواہ ابن ابی شیبۃ بسند صحیح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ قال اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فجاء رجل الی قبر النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ !استق اللہ تعالیٰ لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ ﷺ فی المنام فقال ایت عمر رضی اللہ عنہ فاقرأہ السلام واخبرہ انھم مستسقون وقل لہ علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر رضی اللہ عنہ فاخبرہ فبکی عمر رضی اللہ عنہ ثم قال یا رب ماالوا الا ما عجزت عنہ .رواہ سیف فی الفتوح ان الذی رای المنام المذکور بلال بن حارث المزنی احد الصحابۃ .

(وفاء الوفاء للسمھودی ج۲ص ۱۳۷۱،بیھقی، ابن ابی شیبۃ)

ترجمہ: ''امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اعمش عن ابی الصالح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ روایت

نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے ایک شخص آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لئے بارش طلب فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک ہورہے ہیں تو خواب میں اس شخص کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا اور اس کو سلام کہہ اور اس کو خبر دے کہ ان پر بارش نازل کی جائے گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دے دانائی پر قائم رہے تو وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس آیا اور انہیں خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر فرمایا اے میرے رب! میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی مگر جس امر سے میں عاجز آ گیا

علامہ سیف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوح میں ذکر کیا ہے جس شخص نے خواب دیکھا وہ حضرت بلال بن حارث المزنی صحابی تھے۔ یہ واقعہ علامہ علی بن عبد الکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ سے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے (شفاء السقام ص ۱۳۰)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ کو پوری سند کے ساتھ نقل کر کے فرمایا ہے

ھذا سند صحیح (البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۹۲)

اس حدیث کے پہلے راوی حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ ہیں جن کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمار کرتے ہیں تجرید اسماء الصحابہ رضی اللہ عنہم ج ۲ ص ۴۷ اور بعض علماء نے اس کو تابعی لکھا ہے لیکن معروف صحابی ہیں۔ بہر حال ایک حقیقت ہے کہ صحابی رسول ﷺ نے آپ ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر استشفاع کیا اور بارش کے لئے دعا کرائی امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ کے آخر میں اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے

(تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۸ البدایہ النہایہ ج ۷ ص ۹۱)

مؤرخ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے۔ (ابن خلدون ج ۲ ص ۸۶۹)

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! (رضی اللہ عنہ) میں تجھے دانا ہی سمجھتا رہا اور تم اسی پر قائم رہے مگر اب تم کو کیا ہو گیا؟ (کہ تم نے دعا اور صلوۃ الاستسقاء ادا نہیں کی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خواب تم نے کب دیکھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا گزشتہ رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ (نماز استسقاء کے لئے) نکلے اور لوگوں میں بھی نماز کے لئے جمع ہونے کا اعلان کیا۔

(طبری ج ۴ ص ۹۸، البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۷۱)

اختصاراً اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے (الکامل لابن اثیر ج ۲، ص ۵۵۶)

یہ واقعہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیان کیا اور فرمایا کہ بلاشبہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ ایسا اور ایسا خیال کرتا ہے تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ بلال بن حارث رضی اللہ عنہ صحیح کہتا ہے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صحابی رسول اللہ کے استشفاع عند القبر الشریف کو بلا نکیر قبول فرمایا اور ان کے خواب کو سچ قرار دیا۔

دلیل نمبر (۴): قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ صحیح سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ ابو جعفر منصور رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے وقت جب دعا مانگوں تو منہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کروں یا قبلہ کی طرف کروں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بل استقبله و استشفع به فیشفعه الله قال الله تعالی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم...... الایة (الشفاء ج ۲ ص ۳۲) علامہ عبدالکافی السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وھو اسناد جید. (شفاء السقام ص ۱۱۵)

علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ واقعہ نقل فرما کر کہا ہے کہ یہ سند جید ہے۔ (وفا الوفاء

ص۴۲۲،نسیم الریاض ج۳ص۳۹۸)

ترجمہ: بلکہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہواور آپ ﷺ کوسفارشی بنااللہ تعالیٰ آپ کی سفارش قبول فرمائے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ولو انھم اذظلموا انفسھم﴾ اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ استشفاع کے قائل تھےاوران کا استدلال قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے ہےاور بالکل استدلال درست اور صحیح ہے کہ آیت مذکورہ کاحکم بعدازوفات بھی باقی ہے۔

دلیل نمبر (۵) مسئلہ استشفاع پر اجماع امت ہےاوراجماع امت بھی ایک شرعی دلیل اور حجت ہے۔ چنانچہ فقہاء ائمہ اربعہ سب کے سب آپ ﷺ کی قبرمبارک پر حاضری اور سلام کے وقت استشفاع کا مشورہ دیتے ہیں۔چنانچہ مندرجہ ذیل کتب میں استشفاع اوراس کا طریقہ لکھاہواہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ، مالکیہ،شافعیہ،اورحنابلہ حضرات اس استشفاع کے قائل ہیں۔

(نورالایضاح ص۱۹۱، فتح القدیر ج۴ص۳۳۸،فتاوی عالمگیریہ ج۱ص۲۸۲رسائل الارکان ص۲۸۱، وفاء الوفاء ج۲ص۴۲۳،معلم الحجاج ص۳۲۵،طحاوی ص۴۰۶،مجمع الانہارص۳۱۳،کتاب الاذکارص۱۸۴ الایضاح فی المناسک ص۴۹۸لباب المناسک مع شرح المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط ص۳۳۹،المنحۃ الوہبیۃ ص۱۲،شامی ج۲ص۳۵۴،شرح شفاءج۳ص۵۲۰،زبدۃ المناسک ص۱۴۰)

الغرض تمام علماء اسلام نے اس پر اجماع کیا ہے کہ بوقت زیارت استشفاع جائز ہےاوراگرکسی نے اجماع منعقد ہوجانے کے بعداجماع کے خلاف کوئی قول کیا ہے تواس کے قول کا کوئی اعتبارنہیں ہے کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

ازالہ شبہ: توسل اوراستشفاع کے منکرعوام الناس کے دلوں میں وساوس پیدا کرتے ہیں

کہ یہ مسائل فلاں فلاں صحابہ سے ثابت نہیں وہ صحابہ فلاں موقع پر آپ ﷺ کے مزار مبارک پر کیوں نہ گئے اور فلاں کیوں گیا؟ درحقیقت یہ وساوس ہیں کیونکہ یہ توسل اور استشفاع فرض وواجب نہیں ہے چند ایک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کا اثبات وجواز کافی ہے ورنہ کتنے مستحبات اور جواز ہیں جن کو فرداً فرداً تمام صحابہ کرام سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی فرداً فرداً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اثبات ضروری ہے بلکہ کوئی عمل اگر کسی ایک صحابی سے ثابت ہو جائے تو اگر تعارض کی صورت پیدا نہ ہوتی ہو تو استحباب کے لئے کافی ہے لہٰذا استشفاع حضرت بلال رضی اللہ عنہ مزنی، ایک اعرابی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے استحباب وجواز کے لئے کافی ہے۔ جبکہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ سکوت فرمایا پھر پوری امت نے تسلیم کیا تو اس مسئلہ کو مزید تقویت حاصل ہو گئی۔

کیپٹن کو احادیث کے ضعیف کہنے کا کوئی حق نہیں:

یہ بات کئی دفعہ باحوالہ گزر چکی ہے کہ کیپٹن صاحب خود لکھ چکے ہیں کہ اسماء الرجال کے علماء حیات وسماع کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ومشرک ہیں تو جب کیپٹن جرح وتعدیل کے ناقلین کو مشرک وکافر کہتا ہے۔ تو ان کی نقل پر کیا اعتماد رہ جاتا ہے؟؟ لہٰذا کیپٹن صاحب کا بعض روایات حدیث کے متعلق جرح کے الفاظ نقل کرنا ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرنا خطرناک دھوکہ ہے اور بہت بڑی تلبیس ہے۔ کیونکہ جب جرح نقل کرنے والے خود مجروح بلکہ کافر ومشرک ہیں۔ تو ان کی نقل سے حدیث کیسے ضعیف ثابت ہو گی لیکن کیپٹن صاحب اپنے مطلب کو حاصل کرنے کے لئے اور اردو خواندہ حضرات کو دھوکہ دینے کے لئے کئی حوالے دے ڈالتا ہے کہ فلاں راوی کو فلاں نے کذاب کہا فلاں نے ضعیف کہا وغیرہ۔ لیکن درحقیت کیپٹن صاحب خود ضعیف اور کذاب کہنے والوں کو کافر ومشرک کہہ چکا

ہے تو کافروں اور مشرکوں کی بات کا کیا اعتبار ہے۔

استشفاع قطعاً شرک نہیں بن سکتا: شرک تو یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کو اللہ کی ذات یا صفات میں یا اس کے مخصوص کاموں میں شریک اور حصہ دار بنایا جائے جبکہ استشفاع یہ ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ درخواست کی جائے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمائے، یا ہمارا فلاں کام کر دے۔ تو یہاں دعا کرائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کر دے آپ ﷺ سے دعا نہیں مانگی جا رہی ہے نہ ہی آپ ﷺ کو اختیارات کا مالک سمجھا جا رہا ہے آپ ﷺ سے تو صرف دعا کرائی جا رہی ہے اور یہی دعا تو آپ ﷺ کی حیات دنیوی میں بھی کرائی جاتی تھی اور اب حیات قبر و برزخ میں بھی کرائی جا رہی ہے اور دعا کا یہ طریقہ شرک ہوتا تو حیات دنیوی میں بھی شرک ہوتا حالانکہ حیات دنیوی میں سب لوگ استشفاع کے قائل ہیں اور صحیح حدیثوں سے ثابت بھی ہے۔ لہٰذا جب حیات دنیوی میں استشفاع شرک نہیں تھا تو اب حیات قبر میں بھی شرک نہیں بن سکتا اور کوئی ایسا فعل ہے ہی نہیں تو حیات دنیوی میں تو مشرک نہ ہو لیکن حیات قبر میں جا کر مشرک بن جائے۔ بہر حال **استشفاع من القبر الشریف** کو شرک کہنا در حقیقت شرک کی تعریف اور ان کی حقیقت سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

باقی رہے مشرکین مکہ تو وہ شفاعت جبری اور قہری کے قائل تھے نیز وہ اپنے سفارشیوں کی عبادت کرتے تھے لہٰذا اسلامی سفارش یعنی توسل اور استشفاع کو مشرکین مکہ کی شفاعت قہری سمجھنا قرآن پاک کی تحریف اور اردو خواندہ حضرات کو تلبیس میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ العیاذ باللہ

مسئلہ:۶ حضور اکرم ﷺ افضل الانبیاء والمرسلین ہیں:

کتاب وسنت سے یہ عقیدہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سید ولد آدم اور افضل الانبیاء والمرسلین ہیں اور اسی پر اجماع امت ہے۔ کیونکہ ختم نبوت کا تاج آپ ﷺ کو پہنایا گیا بیت المقدس میں امام الانبیاء آپ ﷺ کو بنایا گیا قیامت تک کے جن وانس کے لئے آپ ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا آپ ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کو منسوخ قرار دیا گیا شفاعت کبریٰ کا مقام محمود بھی آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا عالم ارواح میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ ﷺ کی تائید ونصرت کا وعدہ لیا گیا آپ ﷺ کی امت خیر الامم ہے۔ لہذا آپ ﷺ افضل الانبیاء ہیں آپ ﷺ کو قرآن مجید دیا گیا جو تمام آسمانی کتابوں سے افضل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ افضل الانبیاء ہیں تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائی اس لئے بھی آپ ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے لیکن کیپٹن صاحب کو ماننے والے آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل وبرتر ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ منور سلطان لکھتا ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ میں غلو کا شکار ہو کر لوگ یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ ہمارا اور ہمارے مشائخ کا یہ عقیدہ ہے کہ ''سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمد رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں اللہ تعالیٰ سے قرب ومنزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہوسکتا آپ سردار ہیں۔ جملہ انبیاء ورسل کے اور خاتم ہیں سارے بزرگوں اور نبیوں کے جیسے کہ نصوص سے ثابت ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی دین اور ایمان ہے۔ اسی کی تصریح ہمارے مشائخ بہترین تصانیف میں کر چکے ہیں۔'' (عقائد علمائے دیوبند ص۲۳، اسلام یا مسلک پرستی ص۱۱۶)

قارئین کرام! مذکورہ بالا اقتباس علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز کتاب ''المہند علی المفند'' کا ہے جس میں آپ ﷺ کو تمام انبیاء کرام سے افضل و برتر کہا گیا لیکن منور سلطان کا اس پر ایمان نہیں ہے اور وہ آپ ﷺ کو افضل الانبیاء تسلیم نہیں کرتا اس لئے علمائے اسلام کے اس اجماعی عقیدہ کو غلو قرار دیتا ہے۔ حالانکہ غلو نہیں ہے بلکہ پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے آج تک کسی مسلمان نے اس کا انکار نہیں کیا لیکن کیپٹن صاحب کو ماننے والے اس کا انکار کرتے ہیں دلیل میں قرآن مجید کی آیت ﴿لا نفرق بین احد منهم﴾ پیش کرتے ہیں۔

منور سلطان آیت قرآنی کا غلط مطلب پیش کرتا ہے:

اولاً: آپ منور سلطان کا عقیدہ پھر اس کا آیت قرآنی سے غلط استدلال ملاحظہ فرمائیں بعدہ ان کے استدلال کی غلطی واضح کی جائے گی۔ چنانچہ لکھتا ہے: ''لیکن ہمیں اس فضیلت و برتری کے یقین کا اختیار ہمارا کیا حق اور استحقاق کہ ہم ان پاکیزہ ہستیوں کے درجے متعین کرتے پھریں، مقام مقرر کریں، ایک کو دوسرے پر افضل بتائیں کسی کی حیثیت دوسرے سے بڑھائیں ہمارا تو وہ انداز ہونا چاہیے جو اللہ نے قرآن میں ایمان والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ﴿لا نفرق بین احدمنهم﴾ (بقرہ۱۳۶، آل عمران۸۴)

﴿لانفرق بین احد من رسله﴾ (بقرہ آیت ۲۸۵) ''ہم ان رسولوں میں کسی میں کوئی فرق نہ کریں۔'' کسی بھی قسم کی تفریق سے دور رہیں کسی کے درجے حیثیت رُتبے منصب و مقام کا تعین نہ کریں وہ سارے کے سارے افضل الخلائق تھے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ محبوب مصطفیٰ بندے تھے لاکھوں، کروڑوں انسانوں میں سے اللہ نے صرف انہیں ہی ایک عظیم کام کے لئے منتخب کیا۔ ان سب کا اللہ کے یہاں اپنا اپنا ایک مقام ہے جو صرف اللہ ہی کو معلوم ہے

ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سب پر ایمان لائیں۔قرآن وحدیث نے جس فضیلت کا ذکر کیا ہے اس پر اتنا ہی ایمان لازم ہے اس میں مبالغہ کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کا تقابلی جائزہ نہ لیں، نہ ان کی فضیلت کی کھوج لگائیں نہ اپنی طرف سے کچھ طے کریں۔

(اسلام یا مسلک پرستی ص ۱۱۸)

محترم قارئین ! اپنی اس لمبی چوڑی لفاظی میں منور سلطان یہی کچھ کہنا اور منوانا چاہتا ہے کہ آپ ﷺ افضل الانبیاء نہیں ہیں اور اپنی تائید میں جن آیات سے استدلال کیا ہے ان کا غلط مطلب بیان کیا ہے اور اردو خواندہ طبقے کو دھوکہ میں رکھا ہے کیونکہ ﴿**لا نفرق بین احد**﴾ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شان میں سب رسول برابر ہیں ہم کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے جیسا کہ منور سلطان نے سمجھ رکھا ہے بلکہ ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ان کے درمیان میں فرق نہیں کرتے کہ بعض رسولوں پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں جیسا کہ قوم یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں رکھتی تھی ہم ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ تمام رسولوں پر ایمان رکھتے یعنی ایمان میں فرق نہیں کرتے۔

تو معلوم ہوا کہ آیات مذکورہ میں لانفرق سے مراد ایمان کا فرق ہے نہ کہ شان کا فرق لیکن منور سلطان نے آیات کا غلط مطلب بیان کر کے انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان شان و فضیلت کی نفی کر دی ہے حالانکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مابین شان وفضیلت کا فرق تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿**تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض**﴾ (سورۃ بقرہ ۲۸۳)

ترجمہ: ”یہ حضرات مرسلین ایسے ہیں ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے۔“

﴿ولقد فضلنا بعض النبیین علٰی بعض﴾ (سورۃ بنی اسرائیل ص ۵۵)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نبیوں کے درمیان درجات وشان کا فرق ہے۔ بعض پیغمبر بہ نسبت دوسروں سے افضل ہیں اور ہمارے آپ ﷺ تمام نبیوں سے افضل وبرتر ہیں لیکن منور سلطان نے آیات قرآنی کا ایسا غلط مطلب بیان کیا ہے جو دوسری آیت کے صریح خلاف ہے اور ایسے لوگوں کے متعلق آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ کچھ ایسے گمراہ لوگ آئیں گے جو قرآن مجید کی آیات کا ایسا مطلب بیان کریں گے جو دوسری آیات کے متصادم ہوگا بہرحال آیات قرآنی میں یہ نہیں کہا گیا حضرات انبیاء کرام کے مابین ان کی شان کا فرق نہ کیا جائے کیونکہ یہ مطلب تو دوسری آیات کے خلاف ہے۔ بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ ان کے مابین ایمان کا فرق نہ کیا جائے۔

منور سلطان کی منطق کی رو سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی شان میں بھی فرق نہیں کرنا چاہیے

منور سلطان کا یہ معنی اتنا غلط ہے کہ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو آدمی ایمان سے بھی خارج ہو جائے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض﴾ (سورۃ نساء ۱۵۱)

ترجمہ: ”جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ بعضوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں۔“

دیکھئے اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے

درمیان فرق کرتے ہیں یعنی بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ کافر ہیں۔ معلوم ہو گیا کہ فرق سے مراد ایمان کا فرق ہے نہ کہ شان کا فرق ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں شان وفضیلت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول شان میں برابر ہیں حالانکہ یہ عقیدہ کفر ہے تو ثابت ہوا کہ ﴿لا نفرق﴾ سے مراد ایمان کا فرق ہے کہ آدمی بعض کو مانے اور بعض کو نہ مانے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں تصریح موجود ہے ﴿نؤمن ببعض ونکفر ببعض﴾

بہر حال منور سلطان نے آیت کا غلط مطلب بیان کیا ہے جو قرآن مجید کی دوسری آیات کے بھی خلاف ہے درحقیقت منور صاحب نے قرآن مجید کی تحریف معنی کی ہے جو کہ نرا کفر والحاد ہے۔

منور سلطان کا بیان کردہ مطلب ایک دوسری آیت کے خلاف ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احدمنھم اؤلئک سوف یؤتیھم اجورھم﴾ (نساء آیت ۱۵۲)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے سب رسولوں پر اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ثواب دے گا۔''

اس آیت میں ان لوگوں کو ایماندار کہا گیا ہے اور ثواب دینے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی میں فرق نہیں کرتے تو ظاہر ہے کہ فرق کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو مانے اس کو رسولوں کو مانے یا بعض رسولوں کو مانے اور بعض کو نہ مانے اور اگر آیت میں منور سلطان والا معنی مراد لیا جائے تو کفر لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں شان کا فرق نہ کیا جائے بلکہ اللہ اور اس کے رسولوں کو شان

وفضیلت میں برابر سمجھا جائے یہ سارا بگاڑ اس لئے لازم آتا ہے کہ منور سلطان نے قرآن مجید کا غلط مطلب بیان کیا ہے کہ شان وفضیلت کا فرق مراد لے لیا ہے۔حالانکہ ایمان کا فرق مراد ہے۔

قارئین کرام ! یقین جانئے! گمراہ لوگ اور ملحد فرقے جب تک قرآن مجید کی آیات کی تحریف نہ کریں اس وقت تک ان کا من مانا مطلب اور دل بھاتا مقصد حاصل نہیں ہوتا اس لئے یہ لوگ قرآنی تحریف اور الحاد فی آیات اللہ میں مجبور ہو جاتے ہیں اور ایسا کرنے سے خود بھی گمراہ بنتے ہیں اور سادہ لوح عوام کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اس فعل بد کا نام قرآن اسلام اور توحید رکھتے ہیں۔حالانکہ ان کا یہ سارا عمل غیر قرآن اور غیر اسلام ہوتا ہے یعنی اتنے گمراہ ہو چکے ہیں کہ ان کو قرآن اور غیر قرآن، اسلام اور غیر اسلام اور توحید اور غیر توحید کا بھی پتہ نہیں ہے۔

شان حبیب الرحمٰن فی آیات القرآن: چونکہ کیپٹن کو ماننے والا منور سلطان آپ ﷺ کو افضل الانبیاء تسلیم نہیں کرتا اس لئے قرآن وحدیث سے چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں جن میں آپ ﷺ کی شان وفضیلت بلکہ افضلیت ثابت ہوتی ہے پہلے آیات پھر احادیث ملاحظہ فرمائیں:

آیت نمبر(۱): واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ. (اٰل عمران ۸۱)

ترجمہ: ”جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرفداری بھی کرنا۔“

فائدہ: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں جن کی تائید ونصرت کا سارے پیغمبروں سے وعدہ لیا گیا اور اسی عہد کی تکمیل کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے دین اسلام اور شریعت محمدیہ کی تائید ونصرت کریں گے۔

آیت نمبر (۲): قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (اعراف ۱۵۸)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔''

فائدہ: معلوم ہوا کہ صرف اور صرف آپ ﷺ تمام لوگوں کے نبی ورسول بن کر تشریف لائے اور یہ فضیلت کسی دوسرے نبی کو نہیں ملی اور آپ ﷺ افضل الانبیاء ہیں۔

آیت نمبر (۳): لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم. (توبہ ۱۲۸)

ترجمہ: ''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری نفرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منقبت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے شفیق ومہربان ہیں۔''

فائدہ: یہ آیت بھی آپ ﷺ کی فضیلت اور افضلیت کی دلیل ہے خصوصا جبکہ انفسکم کو فا کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہے جس کا معنی ہے کہ سب سے افضل واشرف رسول۔

آیت نمبر (۴): عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً (بنی اسرائیل ۷۹)

ترجمہ: ''امید ہے کہ آپ (ﷺ) کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔''

فائدہ: یہ مقام محمود اللہ تعالی اپنے ایک خاص بندے کو عطا فرمائیں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ وہ مقام اللہ تعالیٰ مجھے ہی عطا فرمائیں گے۔

آیت نمبر (۵): وماارسلناک الا رحمۃللعالمین. (حج ۱۰۷) ''ہم نے آپ کو کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔

آیت نمبر (۶): تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً. (سورۃ فرقان ۱)

ترجمہ: ''بڑی عالی شان والی ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔''

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں آیات سے آپ ﷺ کا تمام دنیا جہاں والوں کے لئے نبی اور رسول ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ فضیلت صرف آپ ﷺ ہی کی ہے۔

آیت نمبر (۷): یا یھاالنبی اناارسلناک شاھداو مبشرا و نذیرا و داعیاالی اللہ باذنہ و سراجامنیرا. (احزاب ۴۶)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) ہم نے بے شک آپ ﷺ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ لوگوں کو بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ﷺ ایک روشن چراغ ہیں۔

آیت نمبر (۸): ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھاالذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما. (احزاب آیت ۴۶)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اس پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر رحمت بھیجا کرو۔

آیت نمبر(۹): وما ارسلناک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سبا ۲۸)

ترجمہ: ”ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔“

آیت نمبر(۱۰): ولسوف یعطیک ربک فترضٰی. (والضحی ۵)

ترجمہ: ”عنقریب اللہ تعالی آپ (ﷺ) کو دے گا سو آپ خوش ہو جاویں گے۔“

آیت نمبر(۱۱): ورفعنالک ذکرک. (الم نشرح ۴)

ترجمہ: ”ہم نے آپ کی خاطر آپ (ﷺ) کا ذکر بلند کیا ہے۔“

یہ گیارہ آیات آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں درحقیقت سارا قرآن آپ ﷺ کی شان وفضیلت اور افضیلت سے بھرا ہوا ہے اور اب چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں جن سے آپ ﷺ کا افضل الانبیاء اور سید الانبیاء ہونا معلوم ہوتا ہے۔

حدیث نمبر(۱): عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرون الذی منه.

(مشکوۃ ص ۵۱۱، بخاری ج ۱ ص ۵۰۳)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بنی

آدم کے بہترین طبقوں میں پیدا کیا گیا ہوں، ایک صدی کے بعد دوسری صدی گزر گئی، یہاں تک کہ میں اس صدی میں پیدا ہوا جس میں پیدا ہوا ہوں۔"

حدیث نمبر (۲): عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اصطفٰی کنانة من ولد اسماعیل واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفا نی من بنی ھاشم (مشکوۃ ص ۵۱۱،بحوالہ مسلم ص ۲۴۵ ترمذی)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چن لیا کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے مجھ کو چن لیا۔

حدیث نمبر (۳): عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیامة واول من ینشق عنه القبر واول شافع واول مشفع. (مشکوۃ ص ۵۱۱ بحوالہ مسلم ج۲ ص ۲۴۵ جامع صغیر ج ۱ ص ۱۰۶ بحوالہ ابن ماجہ وابوداؤد)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور میں پہلا شخص ہوں جس سے قبر کھلے گی اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میں پہلا ہوں جس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔"

حدیث نمبر (۴): عن انس رضی اللہ عنہ قال؛ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامة وانا اول من یقرع باب الجنة

(مشکوۃ ص ۵۱۱ بحوالہ مسلم ج ۱ ص ۸۶ جامع صغیر ج ۱ ص ۱۰۶ بحوالہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن

سب نبیوں سے بڑھ کر میرے تابعدار ہونگے اور میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔''

حدیث نمبر(۵): عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی باب الجنة یوم القیامة فاستفتح فیقول الخازن من انت ؟فاقول محمد فیقول بک امرت ان لا افتح لا حد قبلک. (مشکوۃ ص ۵۱۱ بحوالہ مسلم ،جامع صغیر)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''قیامت کے دن میں جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا جنت کا خازن کہے گا کہ تو کون ہے؟ میں جواب دوں گا میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں وہ کہے گا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دروازہ نہ کھولوں۔''

حدیث نمبر(٦): عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرب احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا وارسلت الی الخلق کافة وختم بی النبییون . (مشکوۃ ص ۵۱۲ بحوالہ مسلم ج ۱ ص ۱۹۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''چھ باتوں میں مجھے دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔میں جوامع الکلم دیا گیا ہوں، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے،غنائم میرے لئے حلال کر دی گئی ہیں،زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے جہاں میں سب لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا وہاں میرے ساتھ انبیاء کرام ختم کئے گئے ہیں۔''

حدیث نمبر(۷):عن العباس ﷺ انه جاء الی النبی ﷺ فکانه سمع شیئا فقام النبی ﷺ علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ ﷺ قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرھم نفسا و خیرھم بیتا. (مشکوۃ ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی ج۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا گویا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دشمنوں سے کوئی طعن سن رکھا تھا آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے فرمایا میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، مجھ کو بہترین خلقت میں پیدا کیا، پھر ان کے دو گروہ بنا دیے، مجھ کو ان کے بہترین فرقہ میں پیدا کیا، پھر ان کے دو گروہ بنا دیے، مجھ کو ان کے بہترین فرقہ میں پیدا کیا، پھر ان کو قبائل میں تقسیم کر دیا، مجھ کو بہترین قبیلہ میں کر دیا، پھر ان کے گھرانے بنائے، مجھ کو بہترین گھرانے میں پیدا کیا، تو میں ذات اور گھر کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہترین ہوں۔

حدیث نمبر(۸):عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قالوا یا رسول اللہ ﷺ متی وجبت لک النبوۃ قال آدم بین الروح والجسد.

(مشکوۃ ص ۵۱۳ بحوالہ ترمذی ج۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ (ﷺ) کیلئے نبوت کب ثابت ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آدم اس

وقت روح اور بدن کے درمیان تھے۔" (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی)

(فائدہ) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں، ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔

حدیث نمبر (۹) عن العرباض بن سارية رضی اللہ عنہ عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انه قال انی عندالله مكتوب خاتم النبيين وان آدم لمنجد ل فی طينة......

(مشکوۃ ۵۱۳ بحواله شرح السنة واحمد)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔

ترجمہ: "حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا اور ہنوز آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں ہی تھے۔" (یعنی ان کا ڈھانچا بھی تیار نہ ہوا تھا)

(فائدہ) حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچا تیار ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی اور خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کو یہ مقام اور عہدہ دیا گیا تھا درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم میں سے ہیں لہٰذا اس قسم کی احادیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولاد ہونے کی نفی سمجھنا کم عقلی ہے بہر حال آپ سید ولد آدم ہیں۔

حدیث نمبر (۱۰) عن ابی سعيد رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وبيدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی يومئذٍ آدم فمن سواه الا تحت لوائی وانااول من تنشق عنه الارض ولافخر.

(مشکوۃ ص ۵۱۳ بحواله ترمذی ج۲ ص ۲۰۲، جامع صغیر ج ۱ ص ۱۰۶ بحواله احمد، ترمذی، ابن ماجه)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں تعریف کا جھنڈا ہوگا اور یہ کوئی فخر نہیں ہے، آدم اور اس کے علاوہ سب نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور میں پہلا ہوں گا جس سے قبر کھلے گی اور کوئی فخر کی بات نہیں۔''

حدیث نمبر (۱۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال جلس اناس من اصحاب رسول اللہ ﷺ فخرج حتی اذا دنی منهم سمعهم يتذاكرون قال بعضهم ان الله اتخذ ابراهيم خليلا وقال اخر موسى كلمه الله تكليما وقال آخر فعيسى كلمة الله وروحه وقال اخر آدم اصطفاه الله فخرج عليهم رسول الله ﷺ وقال قد سمعت كلامكم وعجبكم ان ابراهيم خليل الله وهو كذالک وموسى نجي الله وهو كذالک وعيسى روحه وكلمته وهو كذالک وآدم اصطفاه الله وهو كذالک الاانا حبيب الله ولافخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة تحته ادم فمن دونه ولا فخر وانااول شافع اول مشفع يوم القيامة ولافخر وانااول من يحرک حلق الجنة فيفتح الله ليفيدفيدخلنيها ومعى فقرأالمومنين ولا فخر وانااكرم الاولين والاخرين على الله ولا فخر

(مشکوۃ ص ۵۱۴ بحوالہ ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ باہر تشریف لائے ان کے نزدیک ہوئے، سنا کہ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ ایک کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور دوسرے کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، ایک کہہ رہے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ

،اوراس کی طرف سے روح ہیں،ایک نے کہا آدم علیہ السلام کواللہ تعالیٰ نے چن لیا،آپ ﷺ ان پر نکلے اور فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے، میں نے سن لیا ہے اور تم تعجب کا اظہار کرر ہے تھے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں یہ درست ہے،اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے والے ہیں یہ بھی درست ہے اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں یہ بھی درست ہے۔خبردار! میں حبیب اللہ ہوں اور فخر سے نہیں کہتا، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا میں ہوں اور فخر سے نہیں کہتا آدم علیہ السلام اور دوسرے نبی اس کے نیچے ہونگے قیامت کے دن، میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور فخر سے نہیں کہتا اور میں پہلا ہوں، جو جنت کے حلقہ کو ہلاؤں گا، تو میرے لئے وہ کھولا جائے گا، اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں داخل فرمائے گا میرے ساتھ فقراء مومنین ہونگے اور کوئی فخر نہیں ہے، میں اگلوں اور پچھلوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں،کوئی فخر نہیں ہے۔''

حدیث (۱۲) عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع ومشفع ولا فخر

(مشکوۃ ص ۵۱۴ بحوالہ دارمی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں انبیاء ومرسلین کا قائد ہوں اور یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا اور میں خاتم النبیین ہوں اور یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا، میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں اور پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی جائے گی اور یہ بات فخر یہ نہیں کہہ رہا۔''

حدیث نمبر (۱۳) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا انا خطیبھم اذا انصتوا وانا

مستشفعهم اذا حبسوا وانا مبشّرهم اذا ئیسوا الکرامة والمفاتیح یومئذٍ بیدی ولواء الحمد یومئذٍ بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی یطوف علی الف خادم کانهم بیض مکنون او لؤلؤ مکنون

(مشکوۃ ص ۵۱۴ بحوالہ دارمی ترمذی وقال هذا حدیث غریب ترمذی ج۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''جب لوگ اٹھائیں جائیں گے میں پہلا قبر سے نکلنے والا ہوں، جب وہ آئیں گے میں ان کا قائد ہوں گا جب وہ دربار خداوند تعالیٰ میں حاضر ہونگے میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ چپ ہو جائیں گے میں ان کا شفیع ہوں گا، جب وہ روک دیئے جائیں گے، میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا، جب وہ مایوس ہو جائیں گے، کرامت اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہونگی، حمد کا جھنڈا میرے پاس ہوگا، میں اپنے رب کے ہاں اولاد آدم میں سے سب سے زیادہ عزت والا ہوں، میرے اردگرد اس روز ہزار خادم پھریں گے گویا کہ وہ پوشیدہ انڈے ہیں یا بکھرے موتی ہیں۔''

حدیث نمبر (۱۴) عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فاکسی حلة من حلل الجنة ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذالک المقام غیری (رواه الترمذی وفی روایة جامع الاصول عنه انا اول من تنشق عنه الارض فاکسی مشکوه، ص ۵۱۴، ترمذی ج۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت کے جوڑوں میں سے مجھے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا، مخلوقات میں سے میرے سوا کوئی اس مقام پر کھڑا نہ ہوگا اور جامع الاصول کی روایت میں ہے انہیں سے ہے میں پہلا ہوں گا، جس سے زمین کھلے گی مجھے لباس پہنایا جائے گا۔''

حدیث نمبر (۱۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان اللہ تعالی فضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اھل السماء (مشکوٰۃ ص ۵۱۵)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء اور آسمان کے رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے۔''

حدیث نمبر (۱۶) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر. (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

ترجمہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن میں انبیاء کرام علیہم السلام کا امام اور صاحب شفاعت ہوں گا اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہہ رہا۔''

حدیث نمبر (۱۷) عن ابی بکر بن ابی موسی الاشعری عن ابیہ قال خرج ابو طالب الی الشام وخرج معہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی جاء فاخذ بید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھذا سید العالمین ھذا رسول رب العالمین.

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سردار ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر شام روانہ ہوئے تو بحیرا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے پہچان کر کہا یہ

سیدالعالمین ہے اور یہ رسول رب العالمین ہے۔"

حدیث نمبر (۱۸) سفر معراج کے موقع پر آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں خطبات دیے آپ ﷺ کا خطبہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے خطبات سے فائق تھا جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں فرمایا تھا انہی فضائل اور کمالات کی وجہ سے حضرت محمد ﷺ تم سب سے فضیلت میں بڑھ گئے۔" (خصائص کبری، ج۱ص۱۷۳)

حدیث نمبر (۱۹) عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال اذا صليتهم على رسول الله ﷺ فاحسنوا الصلوة عليه فانكم لا تدرون لعل ذلك يعرض عليه قال فقالو له فعلمنا قال قولوا اللهم اجعل صلوتك ورحمتك بر كاتك على سيد المرسلين وامام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك امام الخير وقائد الغير رسول الرحمة اللهم ابعثه مقاما محمودا يغبط به الاولون والاخرون. (ابن ماجه ص ۶۵ مصنف عبد الرزاق ج۲ ص ۲۱۳ فصل الصلوة على النبى ﷺ للامام اسماعيل القاضى ص ۲۶)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو تعلیم دیا کرتے تھے کہ تم آپ ﷺ پر درود بھیجو تو اس کو خوبصورت بنا کر پڑھا کرو پھر وہ ان کو مذکورہ بالا الفاظ میں درود شریف سکھایا کرتے تھے جس میں آپ ﷺ کے ایسے القاب مذکور ہیں جن سے آپ ﷺ کی افضلیت ہی افضلیت ثابت ہوتی ہے حتی کہ آپ ﷺ کو سید المرسلین بھی کہا ہے۔"

حدیث نمبر (۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:''انا سید الناس یوم القیامة.'' (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۴۱۵)

یعنی میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۸۴ ج ۱ ص ۴۷۰)

حدیث نمبر (۲۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''سید ولد ادم یوم القیامة یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اولاد آدم کے سردار ہوں گے۔''

حدیث نمبر (۲۲) قال عبد الله ان الله اتخذ ابراهیم خلیلا وان صاحبکم خلیل الله وان محمدا اکرم الخلق علی الله

(الحدیث)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''بے شک اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کا خلیل ہے اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مکرم ہیں۔''

حدیث (۲۳) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو''یا سیدی'' کہہ کر خطاب فرمایا اسی طرح دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی'' سیدی ''اور''سیدنا'' کہنا کتاب مذکورہ سے ثابت ہے۔قارئین کرام! یہ ہیں چند احادیث جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سمیت تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد ادم اور امام الانبیاء والمرسلین ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلائق یعنی تمام مخلوق سے زیادہ عزت وشان والے ہیں۔لیکن کیپٹن صاحب کو ماننے والے منور سلطان ان سب احادیث کو رد کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔حالانکہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

افضل الانبیاء اور سید المرسلین ہیں۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں ایک باب ہے جس کا نام ہے ''فضائل سید المرسلین'' اور مسلم شریف میں ایک باب قائم کیا گیا ہے جس کا نام ہے ''باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق'' اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المصنف میں آپ ﷺ کی فضیلت کا جو باب قائم کیا ہے اس سے پہلے یہ درود لکھا ہے صل اللہ علی سیدنا محمد وعلی الہ وسلم.

مسلک پرستی کے نام پر دین اسلام کی عمارت گرانے کی کوشش

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ مسئلہ متفقہ طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ افضل الخلائق اور سید المرسلین ہیں آپ ﷺ نے بطور تحدیث نعمت کے اپنے آپ کو سید ولد آدم فرمایا ہے صحابہ کرام اور خیر القرون کے لوگوں نے بھی آپ ﷺ کو سیدی سیدنا اور سید الانبیاء والمرسلین کہا ہے اور سید کے معنی سردار، سرمد اور آقا کے ہیں لیکن منور سلطان کا آپ ﷺ کو سردار دو جہاں، سرور عالم وغیرہ کہنے کو مسلک پرستی کہنا، حالانکہ یہ خالصتاً قرآن وحدیث اور دین اسلام کی تعلیم ہے جس کو خواہش پرست اور نفس کے پجاری مسلک پرستی سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ منور سلطان لکھتا ہے:

''یہ لوگ اللہ کو مالک کائنات تو لکھتے ہیں لیکن ساتھ ہی نبی ﷺ کے لئے بھی سرور کائنات، سرور عالم، سرور دو عالم، سرور دو جہاں، سرور کونین، سرور کون ومکان، شاہ دو عالم، شاہ عرب وعجم، شہنشاہ کون ومکاں، سرکار دو عالم، سرکار دو جہاں، آقائے دو جہاں، سید دو جہاں، سید کونین، سید الکائنات، سید دو عالم، دو عالم کے آقا، دو عالم کے مولی، مولائے کل، وغیرہ جیسے القاب استعمال کرتے ہیں۔ (اسلام یا مسلک پرستی ص ۱۱۰)

دیکھئے کیپٹن صاحب کا چیلہ کیسی گستاخی سے آپ ﷺ کے پیارے پیارے

القابات کا انکار کر رہا ہے حالانکہ آپ (ﷺ) کے یہ القابات گزشتہ احادیث سے ثابت ہیں۔ باقی رہا کیپٹن صاحب کے چیلے کا یہ دھوکہ دینا کہ اللہ تعالیٰ بھی مالک اور سید وغیرہ اور آپ ﷺ بھی مالک یا سید وغیرہ تو شرک لازم آتا ہے۔ تو یقین جانیئے یہ بھی منور سلطان کا دھوکہ اور فریب ہے آپ ﷺ کو اس معنی میں سید الکائنات نہیں کہا جاتا جس معنی میں اللہ تعالیٰ کو کہا جاتا ہے تو صرف لفظی مشارکت کی وجہ سے شرک کا فتویٰ جڑنے کو جائز کہہ دینا تو جہالت وحماقت ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت انسان کو سمیع بصیر کہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:"**وجعلناہ سمیعا بصیرا**"ہم نے انسان کو سمیع بصیر بنایا۔

جبکہ سمیع وبصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو کیا صرف اس لفظی مشارکت کی وجہ سے قرآن مجید پر شرک کا فتوی لگایا جائے گا کہ اس نے انسان کو سمیع وبصیر بنا دیا اور اللہ بھی سمیع وبصیر ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس معنی میں سمیع وبصیر ہے انسان اس معنی میں سمیع وبصیر نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور معنی میں سید ہیں اور آپ ﷺ اور معنی میں سید ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ مسعودی لوگ مسلک پرستی کے نام پر دین اسلام کو گرانے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں اور اسلام کے نام پر کفر کی ترویج کر رہے ہیں۔

افضیلت کی ممانعت کی حدیثوں کا جواب:

ایک طرف ایسی احادیث صحیحہ موجود ہیں جن سے آپ ﷺ کی تمام مخلوق پر افضیلت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں آپ نے پڑھ لیا اور دوسری طرف وہ روایات بھی موجود ہیں۔ جن سے آپ ﷺ کو فضیلت دینے کی نفی معلوم ہوتی ہے تو ایسے موقع پر علماء اسلام دونوں قسم کی احادیث کو سامنے رکھ کر ان کے مابین تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کسی حدیث کو رد کر دینے کے بجائے دونوں میں مطابقت کی صورت پیدا کر

کے دونوں پر عمل کیا جائے اور دونوں پر عقیدہ رکھا جائے لیکن مسعودیوں کا مزاج یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی خواہش نفس سے ایک قسم کی حدیثوں کو لے کر دوسری جانب کی حدیثوں کا انکار کر دیتے ہیں۔حالانکہ یہ طریق کار خود غلط ہے اور بے اصولی ہے۔چنانچہ علماء اسلام نے آپ ﷺ کی افضلیت والی حدیثوں کو سامنے رکھ کر افضلیت سے ممانعت والی احادیث کے جواب دیئے ہیں تاکہ تعارض کی صورت رفع ہو جائے اور مطابقت کی صورت پیدا ہو جائے چنانچہ مسلم شریف کے شارح امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث دليل تفضيله ﷺ على الخلق لان مذهب اهل السنة ان الأدميين لهٰذا الحديث وغيرهم والحديث الاخر لا تفضلوا بين الانبياء .فجواب من خمسه اوجه احدها انه ﷺ قال قبل ان يعلم انه سيد ولد اٰدم فلما علم اخبربه والثانى قاله ادبا وتوضعا والثالث ان النبى ﷺ انما هو عن التفضيل يودى الى تنقيص المفضول والرابع انما نهى عن تفضيل يؤدى الى الخصومة والفتنة كما هو المشهور فى سبب الحديث الخامس ان النهى مختص بالتفصيل فى نفس النبوة فلا تفاضل فيها وانما التفاضل بالخصائص وفضائل الاخرى ولا بد من اعتقاد تفضيل فقد قال الله تعالى تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض

(شرح نووی علی المسلم ج ۲ ص ۲۴۵)

ترجمہ: ”یہ حدیث (انا سید ولد آدم)اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے اس لئے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آدمی ملائکہ سے افضل ہیں اور آپ ﷺ تمام آدمیوں سے افضل ہیں جیسا کہ اس حدیث اور اس کے علاوہ

دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ باقی رہیں دوسری قسم کی احادیث جن میں فضیلت دینے سے منع کیا گیا ہے، تو اس کے پانچ طریقوں سے جواب دیئے گئے ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فضیلت دینے سے اس وقت منع فرمایا جب آپ ﷺ کو اپنے متعلق فضیلت کا علم نہیں دیا گیا تھا، تو جب آپ ﷺ کو یہ علم دیا گیا کہ آپ ﷺ سید ولد آدم ہیں تو آپ ﷺ نے اس فضیلت کی اطلاع اپنی امت کو کردی یعنی فضیلت کی ممانعت سید ولد آدم کے علم سے پہلے کی ہے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے تواضعاوادبا ممانعت فرمائی درحقیت آپ سید ولد آدم ہیں۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ہر قسم کی فضیلت دینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جس سے دوسرے انبیاء کرام کی تنقیص لازم آئے۔ ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کرام کا احترام لازمی ہے اور کسی کی تنقیص جائز نہیں ہے۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایسی فضیلت سے منع فرمایا جو جھگڑے اور فتنے کا ذریعہ بن جائے جیسا کہ حدیث ممانعت کے سبب میں واقعہ مشہور ہے، یعنی ہر قسم کی فضیلت منع نہیں، البتہ جو فضیلت جھگڑے کا باعث بنے وہ منع ہے۔

پانچواں جواب: یہ ہے کہ حدیث میں فضیلت دینے سے منع کیا گیا ہے وہ نفس نبوت میں فضیلت دینے کے ساتھ مختص ہے، کیونکہ نفس نبوت میں تفاضل نہیں ہے، کیونکہ تفاضل دوسرے خصائص وفضائل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور بہرحال حضرات انبیاء کرام خصوصاً آپ ﷺ کی فضیلت کا اعتقاد ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿تلک الرسل فضلنا

بعضھم علی بعض ﴾ اور اس بحث کے اختتام پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معارف القرآن سے ایک اقتباس بھی پڑھ لیجئے جو یقیناً اطمینان مزید کا باعث بنے گا حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں ﴿**تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض** ﴾ یہاں اشکال پیش آ سکتا ہے کہ یہ آیت صراحۃً اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں۔ حالانکہ حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿**لاتفضلوا بین انبیاء اللہ**﴾ یعنی انبیاء کے درمیان تفضیل نہ کیا کرو۔ نیز فرمایا ﴿**تخیرو نی علی موسیٰ**﴾ یعنی مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو اور فرمایا ﴿ **لا اقول ان احد افضل من یونس بن متی**﴾ یعنی میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی یونس بن متی سے افضل ہے ان احادیث میں بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ دلیل کے بغیر اپنی رائے سے بعض کو بعض پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ کسی نبی کے افضل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے یہاں ان کا مرتبہ بہت زیادہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا علم رائے اور قیاس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ لیکن قرآن وسنت کی کسی دلیل سے اگر بعض انبیاء کی بعض پر فضیلت معلوم ہوگئی تو اس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے گا۔ رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ﴿**لااقول ان احدا افضل من یونس بن متی**﴾ اور ﴿**لا تخیرونی علی موسی**﴾ تو یہ اس وقت سے متعلق ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں اور بعد میں بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتلا دی گئی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بھی فرما دیا۔

(تفسیر مظھری ،معارف القرآن ج ۱ ص ۵۵۴)

یہاں سے آپ اندازہ لگالیں کہ علماء اسلام اور مسعودیوں کی سوچ میں کتنا فرق ہے علماء اسلام حدیث کے تمام متعلقات پر گہری نظر رکھتے ہیں اور یوں وہ بات کی تہہ تک پہنچ

جاتے ہیں۔لیکن مسعودی لوگ ہمیشہ مسئلہ کے ایک پہلو کو لے کر باقی تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ہمیشہ بات کی تہہ تک پہنچنے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ بلکہ گمراہ ہو جاتے ہیں تمام مسائل میں انکا یہی حال ہے ایک آیت ، ایک حدیث یا ایک قول لے کر بقیہ آیات،احادیث اور اقوال کو جھٹلا دیتے ہیں رد کر دیتے ہیں بلکہ انکار کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سوجھ بوجھ کے لحاظ سے ایک چشم بلکہ اس سے بھی بدتر ہیں۔

خود اسی زیر بحث مسئلہ کو دیکھ لیجئے کہ بے شمار احادیث میں آپ ﷺ کو سید، سیدنا اور سید المرسلین کہا گیا ہے۔لیکن ان یک چشموں نے ممانعت والی احادیث کو دیکھ کر ان سب کا انکار کر دیا۔جبکہ علماء اسلام نے اس قسم کی تمام احادیث کو جمع فرما کر ہر ایک کو اپنے موقع محل اور وقت پر محمول فرما کر سب کو تسلیم کیا اور تطبیق پیدا کر دی۔

ضروری انتباہ: کیپٹن اور اس کے ماننے والوں کو قطعاً یہ حق نہیں کہ وہ اسماء رجال کے علماء کے اقوال کو لے کر کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہیں۔ کیونکہ کیپٹن صاحب اسماء رجال کے علماء کو عقیدہ حیات وسماع کی وجہ سے کافر ومشرک کہہ چکے ہیں۔لہٰذا ایسے لوگوں کے اقوال اور نقل پر کیا اعتقاد ہو سکتا ہے جو عقیدہ کے لحاظ سے خود کافر ومشرک ہوں لہٰذا مسعودی فرقہ کے لوگ کسی حدیث کو ضعیف اور موضوع نہیں کہہ سکتے کیونکہ راویوں پر جرح کرنے والے ان کے نزدیک خود مجروح اور بدعقیدہ ہیں لیکن عوام الناس کو دھوکہ دینے اور تلبیس میں ڈالنے کے لئے راویوں پر جرح نقل کر دیتے ہیں۔اس لئے میں نے بہ تکرار یہ بات لکھی ہے تاکہ انکی جرح ہرگز قبول نہ کی جائے۔ بلکہ جرح ان کے منہ پر ماری جائے۔ ہاں اگر یہ لوگ کسی حدیث کو ضعیف یا موضوع کہنا چاہتے ہیں تو اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ورنہ اقوال اور وہ

بھی ایسے لوگوں کے جن پر کفر وشرک کا فتوی لگایا ہے۔قطعاً درست نہیں لہذا ہوشیار رہیں۔

مسئلہ ۷: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سیدنا و مولانا کہنا جائز ہے یا نہیں

مسعودی فرقے کے لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور شخص کے لئے سیدنا و مولانا کے الفاظ کا استعمال جائز نہیں سمجھتے بلکہ وہ ان الفاظ کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کی کم عقلی اور کوتاہ فہمی ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ جن معانی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں وہ اور ہیں اور جب یہ الفاظ اللہ کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو اور معانی کے لحاظ سے ہوتے ہیں صرف یہ دیکھنا کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں لہٰذا دوسرے کے لئے ان الفاظ کا استعمال جائز نہیں خواہ معانی مختلف ہی کیوں نہ ہوں یہ غلط سوچ ہے۔

دیکھئے قرآن مجید میں جا بجا اللہ تعالیٰ کو رؤف و رحیم کہا گیا ہے لیکن قرآن مجید میں آپ ﷺ کو بھی بالمومنین رؤف رحیم کہا گیا ہے دیکھئے سورۃ البینہ جس معنی میں اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہیں آپ ﷺ اس معنی میں رؤف رحیم نہیں ہیں لیکن لفظ کا استعمال تو دونوں پر ہوا البتہ معنی میں تفاوت ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو مالک کہا گیا اور خود قرآن مجید میں جہنم کے دربان فرشتے کو بھی مالک کہا گیا لیکن معنی کا فرق ہے ہاں علماء اسلام نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام ہیں جن کا اطلاق سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے پر جائز نہیں ہے۔ مثلاً رحمان، خالق، رزاق، الحی، القیوم وغیرہ اور بعض صفاتی نام ایسے بھی ہیں جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر بھی

ہوتا ہے۔ مثلاً سمیع، بصیر، رؤف، رحیم، مالک وغیرہ اور سید و مولا بھی انہیں ناموں میں سے ہیں۔ جنکا اطلاق اوروں پر بھی ہوتا ہے البتہ استعمال کے وقت معانی کا فرق مدنظر ہونا چاہیے تو چونکہ سید اور مولا کا اطلاق دوسروں پر جائز ہے لہٰذا چند دلائل ملاحظہ فرمائیے جن سے جواز ثابت ہوتا ہے۔ پہلے ''سید'' کے لفظ کو لیجئے بعد میں ''مولا'' کے لفظ کے دلائل بیان کئے جائیں گے ایک بار گزشتہ احادیث پر نظر ڈالئے جہاں آپ ﷺ کو سید کہا گیا ہے۔ اب یہاں یہ ثابت کیا جائے گا کہ آپ ﷺ کے علاوہ اوروں پر ''سید'' کے لفظ کا استعمال جائز اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر۱: اللہ تعالیٰ یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہے ﴿وسیداً و حصوراً ونبیاً من الصالحین﴾ یعنی یحیٰ علیہ السلام سید یعنی سردار اور پاک دامن اور نبی صالحین میں سے ہونگے تو اس میں اللہ تعالی نے یحیٰ علیہ السلام کو ''سید'' یعنی سردار کہا ہے۔

دلیل۲: اللہ تعالیٰ قرآن مجید ارشاد فرماتے ہیں ﴿والفیا سیدا ھا لدی الباب﴾ یعنی جب یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی عورت دروازے کی طرف دوڑے تو انہوں نے عورت کے ''سید'' یعنی شوہر کو دروازہ پر پایا یہاں عزیز مصر کو ''سید'' کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر۳: اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں ﴿قالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبرانا﴾ یعنی کفار کہیں گے ہم نے اپنے سرداروں اور وڈیروں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا تو یہاں سادات کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جو ''سید'' کی جمع ہے یعنی کفار نے اپنے بڑوں کو اپنا سید یعنی سردار کہا ہے اور قرآن مجید میں ان کے مقولہ کو بلا نکیر نقل کیا ہے نکیر نہ کرنا استعمال کے جواز کی دلیل ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی لفظ کو غیر اللہ پر استعمال فرمایا ہے

جیسا کہ سابقہ دو آیتوں میں مذکور ہے۔

دلیل نمبر۴: آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ﴿ابنی ھذا سید﴾ یعنی میرا یہ بیٹا ''سید'' ہے. (بخاری ج ا ص ۵۳۰)

دلیل نمبر۵: بخاری شریف میں ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ابو بکر سید نا اعتق سید نا یعنی بلالا﴾ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے ''سید'' ہیں اور ہمارے ''سید'' بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا۔ (بخاری ج ا ص ۵۳۱)

دلیل نمبر ٦: آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے انصار مدینہ کو فرمایا: قوموا لسیدکم یعنی اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں بھی آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سید کہا (بخاری ج ا ص ۵۳۷)

دلیل نمبر۷: امام بخاری نے اپنی ''صحیح بخاری'' اور ''الادب المفرد'' میں ایک باب یوں قائم کیا ہے ﴿باب العبد اذا احسن عبادة ربه عزوجل و نصح عبد سیده﴾ یعنی یہ باب ہے کہ غلام جب اپنے رب کی اچھے طریقے سے عبادت کرے اور اپنے سردار کی خیر خواہی کرے پھر امام بخاری اس باب کے تحت یہ حدیث لائے ہیں ﴿العبد اذا نصح سیده واحسن عبادة ربه عزوجل کان له اجره مرتین﴾

(بخاری ج ا ص ۳۴۶)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے سردار کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھے طریقے سے عبادت کرے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔

دلیل نمبر ۸: عن النبی ﷺ انہ قال لیقل احدکم اطعم ربک وضیٔ ربک اسق ربک ولیقل سیدی ومولائی (بخاری ج ۱ ص ۳۴۶)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کو یوں نہ کہے کہ اپنے رب یعنی مالک کو کھانا کھلا اپنے رب یعنی مالک کو وضو کرا اپنے رب یعنی مالک کو پانی پلا بلکہ یوں کہے میرے سردار میرے مولا۔

دلیل نمبر ۹: آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: والعبد راع علی مال سیدہ یعنی غلام اپنے سردار کے مال پر ذمہ دار ہے۔

دلیل ۱۰: قال النبی ﷺ نعم مالا حد ھم یحسن عبادۃ ربہ وینصح لسیدہ (بخاری ج ۱ ص ۳۴۶)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تمہارے غلام کی یہ کیا اچھی بات ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرے اور اپنے سردار کی خیرخواہی کرے۔

دلیل نمبر ۱۱: بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے قبیلہ بنوسلمہ سے دریافت فرمایا: من سیدکم کہ تمہارا سردار کون ہے؟ پوری حدیث امام بخاری کی الادب المفرد میں ہے۔

دلیل نمبر ۱۲: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لئے سید کے استعمال کو جائز کہتے ہیں مذکورہ بالا دلائل سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا اور قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے رہا ہونے والے قیدی کو فرمایا تھا واذکرنی عند ربک کہ اپنے رب کے ہاں میرا کرنا یعنی سفارش کرنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

نے ''ربک'' کا معنی ''سید ک'' کیا ہے۔یعنی اپنے سردار کے پاس میرا ذکر کرنا تو معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سمیت پوری امت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور لوگوں کو ''سید'' کہنا جائز ہے اور قرآن وحدیث کی تصریحات سے ثابت ہے۔البتہ یہ فرق ملحوظ خاطر رہے کہ جس معنی میں اللہ تعالیٰ سید ہیں۔اس معنی میں کسی اور کو سید نہیں کہا جاتا صرف لفظی مشارکت ہے ورنہ حقیقی سیادت اور کامل واکمل سیادت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے لیکن مجازی طور پر اور لوگوں کو سید کہنا بھی چونکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہٰذا جائز ہے

دلیل نمبر ۱۳: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ''سیدۃ نساء اھل الجنۃ فرمایا

(بخاری ج اص ۵۱۶۲)

دلیل نمبر ۱۴: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سید القوم خادمھم.

(جامع صغیر ج ۲ص ۳۴بحوالہ ابونعیم فی اربعین الصوفیہ حاکم فی تاریخہ، بیہقی)

دلیل نمبر ۱۵: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سید الشھداء حمزہ بن عبد المطلب (جامع صغیر ج ۲ص ۳۴بحوالہ حاکم ایضا طبرانی)

دلیل نمبر ۱۶: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' سید کھول اھل الجنۃ ابو بکر وعمر. (جامع صغیر ج ۲ص ۳۴بحوالہ خطیب بغدادی فی تاریخہ)

دلیل نمبر ۱۷: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان الحسن والحسین سیدشباب اھل الجنۃ. (ترمذی ج ۲ص ۲۱۸)

مذکورہ بالا احادیث میں قوم کے خادم کو حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور

حضرت حسن و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ''سید'' کہا گیا ہے لیکن مسعودی صاحب ان سب حدیثوں کا انکار کر کے منکر حدیث بن رہے ہیں۔

حدیث ممانعت کا جواب: ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے غیر اللہ کو ''سید'' کہنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ سے مسعودیوں نے غیر اللہ کو سید کہنے سے منع کر دیا حالانکہ احادیث کثیرہ میں غیر اللہ کو ''سید'' کہنا ثابت ہے۔ چنانچہ علماء اسلام نے فرمایا کہ حقیقی سیادت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی کامل مکمل بلکہ اکمل طور پر ''سید'' ہے۔ البتہ غیر پر ''سید'' کا اطلاق جائز و ثابت ہے اسی لئے علماء اسلام نے ممانعت والی حدیث کے جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ابوداؤد شریف میں ایک صحابی ابو مطرف رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا گیا ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''انت سیدنا؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے سردار ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''السید اللہ.'' یعنی حقیقی سردار تو اللہ ہی ہے اور یہ ارشاد عالی بالکل صحیح ہے یقیناً حقیقی سیادت اور کمال سیادت اللہ ہی کے لئے ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر سیدنا کا بڑھانا ناجائز ہے۔ بالخصوص جب کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت شیخین (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے دن اور دوسری حدیث میں مسلم کی روایت سے نقل کیا ہے کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ نیز بروایت ترمذی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور کوئی فخر کی بات نہیں

آپ ﷺ کے اس پاک ارشاد کا مطلب جو ابو داؤد شریف کی روایت میں گزرا وہ کمال سیادت مراد ہے۔جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے۔جس کو ایک ایک دو دو لقمے در بدر پھراتے ہوں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ وسعت ہو نہ لوگوں سے سوال کرے۔اسی طرح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم پچھاڑنے والا کس کو سمجھتے ہو؟ (یعنی پہلوان جو دوسروں کو زیر کر دے) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو سمجھتے ہیں جس کو کوئی دوسرا نہ بچھاڑ سکے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ پہلوان نہیں۔ بلکہ پچھاڑنے والا (یعنی پہلوان) وہ ہے جو غصہ کے وقت میں اپنے نفس پر قابو پائے۔اسی حدیث پاک میں حضور ﷺ کا یہ سوال بھی نقل کیا گیا ہے کہ تم رقوب (یعنی لا اولاد) کس کو کہتے ہو؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا جس کی اولاد نہ ہو حضور ﷺ نے فرمایا یہ لا اولاد نہیں بلکہ لا اولاد وہ ہے جس نے کسی چھوٹی اولاد کو ذخیرہ آخرت نہ بنایا ہو (یعنی اس کے کسی معصوم بچہ کی موت نہ ہوئی ہو) اب ظاہر ہے کہ جو مسکین بھیک مانگتا ہو اس کو مسکین کہنا کوئی ناجائز کہہ دے گا۔اسی طرح جو پہلوان لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہو لیکن اپنے غصہ پر اس کو قابو نہ ہو تو وہ بہر حال پہلوان ہی کہلائے گا۔

اسی طرح سے ابوداؤد شریف میں ایک صحابی کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھ کر یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر (جو ابھرا ہوا گوشت ہے) مجھے دکھلائیے کہ میں اس کا علاج کر دوں کیونکہ میں طبیب ہوں آپ ﷺ نے فرمایا طبیب تو اللہ تعالیٰ شانہ ہی ہیں جس نے اس کو پیدا کیا......

اب ظاہر ہے کہ اس حدیث پاک سے معالجوں کو طبیب کہنا کون حرام کہہ دے گا بلکہ صاحب مجمع البحار نے تو یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے طبیب نہیں ہے اور اسی طرح

احادیث میں بہت کثرت سے یہ مضمون ملے گا کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسے موقع میں کمال کے اعتبار سے نفی فرمائی ہے حقیقت کی نفی نہیں. (فضائل درود ص ۱۲۳، ۱۲۴)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

لیکن آپ ﷺ کا انکار احتمال رکھتا ہے کہ تواضع ہو یا منہ پر تعریف کرنے کو پسند نہ کیا ہو یا اس وجہ سے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا دستور تھا یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبالغہ بہت کیا چنانچہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ سردار ہیں۔ آپ ہمارے باپ ہیں آپ ہم سے فضیلت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ آپ ہم پر بخشش کرنے میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور آپ جفنۃ الغرا ہیں یہ بھی زمانہ جاہلیت کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ وہ اپنے ان سرداروں کو جو بڑا کھلانے والا ہو اور بڑے بڑے پیالوں میں لوگوں کو دنبوں کی چکتی اور گھی سے لبریز پیالوں میں کھلاتا ہو اور آپ ایسے ہیں اور آپ ایسے ہیں۔ تو ان سب باتوں کے مجموعہ پر آپ ﷺ نے انکار فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ شیطان تم کو مبالغہ میں نہ ڈال دے۔

(فضائل درود ص ۱۲۵)

تو معلوم ہوا کہ حقیقی ''سید'' اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے اور کمال سیادت اسی کو زیبا ہے اور جس جامعیت اور کامل کے ساتھ ''سید'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس معنی میں کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن وحدیث میں ''سید'' کا لفظ اور لوگوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا درجہ بدرجہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن کو ''سید'' کہا ہے بے شک وہ ''سید'' ہی ہیں

البتہ حقیقی اور کامل طور پر ''سید'' اللہ تعالیٰ ہے۔ علماء اسلام اس طریقہ تطبیق سے دونوں قسم کی حدیثوں پر ایمان رکھتے ہیں لیکن مسعودی فرقہ کے لوگ ایک حدیث کو لے کر دوسری قسم کی احادیث کو ٹھکرا دینے کے عادی مجرم ہیں یاد رکھنا اس فرقہ کے لوگ کسی حدیث

پر جرح کرنے کے حقدار نہیں ہیں۔

لفظ ''مولیٰ'' کے معنی اور اطلاق:

فرقہ مسعودیہ کے فریب خوردہ لوگ لفظ سید کی طرح لفظ ''مولیٰ'' کو بھی غیر اللہ کے لئے کہنا ناجائز کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ان لوگوں کی کوتاہ فہمی ہے بے شک حقیقی ''مولیٰ'' اللہ تعالیٰ ہے اور کمال ولایت اسی کو زیبا ہے اور جس معنی میں اللہ تعالیٰ کو ''مولیٰ'' اور ولی کہا جاتا ہے اس معنی میں غیر اللہ کو مولیٰ اور ولی کہنا جائز نہیں ہے لیکن دوسرے معنی کے لحاظ سے دوسروں کو بھی مولوی اور ولی کہنا جائز ہے۔ کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ دونوں لفظ اور لوگوں پر بھی استعمال کیئے گئے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو مولیٰ اور ولی کہنا جائز نہیں قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور غلط خیال ہے۔ قرآن وحدیث اور لغت عرب میں مولیٰ کے کئی معنی وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً مولیٰ بمعنی رب، مالک، مددگار، کارساز، سردار، آقا، آزاد کرنے والا، غلام، آزاد کردہ غلام اور دوست وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔

اب مولیٰ بھی بمعنی رب یا حقیقی مالک اور حقیقی کارساز تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس معنی کے لحاظ سے غیر اللہ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے لیکن دوسرے معانی کے لحاظ سے غیر اللہ پر بھی اس لفظ کا استعمال ہوا ہے لہٰذا جائز ہے۔ بہرحال یہ بات ذہن نشین کر لیجیئے کہ جس معنی میں اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اس معنی میں کوئی بھی مولیٰ نہیں اور دوسرے معنی کے لحاظ سے سب کو مولیٰ کہا جا سکتا ہے۔ نہ اس میں قباحت ہے نہ ممانعت اور نہ ہی اس پر شرک کی تعریف صادق آتی ہے۔ بے شک قرآن وحدیث میں بکثرت اللہ تعالیٰ کو مولیٰ کہا گیا ہے لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ یہ لفظ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے معنی کے لحاظ سے کسی شخص کے لئے استعمال کرنا غلط ہے یہ خود غلط فہمی ہے بلکہ نادانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو ''مولا'' اور ''مولانا'' کہنا!!

اب چند دلائل قرآن وحدیث کے ملاحظہ فرمایئے جن میں اور لوگوں کو بھی ''ولیٰ'' اور ''مولانا'' کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۱: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون﴾

ترجمہ: ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیے ہیں۔

(فائدہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے میت کے وارثوں کو ''موالی'' فرمایا جو ''مولیٰ'' کی جمع ہے معلوم ہوا غیر اللہ کو مولیٰ اور موالی کہنا درست ہے۔

دلیل نمبر ۲: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم لا یقدرون علی شیء وھو کل علی مولاہ﴾ (نحل آیت ۷۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا ہے کوئی کام نہیں کر سکتا اور اپنے مولیٰ (مالک) پر ایک وبال جان ہے۔''

(فائدہ) اس آیت میں غلام کے مالک کو مولیٰ کہا گیا ہے جو جواز کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر ۳: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی ہے ﴿انی خفت الموالی من ورائی﴾ (مریم آیت ۵)

ترجمہ: اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں۔

دلیل نمبر۴: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿فان لم تعلموا اٰبائهم فاخوانكم فى الدين ومواليكم﴾ (احزاب آیت ۵)

ترجمہ: اگر تم ان کے آباء کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دین کے بھائی اور تمہارے دوست ہیں

(فائدہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جن کو تم بلانا چاہتے ہو تو ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے بلاؤ اور اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو ان کو بھائی دوست اور مولیٰ کہہ کر بلاؤ یہاں بھی دوست کو مولیٰ کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

دلیل نمبر۵: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿ماوٰكم النار هى مولكم وبئس المصير﴾ (حدید آیت ۱۵)

ترجمہ: تم سب (کافروں) کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

(فائدہ) آیت میں کفار کو کہا گیا ہے کہ دوزخ کی آگ تمہارا مولیٰ ہے یعنی رفیق ہے

دلیل نمبر۶: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿فان الله هو مولاه وجبريل وصالح المؤمنين والملائكة بعد ذالك ظهير﴾ (تحریم آیت ۴)

ترجمہ: ''تو بے شک پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبریل علیہ السلام ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے مددگار رہیں۔''

(فائدہ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو اور جبریل علیہ السلام کو اور نیک مسلمانوں کو پیغمبر اسلام کا مولیٰ یعنی دوست فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جبرئیل علیہ السلام اور نیک مسلمانوں کو مولا اور مولانا کہنا درست ہے۔

دلیل نمبر ۷: بخاری شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **عن النبی ﷺ قال مولی القوم من انفسھم** ۔یعنی قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں شمار ہوگا یہاں قوم کے آزادہ کردہ غلام کو قوم کا ''مولیٰ'' کہا گیا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴)

دلیل نمبر ۸: بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: **کان سالم مولیٰ ابی حذیفة یؤم المھاجرین الاولین واصحاب النبی ﷺ .**

یعنی سالم مولیٰ ابی حذیفہ مہاجرین اولین اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو نماز کی امامت کرایا کرتے تھے۔

(فائدہ) اس حدیث میں حضرت سالم کو ''مولی'' ابی حذیفہ کہا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۹: بخاری شریف میں ایک باب یوں قائم کیا گیا ہے **مناقب بلال بن رباح مولی ابی بکر** . اس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مولی کہا گیا۔ (بخاری ج ا ص ۵۳۰)

دلیل نمبر ۱۰: بخاری شریف کی حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ غلام کو چاہیے کہ اپنے آقا کو سیدی میرا سردار، مولای میرا مولی، میرا مالک کہے۔
(بخاری ج ا ص ۳۴۶)

دلیل نمبر ۱۱: بخاری میں آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا **انت اخونا ومولانا** تو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا مولا ہے یعنی آزادہ کردہ غلام۔ (بخاری ج ا ص ۵۲۸)

دلیل نمبر ۱۲: ترمذی شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے: **عن النبی ﷺ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ**

(ھذا الحدیث حسن صحیح غریب ؛ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جس کا مولا میں ہوں تو حضرت ؓ بھی اس کا مولیٰ ہے۔

ترمذی شریف کی مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مشہور کہا ہے اور اس پر درج ذیل حاشیہ لکھا ہے۔

قال صاحب تحفة الاحوذی لحديث الترمذی اخرجه احمد والنسائی والضياء وفی الباب عن بريدة اخرجه احمد وعن البراء بن عازب، اخرجه احمد وابن ماجه وعن سعد بن ابی وقاص اخرجه ابن ماجه وعن علی اخرجه احمد الخ ،وقال القاری بعد ذكر تخريجه والحاصل ان هذا حديث صحيح لا مرية فيه بل بعض الحفاظ عدةمتواتر اذ فی رواية لاحمد انه سمعه من النبی ﷺ ثلاثون صحابيا وشهدوا به لعلی لما نوزع فی خلافته. (فضائل درود شریف ص ۱۲۸)

تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے بلکہ بعض محدثین نے اس کو حدیث متواتر بھی کہا ہے۔ لہٰذا کیپٹن صاحب کے چیلے منور سلطان کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے غلط ہے ویسے مسعودیوں کو حق ہی نہیں ہے کہ وہ اسماء رجال کے حوالے سے کسی حدیث کو ضعیف کہیں کیونکہ ان کا روحانی باپ مسعود الدین عثمانی نے علماء رجال کو کافر ومشرک کہہ دیا ہے تو کافروں ومشرکوں کی نقل پر کیا اعتماد ہوسکتا ہے۔ (دیکھئے ایمان خالص دوسری قسط ص ۳۰)

دلیل نمبر ۱۳: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت رباح رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک جماعت حضرت علی ؓ کے پاس کوفہ میں آئی انہوں نے آ کر عرض کیا **السلام علیک یا مولانا** حضرت علی ؓ نے فرمایا میں

تمہارا مولیٰ کیوں ہوں؟ تم عرب ہو۔انہوں نے عرض کیا ہم نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے میں جس کا مولا ہوں علی اس کا مولیٰ ہے۔ جب وہ جماعت جانے لگی تو میں ان کے پیچھے لگا اور میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو مجھے بتایا گیا یہ انصار کی جماعت ہے جس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ (فضائل درود ص ۱۳۰)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں: حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولیٰ کا اطلاق سید کے بنسبت اقبرب الی عدم الکراہیۃ ہے۔اس لئے کہ سید کا لفظ تو اعلیٰ ہی پر بولا جاتا ہے لیکن لفظ مولیٰ تو اعلیٰ اور اسفل دونوں پر بولا جاتا ہے۔ (فضائل درود ص ۱۳۰)

پس ثابت ہوا کہ حقیقی مولیٰ تو صرف اللہ تعالیٰ ہے اور وہی کامل واکمل مولا ہے اور اس معنی خاص میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ کمال سیادت کی طرح کمال ولایت بھی اسی کا حق ہے لیکن اس کے باوجود قرآن وحدیث میں لفظ سید کی طرح مولیٰ کا اطلاق اوروں پر بھی کیا گیا ہے لہٰذا فرقہ مسعودیہ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مولیٰ کہنا ناجائز ہے قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

ایک ضروری تنبیہ: لغت عرب کے لفظ سے لفظ مولا ادنیٰ اعلیٰ کے لئے بولا جاسکتا ہے لیکن ہمارے عرف میں مولانا کا لفظ علماء دین پر اتنی کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ ان کے ساتھ مختص ہو گیا ہے حتی کہ جب کسی شخص کے لئے مولانا کا لفظ بولا جاتا ہے۔تو ذہن فورا اس طرف چلا جاتا ہے کہ وہ عالم دین ہوگا۔

تو یہ ہمارا عرف ہے کہ غیر عالم کے لئے مولانا استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ علیہ السلام حضرات انبیاء کے لئے کہتے ہیں، رضی اللہ عنہ، صحابہ کرام کے لئے اور رحمۃ اللہ علیہ بزرگان دین کے لئے مختص ہے اسی طرح عرفا مولانا علماء کے لئے مختص ہو چکا ہے۔شرعاً اور لغۃً کسی عالم کے لئے مولانا کے لفظ کی ممانعت نہیں ہے۔ جبکہ مسعودیوں نے رحمۃ اللہ علیہ کا کلمہ

صرف کیپٹن مسعودالدین کے لئے مخصوص کر رکھا ہے حالانکہ ہر مسلمان کیلئے یہ دعائیہ کلمہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ہویٰ پرستی کی انتہاء: اتنے سارے دلائل کے باوجود ہویٰ پرست مسعودی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مولا اور مولانا کہنے کو جائز نہیں سمجھتے حالانکہ قرآن وحدیث اور اجماع امت سے مولانا کہنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔لیکن خواہش پرستی کی انتہاء دیکھئے، کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کو جھٹلا رہے ہیں اجماع امت کو چھوڑ رہے ہیں اور خواہش پرستی پر اڑے اور ڈٹے ہوئے ہیں۔(اعاذنا اللہ من اتباع الھویٰ واھل الھویٰ)

مسئلہ: ۸ جناب محمد ﷺ کو ''حضرت'' یا ''حضور'' کہنا جائز ہے؟

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور انسانیت کے محسن اعظم ہیں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو شرک کفر، جہالت اور غفلت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تعلیم دی ۔حلال وحرام کی تمیز عطا فرمائی۔شرافت، دیانت، امانت اور شرم وحیا کا سبق پڑھایا حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نام کے انسان کو صحیح صحیح معنی میں انسان اور مسلمان بنایا، دنیا کو امن وامان کا پیغام دیا۔محبت واخوت اور ہمدردی کی مثالیں پیش کیں آپ ﷺ کی تشریف آوری سے لوگوں کو اسلام، ایمان، قرآن اور کلمہ کی دولت نصیب ہوئی تو ایسے عظیم محسن کا ادب، احترام اور تعظیم وتکریم ہم مسلمانوں پر فرض اور لازم ہے۔لہٰذا احترام وتکریم کے جذبہ سے آپ ﷺ کے نام مبارک کے شروع میں ادب کے کلمات مثلاً حضرت، حضور، جناب ،سید المرسلین، سیدنا ومولانا ،امام الانبیاء، خاتم الانبیاء وغیرہ لکھنا جائز ہے اور آج تک کسی مسلمان عالم دین نے اس استعمال پر نکتہ چینی نہیں فرمائی گویا اس پر امت کا اجماع ہے اور آداب کے ان کلمات کے لئے ثبوت ضروری نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ادب

واحترام کی تعلیم دی ہے۔لہٰذا ہر زبان میں جو بھی ادب اور احترام کا کلمہ ہے وہ اکابر کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں غلو نہ ہو اور شرعی اصولوں کے خلاف نہ ہو۔ دیکھئے قرآن مجید کے اندر کسی پیغمبر کے نام کیساتھ علیہ السلام کا لفظ استعمال نہیں ہوا اور حضرت زید صحابی رسول ﷺ ہیں لیکن ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا کلمہ نہیں قرآن مجید میں اور حدیث پاک میں کسی بزرگ کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ استعمال نہیں ہے۔لیکن آج تک کسی مسلمان نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ قرآن وحدیث سے یہ الفاظ ثابت نہیں لہٰذا ناجائز ہیں کیونکہ اگرچہ فرداً فرداً کسی کے نام کے ساتھ ان کا استعمال ثابت نہیں ہے لیکن مجموعی طور ثابت ہے۔ جیسے سلام علی المرسلین لہذا اس سے فردا بھی استعمال کا جواز معلوم ہوتا ہے۔اسی طرح رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ کا حال ہے اور یہی حال حضرت وحضور کا ہے باقی کوئی مسلمان ان الفاظ کو استعمال کرتے وقت آپ ﷺ کے حاضر وناظر کا عقیدہ تو کیا تصور بھی نہیں کرتا بلکہ محض ادب واحترام کے لئے یہ کلمات استعمال کئے جاتے ہیں چنانچہ لغت کی تمام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ حضرت اور حضور احترام اور تعظیم وتکریم کے کلمات ہیں اور بزرگوں کے ناموں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں چنانچہ لغت کی مشہور کتاب المنجد میں لکھا ہے:"**الحضرة والحضور تطلق الحضرة عند اهل الرسل على كل كبير بحضرة عند الناس كقولهم الحضرة العالية تامر بكذا**

(المنجد ص ۱۲۹)

یعنی حضرت کا لفظ ہر بڑے آدمی کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہوں جیسے وہ کہتے ہیں حضرت عالی (جناب عالی) فلاں کام حکم فرماتے ہیں۔

مصباح اللغات میں لکھا ہے: حضرت کا اطلاق ہر ایسے بڑے آدمی پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ حاضر ہوتے ہوں جیسے ﴿**الحضرة العاليه تامر بكذا**﴾ جناب عالی

فلاں کام کا حکم دیتے ہیں (مصباح اللغات ص۱۶۰)

غیاث اللغات میں لکھا ہے حضرت کلمہ تعظیم برائے اسامی بزرگاں شارح، فاضل نوشتہ کہ حضرت بمعنی حضور است و درعرف کلمہ تعظیم شدہ کہ برہماں شخص اطلاق کنند از غایت شہرت برسامعہ گرانی ندارد وشارحی نوشتہ کہ حضرت کلمہ است مشعر برعظمت مسمی کہ پیش از اسمائے ابرار آرند (غیاث اللغات ص۱۷۸)

ترجمہ: حضرات بزرگوں کے ناموں کے لئے تعظیم کا کلمہ ہے شارع فاضل نے لکھا کہ حضرت بمعنی حضور ہے۔عرف میں تعظیم کا کلمہ ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے استعمال ہوتا جو بے حد شہرت یافتہ ہیں۔اسی وجہ سے کانوں پر گرانی نہیں ہوتی۔

مزید لکھتے ہیں کہ: حضرات جمع حضرت کہ بزرگان ومخدوماں چرا کہ لفظ حضرت دریں زمان برائی تعظیم مستعمل میشود۔

ترجمہ: حضرات حضرت کی جمع ہے بزرگوں اور مخدوموں سے کنایہ ہے کیونکہ حضرت کا لفظ اس زمانہ میں تعظیم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

مزید لکھتے ہیں: حضور درعرف کلمہ تعظیم است کہ برذوات مخدوماں اطلاق کنند یعنی حضور عرف میں تعظیم کا کلمہ ہے مخادیم کی ذوات مقدسہ پر اس کا اطلاق کرتے ہیں (غیاث اللغات)

فیروز اللغات میں لکھا ہے: حضرات حضرت کی جمع، بزرگ مخدوم، حضرت درگاہ، جناب، حضور، قبلہ تعظیم عزت کا لقب (فیرز اللغات ص۵۷۰)

کریم اللغات میں لکھا ہے: حضرات جمع حضرت کی مراد بزرگ لوگ (کریم اللغات ص۱۱۲)

القاموس الجدید میں لکھا ہے: حضرات معززین، حضرات السادۃ، معززین کرام معزز حضرات حضرتکم (تعظیمی لقب) آپ جناب (القاموس الجدید ص۱۸۴)

لغات کشوری میں لکھا ہے: حضرت کلمہ تعظیم کا بزرگوں کے لئے ہے حضرات جمع حضرت کی مراد بزرگ لوگ (لغات کشوری ص ۱۵۵)

قارئین کرام! مندرجہ بالا کتب لغت کے حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت حضور اور حضرات کے الفاظ اس دور کے عرف میں تعظیم و تکریم کے کلمات ہیں انبیاء، اولیاء، بزرگان دین، اکابر اور بڑے لوگوں کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ علمائے اہل حق غیر اللہ کو قطعا ہر جگہ حاضر ناظر نہیں سمجھتے ہیں اور نہ اس عقیدہ سے ان الفاظ کو استعمال کرتے ہیں ان الفاظ سے صرف اور صرف تعظیم ہی مقصود ہوتی ہے۔ لہذا فرقہ مسعودیہ کا ان الفاظ سے حاضر و ناظر کا عقیدہ نکال کر ان کو ناجائز کہنا ان کی کوتاہ فہمی اور قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔

مسئلہ: ۹ آپ ﷺ مقصد کائنات

پوری امت مسلمہ کا اجماع اتفاق ہے کہ آپ ﷺ وجہ اور مقصد کائنات ہیں لیکن فرقہ مسعودیہ اس اجماعی عقیدہ کا انکار کرتا ہے اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن اور انسانوں کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ لہذا جن وانس کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مقصد کائنات نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ نرا مغالطہ اور دھوکہ ہے بلکہ دینی لحاظ سے مسعودیوں کی یک چشمی کی بلکہ کور چشمی کی مثال ہے۔ کیونکہ ایک چیز کے کئی اسباب و علل ہوتے ہیں۔ نیز اسباب الاسباب بھی ہوتے ہیں اور اسباب و علل کی اقسام بھی ہوتی ہیں اور کچھ تکوینی ہوتے ہیں اور اسباب قریبی بھی ہوتے ہیں اور بعیدی بھی ہوتے ہیں۔ لیکن فرقہ مسعودیہ نے ان سب باتوں سے کور چشمی اختیار کر رکھی ہے۔ صرف اس ایک آیت کو دیکھ کر غلط نتیجہ اخذ کر لیا کہ آپ ﷺ مقصد کائنات نہیں ہیں۔ حالانکہ اس آیت کے علاوہ دو آیتیں اور بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق

کائنات کے کچھ اور مقاصد بھی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **خلق لکم ما فی الارض جمیعا** (بقرہ آیت ۲۹)

یعنی پیدا کیا تمہارے فائدہ کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے سب کا سب۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ہر چیز انسان کے لئے پیدا فرمائی تاکہ وہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے اور یہاں انسان کو تخلیق کائنات کا سبب فرمایا گیا

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم** (ھود آیت ۱۱۹)

ترجمہ: اور ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے یعنی اختلاف اور رحمت کے لئے ان کو پیدا فرمایا ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اختلاف اور رحمت کے لئے پیدا فرمایا یعنی انسانوں کی تخلیق کا مقصد اختلاف اور رحمت ہے۔ اس آیت پر مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ لکھتے ہیں:

یعنی دنیا کی آفرینش سے غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی صفات جمالیہ اور قہریہ کا ظہور ہو اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تاکہ رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے جو ﴿الا من رحم ربک﴾ کی مصداق اور دوسری جماعت اپنی بغاوت اور غداری سے اس کی صفت عدل وانتقام کا مظہر بن کر جس دوام کی سزا بھگتے جس پر اللہ کی یہ بات پوری ہو ...... **لاملئن جھنم من الجنة والناس.**

بہر حال آفرینش عالم کا تشریعی مقصد عبادت ہے ﴿**وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون**﴾ (والذاریات آیت ۵۶)

اورتکوینی غرض یہ ہے کہ تشریعی مقصدکواپنے کسب واختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دوگروہ ایسے موجود ہوں جوحق تعالیٰ کی صفات جلالیہ اور جمالیہ یا بالفاظ دیگر لطف وقہر کے موردومظہر بن سکیں. درکانہ عشق از کفر ناگریز است دوزخ کر الستوزد اگر ابولھب نباشد . پھرلطف وکرم کے مظاہر بھی اپنے مدارج استعداداور عمل کے اعتبار سے مختلف ہونگے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

(تفسیر عثمانی)

تو ثابت ہوگیا کہ تخلیق انسانی اور تخلیق کائنات کے کئی مقاصد ہیں اور کہیں سے ایک مقصد دیکھ کر دیگر مقاصد کا انکار کر دینا حماقت وجہالت ہے۔لہذا آپ ﷺ کومقصد کائنات کہنے سے عبادت والے مقصد کی نفی نہیں ہوتی قرآن مجید سے ثابت ہوگیا کہ عبادت حضرت انسان اور اختلاف ورحمت سب آفرنیش دنیا کے مقاصد ہیں اور کسی ایک مقصدکو دیکھ کر دیگر مقاصد کی نفی کر دینا کوتاہ فہمی اور کم علمی کی دلیل ہے۔اب آپ چند دلائل کتاب وسنت کے ملاحظہ فرمائیں جس سے آپ ﷺ کا مقصد کائنات ہونا معلوم ہوتا ہے

دلیل نمبرا: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشادفرماتے ہیں ﴿خلق لکم ما فی الارض جمیعا﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساری نعمتیں حضرت انسان کے لئے بنائی ہیں تو حضرت انسان مقصد کائنات ٹھہرا اور آپ ﷺ صرف انسان نہیں بلکہ سیدالانس والجن ہیں آپ سیــــد ولــــد آدم ہیں لہذا آپ بطریق اولی مقصد کائنات ہیں۔

دلیل نمبر۲: عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لما اذنب اٰدم الذنب الذی

اذنبہ رفع راسہ الی السماء فقال اسئالک فقال اسئلک بحق محمد ﷺ الا غفرت لی فاوحی اللہ الیہ من محمد ؟فقال تبارک اسمک لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ﷺ فعلمت انہ لیس احدا اعظم عندک قد را عمن جعلت اسمہ عما اسمک فاوحی اللہ لیہ یا اٰدم انہ اٰخر النبیین من ذریتک ولو لا ھو ما خلقتک

(معجم صغیرج ۲ص ۸۳،طبرانی اوسط طبرانی کبیر، حاکم ابونعیم فی الدلائل بیہقی ابن عساکر مجمع الزوائد)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم سے بھول صادر ہوگئی (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے اور دعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اورعرض کیا یا اللہ! محمد ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ (جن کے وسیلہ سے تم نے استغفار کی) عرض کیا جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد ﷺ سے اونچی ہستی کوئی نہیں جن کا نام تو نے اپنے ساتھ رکھا وحی نازل ہوئی وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کے آخر ٹکڑے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مقصد کائنات ہیں۔

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو شفاء السقام میں نقل کیا ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوجعفر منصور سے گفتگو کرتے ہوئے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو خصائص کبری میں نقل کیا ہے براہین

الکتاب والسنۃ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

دلیل نمبر۳: فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار وفی روایۃ ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا. (موضوعات کبیر ص ۱۰۱)

ترجمہ: دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نہ ہوتے جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں آگ کو پیدا نہ کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مقصد کائنات ہیں اگر اللہ تعالیٰ آپ کو پیدا نہ فرماتا تو دنیا کائنات کو پیدا نہ فرماتا۔

دلیل نمبر۴: علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وذکر صاحب کتاب شفاء الصدور فی مختصرہ عن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اللہ عزوجل قال یا محمد وعزتی وجلالی لو لاک ما خلقت ارضی ولاسمائی ولا رفعت ھذہ الخضر اولا بسطت ھذہ الغبراء

(انسان العیون ج ۱ ص ۳۵۷، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۱۱۹)

ترجمہ: صاحب شفاء الصدور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کی اللہ تعالیٰ فرمایا اے محمد! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین اور آسمان پیدا نہ کرتا نہ یہ نیلگوں چھت بلند کرتا نہ یہ خاکی فرش بچھاتا۔

دلیل نمبر۵: لولاک لما خلقت الافلاک قال الصنعانی موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح (موضوعات کبیر ص ۱۰۱)

ترجمہ: اے محمد ﷺ اگر آپ (ﷺ) نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا صنعانی نے کہا اس حدیث کے اندر افلاک کا لفظ موضوع ہے لیکن اس کے معنی صحیح ہے کیونکہ اس کا معنی دوسری احادیث سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر۶: اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام اٰمن بمحمد (ﷺ) ومر من ادرکه من امتک ان یؤمنوبه فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولا الجنة ولاالنار.

(الحاوی للفتاوی ج۲ ص ۱۴۵ ،بحواله حاکم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آ! اور اپنی امت کو حکم کر کہ جو شخص بھی نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ پائے اس پر ایمان لے آئے اگر وہ نہ ہوتا تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا نہ جنت کو نہ جہنم کو اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بھی مقصد کائنات ہیں۔

دلیل نمبر۷: اسی مسئلہ پر اجماع امت ہے کہ آپ ﷺ بھی مقصد کائنات ہیں اور اجماع امت بھی ایک شرعی حجت ہے لہٰذا اجماع امت سے بھی آپ ﷺ کا مقصد کائنات ہونا ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مکتوبات میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بوستان میں، حضرت مولانا عبدالحیٔ

لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے الآ ثارالمرفوعۃ میں، احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے المواہب اللدنیہ میں، شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں اور حضرت مولانا ذوالفقارعلی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے عطرالوردہ شرح قصیدہ بردہ میں اسی طرح امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دلائل میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ بلکہ اس سے استدلال واستشہاد کیا ہے اور علامہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اس کو معنی اور مطلب کے لحاظ سے صحیح قرار دیا ہے۔

گر ارض وسماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
نہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
ترا عزا لولاک تمکین بس است
ثنائے تو طہٰ و یٰسین بس است

مسئلہ:۱۰ اللہ تعالیٰ کو ''خداتعالیٰ'' کہنا:

کیپٹن صاحب کو ماننے والے لوگوں میں ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لئے ایک یہ مسئلہ بھی چھیڑتے ہیں کہ علماء اسلام اللہ تعالیٰ کو ''خدا'' تعالیٰ کیوں کہتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں ''خدا'' کا لفظ شامل نہیں ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ لفظ اللہ تعالیٰ اسم ذات ہے اور اسم ذات کا ترجمہ نہیں ہوا کرتا ہے۔ اسم ذات ہر زبان میں یکساں رہتا ہے لہٰذا لفظ ''خدا'' کو لفظ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ سمجھنا صحیح نہیں ہے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ''خدا'' کہنا صحیح نہیں ہے۔

بندہ عاجز عرض گزار ہے کہ ان لوگوں کے سارے دلائل اس غلط فہمی پر مبنی ہیں کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ لفظ ''خدا'' لفظ اللہ تعالیٰ کا ترجمہ ہے بلکہ اسم ذات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کئی صفاتی نام ہیں مثلاً الرحمٰن، بے حد مہربان، الرحیم، نہایت رحم کرنے والا،

رزاق، رزق دینے والا رب العالمین پروردگار عالم، پالنہار، تو لفظ ''خدا'' رب یا مالک کا فارسی ترجمہ ہے، اردو، فارسی، سرائیکی زبان میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین علماء اسلام نے اس لفظ کو تراجم وغیرہ میں خوب استعمال کیا ہے اور صفاتی نام کا ترجمہ بالاتفاق جائز ہے۔اس میں کوئی دانشمند اختلاف نہیں کرتا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دیگر صفاتی ناموں کا جس طرح ترجمہ جائز ہے اسی طرح رب اور مالک کا ترجمہ لفظ ''خدا'' کے ساتھ جائز ہے۔چنانچہ خود کیپٹن مسعود الدین عثمانی نے اپنے رسائل میں اللہ تعالیٰ کو پروردگار کہا ہے (دیکھئے یہ مزار یہ میلے ص۹)

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی صفاتی نام کا ترجمہ کرنا غلط ہے تو یہ غلطی کیپٹن صاحب نے خود کی ہے پروردگار فارسی زبان کا لفظ ہے اور رب العالمین کا ترجمہ ہے اور اردو زبان میں ترجمہ ہے اور اس ترجمہ پر اعتراض کرنا ایک فضول سی بات ہے البتہ لفظ خدا کے استعمال میں کسی قسم کا گناہ اور ممانعت نہیں ہے۔بہر حال جواز کے اندر اختلاف کرنا ایک قسم کا غلو ہے۔

مسئلہ:۱۱ مردوں اور عورتوں کی نماز کا فرق:

کیپٹن مسعود کے ماننے والے غیر مقلدین لوگ علماء اسلام سے اس مسئلہ میں بھی اختلاف کرتے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز میں کوئی نہیں ہے۔بلکہ دونوں کی نماز کا یکساں طریقہ ہے اور ایک ہی شکل وصورت ہے۔حالانکہ احادیث مبارکہ میں واضح فرق موجود ہے اور اس فرق پر اجماع امت ہے اور فقہ کے چاروں آئمہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ بعض امور میں مرد وعورت کی نماز کا فرق ہے۔لیکن مسعودی اور غیر مقلدین اجماع امت کی مخالفت میں فرق بیان کرنے والی احادیث کو نظر انداز کررہے ہیں۔حالانکہ بعض فرق ایسے

ہیں جن کو مسعودی وغیرہ، غیر مقلدین خود بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود کوئی فرق نہیں کوئی فرق نہیں کی رٹ لگاتے ہیں۔

اتفاقی فرق: (۱) مرد کے لئے مسجد میں نماز ادا کرنا بہتر ہے جبکہ عورت کے لئے بہ نسبت مسجد کے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر ہے (مسند احمد ج۶ ص ۳۷۱)

(۲) نماز میں مردوں کے لئے پہلی صف بہتر ہے اور عورتوں کے لئے آخر صف بہتر ہے (بخاری ج۱ ص ۱۲۰، ترمذی ج۱ ص ۳۱)

(۳) نماز کے دوران اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے بے خبری میں گزرنے لگے تو مرد تسبیح کے ذریعے روکے اور عورت تصفیق یعنی ہاتھ پر ہاتھ مار کر روکے (ترمذی ج۱ ص ۴۸)

(۴) مرد کے لئے نماز میں پگڑی اور ٹوپی افضل ہے (بخاری ج۱ ص ۵۶)

جبکہ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ نہیں ہوتی (ترمذی ج۱ ص ۵۰)

(۵) مرد اگر ننگے سر نماز پڑھ لے تو علماء فرماتے ہیں کہ نماز مع الکراہت ادا ہو جائے گی اور اگر عورت نے ننگے سر نماز پڑھی تو خود نماز جائز نہیں ہوگی۔

(۶) مرد امام بن سکتا ہے جبکہ علماء فرماتے ہیں عورت کی امامت مکروہ ہے۔

(۷) مرد اگر مردوں کا امام ہو تو اسے چاہیئے کہ صفوں سے آگے مصلّی پر کھڑا ہو اور عورت مردوں کی امام تو نہیں بن سکتی اگر عورتوں کی امامت کرا رہی ہے تو اگرچہ مکروہ ہے لیکن اس کو چاہیئے کہ اگلی صف کے درمیان میں کھڑی ہو۔

(۸) مرد کے لئے ہر حال میں خصوصاً نماز میں ٹخنے ڈھکنا حرام اور ممنوع ہے جبکہ

عورت کے لئے ہر حال میں خصوصا نماز میں ٹخنے ڈھکنا لازمی وضروری ہے۔

(۹) مرد نماز کی اذان وتکبیر کہہ سکتا ہے لیکن عورت اذان وتکبیر نہیں کہہ سکتی۔

(۱۰) نماز باجماعت میں مرد مرد کے ساتھ ایک صف میں کھڑا ہو سکتا ہے عورت کو مردوں کی صف میں کھڑا ہونے کی اجازت نہیں۔

(۱۱) علماء احناف کے نزدیک نماز میں آمین مرد وعورت سب کے لئے آہستہ کہنے کا حکم ہے لیکن جو لوگ آمین اونچی آواز میں کہنے کے قائل ہیں وہ یہ حکم صرف مردوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں اور عورتوں کو اونچی آواز سے آمین کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔

قارئین کرام! آپ انصاف فرمائیں کہ مرد وعورت کی نماز کے کتنے سارے واضح فرق ہیں اور سب کے سب صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں اور پھر اتنے سارے فرق کے باوجود یہ رٹ لگائے رہنا کہ مرد وعورت کی نماز ایک جیسی ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوپہر کے سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ چند مزید دلائل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فرق کے دلائل

حدیث نمبر ۱: عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللہ ﷺ مر علی امرأتین تصلینا فقال اذا سجد تما فضما بعض اللحم الی الارض والمرأة لیست فی ذالک کالرجل

(مراسیل ابی داؤد ص ۵۵، تحفة الاشرف ۱۳، ۱۹۴۱، بیہقی ج ۲ ص ۲۲۳)

ترجمہ: آپ ﷺ کا دو عورتوں پر گزر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دونوں سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین سے ملا دو کیونکہ عورت اس میں مرد کی طرح نہیں ہے

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ عورت کی نماز بالکل مردوں کی طرح

نہیں ہے بلکہ بعض احکام میں فرق ہے۔

حدیث نمبر۲: عن ابن عمر مرفوعا اذا جلست المرأة فی الصلوٰة وضعت فخذها علی فخذها الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها فی فخذیها کا ستر مایکون له وان الله تعالیٰ ینظر الیها ویقول ما ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها (کنز العمال ج۴ ص۱۱۷ ،بیهقی کامل ابن عدی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران دوسری ران پر رکھے جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکائے کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں فرشتوں سے فرماتے ہیں اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کر دی۔

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر عورت کے لئے ان سب باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے جو اس کے لئے ستر اور پردہ کا موجب بنتے ہیں۔

حدیث نمبر۳: عن وائل بن حجر بن عدی قال قال رسول لی رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاوائل بن حجر اذ صلیت فاجعل یدیک حذا اذنیک والمرأة تجعل یدیها حذا ثدییها (مجمع الزوائد ج۲ ص۱۰۳ طبرانی)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا طریقہ سکھایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجر! جب نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔

حدیث نمبر۴: عن عبد ربه بن سلیمان بن عمر قال رأیت ام الدرداء یرفع یدیها فی الصلوٰة حذو منکبیها . (جزاء القراه للبخاری ص۷)

ترجمہ: حضرت عبدربہ بن سلیمان بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔

حدیث نمبر۵: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال كن يتربعن ثم امرن يحتفزن.

(جامع المسانید ج ا ص ۴۰۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں؟ انہوں نے فرمایا چہارزانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔''

حدیث نمبر۶: عن علی ارضاه قال اذا سجدت المرأه فليتحفز ولتقم فخذيها (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰۲ سنن کبری، بیہقی ج۲ ص ۲۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

حدیث نمبر۷: عن ابن عباس انه سئل عن صلوة المرأة فقال تجتمع وتحتفز (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص۳۰۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورت کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ اکٹھی ہو کر خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

مزید چند آثار تابعین وغیرہ

(ا) عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأه فلتضم فخذيها ولتضع بطنها عليها

(مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰۲)

ترجمہ: حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ اپنی رانوں کو ملائے اوران پر اپنے پیٹ کو رکھ دے۔

(۲)عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل بطنه على فخذيه اذا سجد كماتضع المرأ ة (مصنف ابی بکر بن شیبہ ج ا ص ۳۰۲)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ مرد سجدہ کے وقت اپنے پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھ دے جیسا کہ عورت کرتی ہے۔

(۳)عن الحسن قال المرأ ة تضم فى السجود (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۰۳)

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت سجدہ میں سمٹ جائے۔

(۴)عن ابراهيم قال اذا سجدت المرأ ة فلتلزق بطنها بفخذيها ولا ترفع عجيزتها ولا تجافى كما يجافى الرجل (مصنف ابنابی شیبہ ج ا ص۳۰۳)

ترجمہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سجدہ کرے تو چاہیے کہ اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے ملادے اوراپنی سرین کو اونچا نہ کرے اور مرد کی طرح کھلا سجدہ نہ کرے۔

(۵)سمعت عطا سئل عن المرأة كيف ترفع يديها فى الصلوٰة قال حذو ثدييها (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ عورت نماز میں کس طرح ہاتھ اٹھائے فرمایا کہ اپنے دو پستانوں کے برابر یعنی سینہ تک ہاتھ اٹھائے۔

(۶)عن الزهرى قال ترفع يديها حذو منكبيها

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت زہری رضی اللہ عنہ سے فرمایا عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔

(۷)عن حماد انه كان يقول فى المرأة اذا استفتحت الصلوٰة ترفع يديها الى ثديها (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: حضرت حماد رضی اللہ عنہ فرمایا تھے کہ عورت نماز میں اپنے دو پستانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

(۸)عن ابن جريج قلت لعطاء تشير المرأة بيديها بالتكبير كالرجل قال لا ترفع بذاک يديها كا الرجل واشار فخفض يديه جدا وجمعها اليه جدا وقال ان المراة هيئة ليست للرجل (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۰)

ترجمہ: ابن جریج سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا عورت نماز میں مردوں کی طرح ہاتھ اٹھائے فرمایا کہ مردوں کی طرح ہاتھ اونچے نہ کرے اور اشارہ کر کے دکھایا کہ اس طرح اٹھائے ہاتھوں کو بالکل اونچا نہ کیا اور ان کو اپنی طرف جمع کرلیا اور فرمایا کہ عورت کی خاص ہیئت ہے جو مرد کے لئے نہیں ہے۔

(۹)حدثنی عاصم الاحول قال رايت حفصة بنت سيرين كبرت فى الصلوة او مأت حذو ثد يها...... الخ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۲۷۵)

ترجمہ: حضرت عاصم الاحول بیان کرتے ہیں کہ میں نے حفصہ بنت سیرین کو دیکھا کہ نماز میں تکبیر کہی اور پستانوں تک یعنی سینے تک ہاتھوں کا اشارہ کیا۔

قارئین کرام! یہ ہیں وہ احادیث اور آثار تابعین جن کی بنیاد پر فقہاء اسلام نے مرد عورت کی نماز میں فرق کا لحاظ کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اسلام کے اندر عورت کی ستر اور پردہ پوشی کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ عورت کا معنیٰ ہی ستر کا ہے فقہاء اسلام چونکہ مزاج شناس نبوت ہوتے ہیں۔ اسی لئے تمام فقہاء کرام حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ نے اسی ستر اور پردہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے مرد اور عورت کی نماز کا فرق بیان کیا

ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث اور اقوال صحابہ وتابعین سے واضح ہے۔لیکن مسعودی وغیرہ غیرمقلدین چونکہ تفقہ فی الدین کی نعمت سے محروم ہیں اوران کی نظر صرف الفاظ تک محدود رہتی ہے مغز تک ان کی رسائی نہیں ہے اسی لئے ان لوگوں نے کتاب وسنت کے ان سب فروق کونظرانداز کر دیا اور الٹا فقہاء کرام پر ناراض ہو گئے ہیں کہ انہوں نے مرد وعورت کا فرق ازخود کرلیا ہے۔حالانکہ یہ فرق خود آپ ﷺ نے واضح فرمائے ہیں۔

ہوئی پرستوں کی ایک دلیل اور اس کا جواب:

مسعودی اور غیرمقلدین وغیرہ ہوی پرست فرقے جو مرد وعورت کی نماز میں کسی قسم کے فرق کا انکار کرتے ہیں۔وہ اپنے اس دعوی کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿صلوا کما رایتمونی اصلی﴾ یعنی جس طرح نماز میں پڑھتا ہوں تم اسی طرح نماز پڑھو لہذا مرد عورت کو ایک جیسی نماز پڑھنی چاہئے۔لیکن ہوئی پرستوں کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہ ارشاد ایک وفد کو فرمایا تھا جو کہ بیس دن آپ کی خدمت میں رہا تھا لہذا ان لوگوں کا استدلال حدیث کے ایک ایسے ٹکڑے سے ہے جس کو سیاق وسباق سے ہٹایا گیا ہے اگر اس حدیث کے ٹکڑے کو عام بھی رکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ بالکل نماز ایسے پڑھی جائے جیسے آپ ﷺ نے پڑھی مرد وعورت سب بالکل اسی طرح نماز پڑھیں کیونکہ اس عمومی ضابطے میں کئی امور مستثنیٰ ہیں۔مثلا آپ ﷺ تو مصلیٰ پر کھڑے ہو کر امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے لیکن عورتیں آپ ﷺ کی طرح مصلیٰ پر کھڑے ہو کر امامت کے فرائض ادا نہیں کرسکتیں اسی طرح آپ ﷺ بوقت امامت قرات فرمایا کرتے تھے جبکہ آپ ﷺ کے پیچھے مرد وعورت قرات نہیں کیا کرتے تھے۔حالانکہ وہ دیکھ رہے ہوتے تھے کہ آپ ﷺ قرات فرما رہے تھے کیونکہ یہ امور اس

عمومی ضابطے سے مستثنیٰ ہیں۔ بعینہ اسی طرح مرد وعورت کی نماز کے فرق والے امور مستثنیٰ ہیں اور تقریباً ہر عمومی ضابطے سے کچھ چیزیں مستثنیٰ ہوا کرتی ہیں لہٰذا استثنائی امور اس سے خارج ہیں۔

ہویٰ پرستوں کی ایک اور دلیل:

ہویٰ پرست لوگ ام درداء کے عمل سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ وہ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں لیکن اس سے بھی انکا دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ یہی رٹ لگایا کرتے کہ ہم قران وحدیث پر چلنے والے ہیں اور ام درداء تو ایک ایسی عورت ہے جس کا صحابیہ ہونا بھی یقینی نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ام درداء کے اس عمل کو اس لئے نقل کیا گیا ہے کہ کیونکہ اس دور میں عورتیں نماز کے اندر مردوں کی طرح نہیں بیٹھا کرتی تھیں بلکہ ان کے بیٹھنے کا طریقہ مخصوص ہے لیکن چونکہ ام درداء عورتوں والے مخصوص طریقہ کو چھوڑ کر مردوں کی طرح بیٹھا کرتی تھیں اس لئے ازراہ تعجب اس کے طریقہ نشست کو بیان کیا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عام عورتیں مردوں کی طرح نہیں بیٹھا کرتی تھیں بجز ام درداء کے کہ وہ مردوں کی طرح بیٹھا کرتی تھیں۔

ہویٰ پرست منور سلطان کا حدیثوں کے خلاف واویلا:

آپ نے بکثرت حدیث وآثار پڑھے ہیں جن سے مرد وعورت کی نماز کا فرق واضح ہے لیکن ہویٰ پرستوں کا اس پر ایمان نہیں ہے منور سلطان ان احادیث کے خلاف واویلا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ یوسف لدھیانوی صاحب کا اپنی کتاب اختلاف امت اور صراط مستقیم میں مستند وصحیح احادیث کے مقابلے میں ضعیف اور مرسل روایات کو بنیاد بنا کر عورتوں کو سجدے میں جسم زمین سے چمٹا دینے کا حکم کرنا ایک باطل فعل ہے۔ (اسلام یا مسلک پرستی ص ۱۴۱)

ہویٰ پرستوں کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی حدیث کو ضعیف وغیرہ کہیں:

احادیث وآثار کے پرکھنے کے اصول وضوابط محدثین، فقہاء اسلام ائمہ رجال نے وضع کئے ہیں اوران لوگوں نے ہی روایات پر صحت وضعف وغیرہ کا حکم فرمایا جبکہ ہویٰ پرست قرآن وحدیث کے مدعی ہیں۔اور کسی بزرگ اور امام کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو کسی امام اور بزرگ کے حوالہ سے ان ہویٰ پرستوں کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی حدیث کو ضعیف ،معلول اور مرسل وغیرہ کہیں ان کے نزدیک ضعیف وہ ہے۔ جسے اللہ یا اس کے رسول اللہ ﷺ نے ضعیف کہا ہے آئمہ کے کہنے پر کسی حدیث کو ضعیف کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اماموں کی تقلید وپیروی جائز ہے۔ حالانکہ آئمہ کی تقلید کو تو یہ لوگ ناجائز کہتے ہیں افسوس کہ بعض اوقات اماموں کی بات کو تسلیم کرنے اور ماننے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ انہیں آئمہ رجال پر یہ ہویٰ پرست مسعودی شرک وکفر کے فتوے صادر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب علماء اصول حدیث جنہوں نے حدیث کی اقسام اور درجے بیان کئے ہیں۔ وہ سب کے سب حیات الانبیاء عذاب قبر اور سماع موتی کے قائل ہیں ایک طرف ان لوگوں پر فتوے لگانا اور دوسری طرف ان کے حوالہ سے یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا مرسل ہے یہ مقبول ہے اور یہ ناقابل قبول ہے نہایت ہی دیدہ دلیری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ہویٰ پرستوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ آئمہ رجال کے کہنے پر کسی حدیث پر کسی قسم کا حکم لگائیں۔ البتہ مرتا کیا نہ کرتا کے تحت مجبورا سب کچھ کرتے ہیں اور بڑی دیدہ دلیری سے کرتے ہیں۔

علماء اسلام کی پیش کردہ روایت صحیح اور مقبول ہیں

ہویٰ پرست لوگ خواہ مخواہ فرق بیان کرنے والی احادیث کو ناقابل قبول بناتے ہیں۔ ورنہ جن علماء اصول حدیث نے پہچان کے اصول وضع کئے ہیں منجملہ اصول یہ بھی ہے

کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو جائے۔ جس حدیث سے کوئی فقیہ استدلال کرے اور جو حدیث مختلف سندوں سے مروی ہو۔ تو وہ حدیث مقبول کے درجہ میں شمار ہو جاتی ہے خواہ وہ سند کے لحاظ سے ضعیف بھی ہو۔ لیکن مسعودی گروپ کسی اصول کا پابند نہیں ہے۔ جب ضرورت پڑے تو اصولوں کا سہارا لیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہ ہو تو سارے اصول بالائے طاق رکھ دیے جاتے ہیں یہ اسلام نہیں ہے بلکہ ہوٰی پرستی ہے۔

مسئلہ: ۱۲ جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ:

آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے عملیات یعنی جھاڑ پھونک تعویذات اور گلے یا بازو وغیرہ میں پتھر کوڑی درخت کی چھیل اور تاگے وغیرہ لٹکانے کے ذریعہ علاج کا عام دستور تھا اور اس زمانہ جاہلیت میں اکثر و بیشتر یہ چیزیں سحر اور شرک پر مشتمل ہوتی تھیں اس لئے آپ ﷺ نے ان امور سے اولاً سب کو روک دیا اور اس معاملہ میں سختی فرمائی اور بعد میں جب لوگوں کی ذہن سازی ہو گئی اور عقائد درست ہو گئے تو آپ ﷺ نے چند اصلاحات کے بعد اس طریقہ علاج کی اجازت دے دی۔ مثلاً جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ میں جادو شامل نہ ہو کیونکہ جادو کرنا اور کرانا حرام ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جھاڑ پھونک اور تعویذات میں شرکیہ کلمات نہ ہوں اور نہ ہی ایسی زبان میں ہوں جس کا معنی ومطلب معلوم نہ ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ آدمی جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ کو مستقل طور پر موثر بالذات نہ سمجھے بلکہ اس کو علاج اور سبب کی حد تک محدود سمجھے اگر کوئی شخص اس طریقہ علاج کو موثر بالذات سمجھتا ہے تو فساد عقیدہ کی وجہ سے یہ ناجائز ہے۔

ہویٰ پرست مسعودیوں کی ایک حماقت:

کیپٹن مسعودالدین عثمانی اوران کا چیلہ منور سلطان اور دیگر پیروکار تعویذات کو شرک کہتے ہیں اور آپ ﷺ نے ان امور سے منع فرمایا ہے اور بعد والی احادیث کو جن میں اصلاح کے بعد ان امور کی اجازت مرحمت فرمائی نظرانداز کرتے ہیں۔ حالانکہ آدمی صحیح نتیجہ پر اس وقت پہنچتا ہے جب تصویر کے دونوں رخ اس کے سامنے ہوں لیکن ہویٰ پرست فرقہ ہمیشہ ایک رخ کو دیکھ کر دوسرے رخ کو نظرانداز کردیتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ ہمیشہ غلط نتیجہ پر جا پہنچتے ہیں اور راہ راست سے ہٹے رہتے ہیں اور صراط مستقیم سے پرے رہتے ہیں اور یہ ان لوگوں کی بنیادی غلطی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ گمراہیوں کی وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ ان کے برعکس علماء اسلام علماء حق تصویر کے دونوں رخ سامنے رکھتے ہیں اور مسئلہ کے ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہیں۔

پھر سلف صالحین کے اقوال احوال کی روشنی میں بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور الحمدللہ حق بات تک پہنچنے میں اور صراط مستقیم پالینے میں ہمیشہ کامیاب اور کامران رہتے ہیں

ہویٰ پرستوں کی دوسری حماقت:

جب یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ ایک قسم کا علاج اور دفع مضرت کی ایک تدبیر ہے یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین کرام نے اپنی حدیث کی کتابوں میں ان امور کو کتاب الطب الرقی میں بیان کیا ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھاڑ پھونک اور تعویذات بھی ایک قسم کا علاج اور دوا وعلاج کے متعلق یہ اتفاقی فیصلہ ہے کہ علاج کی تمام اقسام جو آجکل رائج ہیں۔ یا آئندہ

ایجاد ہونگی اور تجربات کی بنیاد پر جتنے طریقے علاج شریعت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف نہ ہوں اور دین اسلام میں ممنوع نہ ہوں۔ اسی ضابطہ کے تحت علاج کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا دوا وعلاج کے سلسلہ میں یہ سوال اٹھانا کہ اس نسخہ کو قرآن وحدیث سے ثابت کرو ایک قسم کی حماقت اور جہالت ہے۔

دیکھیئے آپ ﷺ کے مبارک دور میں علاج بالنار اور علاج بالماء بھی کیا جاتا تھا لیکن بعد میں لوگوں نے تجربات کی بنیاد پر قسم وقسم کے علاج ایجاد کیئے اور ادویات تیار کیئے اور کرتے جارہے ہیں۔ پہلے صرف یونانی طریقہ علاج تھا پھر ایلو پیتھک آئی، انگریزی ادویات عام ہوئیں، پھر ہومیو پیتھک کے علاج شروع ہوئے اور ہر شعبہ میں ترقی ہوتی جاتی ہے اور روزانہ ہزاروں نسخے تیار ہو رہے ہیں۔

تو اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ میرے سامنے انگریزی ادویات کا قرآن وحدیث سے ثبوت پیش کرو یہ ٹیکہ یہ گولیاں یہ کیپسول اور یہ آپریشن کہاں سے ثابت ہے؟ اگر ثبوت پیش نہیں کر سکتے تو یہ علاج بدعت ہے شرک اور ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ میرے سامنے ہومیو پیتھک کا ثبوت پیش کرو قرآن وحدیث سے یہ قطرے اور پڑیاں کہاں سے ثابت ہیں۔

تو یقیناً ایسا شخص احمق تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ علاج اور ادویات جتنے بھی ایجاد ہوں سب جائز ہیں۔ بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہوں، اور دین اسلام میں ممنوع نہ ہوں تو جس طرح ایسے معاملات میں ثبوت طلب کرنا حماقت ہے۔ بعینہ جھاڑ پھونک اور تعویذات کے بارے میں ثبوت طلب کرنا بھی حماقت اور جہالت ہے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا علاج اور تدبیر ہے صرف یہی لحاظ رکھا جائے گا کہ وہ خلاف شریعت اور ممنوع فی الاسلام نہ ہو۔

ثبوت کہاں طلب کیا جاتا ہے؟

ثبوت کا مطالبہ وہاں ہوتا ہے جہاں کرنے والا کسی کام کو نیکی ثواب اور عبادت سمجھ کر کر رہا ہو اور اس کام کو دین اور شریعت سمجھ کر کر رہا ہو مثلاً جو لوگ اذان کے اول و آخر میں صلوٰۃ وسلام کہتے ہیں۔ ان سے مطالبہ کرو کہ قرآن وحدیث سے ثابت کرو کیونکہ کرنے والے اس کام کو کار ثواب اور دین سمجھ کر کر رہے ہیں۔ اسی طرح جو شخص قبر پر اذان دے رہا ہے اس سے مطالبہ کرو کہ قبر کی یہ اذان کہاں سے ثابت ہے۔ کیونکہ قبر پر اذان دینے والا اپنی اذان کو دین وعبادت سمجھ رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جھاڑ پھونک کرنے والا اسی طرح تعویذات لینے دینے والا ان باتوں کو دین عبادت اور کار ثواب سمجھ کر نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ دونوں کی نیت علاج کی ہے نہ کہ ثواب کی۔ دیکھئے ایک آدمی عامل کو کہہ رہا ہے مجھے سر میں درد ہے۔ مجھے دم کیجئے دوسرا کہہ رہا ہے مجھے بخار کا تعویذ دیجئے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ تو علاج ہے نہ کہ عبادت آپ نے کوئی شخص نہ دیکھا ہو گا جو تعویذ مانگ رہا ہو کہ میں پل صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جاؤں یا قبر کے عذاب سے بچ جاؤں، یا دوزخ کی آگ سے نجات پاؤں وغیرہ وغیرہ لہٰذا قرآن وحدیث سے ثبوت وہاں مانگا جاتا ہے جہاں کسی عمل کو دین سمجھا جاتا ہے۔ اور جہاں کسی عمل کو دین نہیں بلکہ دنیا سمجھا جا رہا ہو، وہاں ثبوت کا مطالبہ ایک فضول سی حرکت ہے۔ وہ احمق ہوگا جو مطالبہ کرے کہ ریل گاڑی قرآن وحدیث سے ثابت کرو، چائے اور کوکا کولا قرآن وحدیث سے ثابت کرو کیونکہ یہ چیزیں دین نہیں، بلکہ دنیا ہیں۔ اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں **انتم اعلم بامر دنیاکم** یعنی تم اپنی دنیا کے کام بہتر جانتے ہو (مسلم ۲،۲۶۴)

تعویذات وغیرہ شرک وبدعت کے زمرہ میں تب داخل ہوتے ہیں جب کرنے

والے ان کو دین قرار دیتے ہیں۔حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ تعویذات وغیرہ دنیاوی مطلب حاصل کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں یعنی جو شخص غیر دین کو دین میں داخل کرے تو وہ مردود ہے۔تو جب تعویذات وغیرہ کرنے کو دین ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ دنیاوی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔تو وہ بدعت کے زمرہ میں نہیں آ سکتا اوراس طرح اگر جھاڑ پھونک اور تعویذات میں شرکیہ کلمات شامل ہیں تو وہ لازماً شرک ہی ہونگے اور اگر شرک پر نہیں بلکہ آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہیں تو ان کو کیسے شرک کہا جائے گا۔لہٰذا ایسے عملیات کے بارے میں سوال کرنا کہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں ایک غلط سوال ہے۔البتہ اس قسم کے علاج کی بنیاد آپ ﷺ اور صحابہ وتابعین ہیں۔اگرچہ بعد میں اہل اسلام نے تجربات کی بنیاد پر بہت سے طریقہ ہائے علاج لکھے اور بیان کئے ہیں جن سے پوری امت دنیاوی مقاصد حاصل کر رہی ہے۔

عملیات کے اباحت کے دلائل :

جن احادیث میں تعویذات، جھاڑ پھونک وغیرہ عملیات کی ممانعت آئی ہے یا ان کو شرک کہا گیا ہے تو علماء اسلام نے اباحت کے دلائل کے پیش نظر ان کو ایسی صورتوں پر محمول کیا ہے کہ ان میں شرکیہ ہوں یا غیر اللہ سے مدد لی گئی ہو یا ایسے کلمات پر مشتمل ہوں جن کا معنی معلوم نہ ہو یا پھر وہ جادو کی قسم سے ہوں یا ان عملیات کو مستقل طور پر موثر بالذات سمجھا گیا ہو وغیرہ وغیرہ۔لہٰذا وہ عملیات جو ایسے امور اور فساد وعقیدے سے مبرا ہوں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں۔بلکہ وہ مباح ہیں اور اباحت کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱: بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قافلہ سفر پر تھا۔جن کا زاد سفر ختم ہو چکا تھا عرب کے کسی قبیلے کے پاس

پڑاؤ کیا۔انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔اتفاق سے ان کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا۔جس کی وجہ سے وہ لوگ سخت پریشانی کے عالم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آئے اور کہا کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا عمل ہے جس سے سانپ کے زہر کا اثر ختم ہو جائے۔ایک صحابی غالبا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میرے پاس اس کا عمل ہے لیکن ایک شرط پر عمل کرونگا کہ بکریوں کا ریوڑ ہمیں دیا جائے چونکہ وہ لوگ مجبور تھے انہوں نے یہ شرط منظور کر لی۔ چنانچہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر دم کیا مریض تندرست ہو گیا تو ان لوگوں نے شرط کے مطابق ان کو ایک ریوڑ دے دیا لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔بعض حضرات کہتے تھے کہ یہ ہمارے لئے حلال اور جائز ہے اور بعض دوسرے حضرات کہتے تھے کہ یہ کتاب اللہ پر اجرت لی گئی ہے لہذا جائز نہیں ہے۔بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿**وما یدریک انها رقیة ثم قد اصبتم اقسموا واضربو لی معکم سهما فضحک النبی** صلی اللہ علیہ وسلم﴾

(بخاری ج ا ص ۳۰۴)

یعنی تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ الفاتحہ رقیہ یعنی علاج کا عمل ہے پھر فرمایا تم نے اچھا کیا یہ بکریاں تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی نکالو اور ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتب الله** یعنی سب سے زیادہ اجرت لینے کے لائق تو اللہ تعالی کی کتاب ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

دلیل نمبر ۲: امام بخاری نے "**باب الرقی بالقرآن والمعوذات**" قائم فرمایا حدیث لکھی ہے۔**عن عائشة ان النبی** صلی اللہ علیہ وسلم **کان ینفث علی نفسه فی المرض الذی مات فیه بالمعوذات** (الحدیث بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مرض وفات میں اپنے اوپر دم کرتے تھے۔ یعنی آخری سورتیں اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے تھے اور پھر دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیر دیتے تھے۔

(فائدہ) اس حدیث سے بھی اس طریقہ علاج کا جواز معلوم ہوگیا کہ قرآن خصوصا معوذات کے ذریعہ علاج جائز اور ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۳: عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت امرنی النبی ﷺ او امران یسترقی من العین (بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا یا مطلقا حکم فرمایا کہ ہم نظر بد کا علاج رقیہ کے ذریعہ کروائیں یعنی جھاڑ پھونک وغیرہ سے۔

(فائدہ) اس حدیث سے بھی کلام حق کے ذریعہ طریق علاج کا حکم آپ ﷺ نے دیا ہے

دلیل نمبر ۴: عن ام سلمة ان النبی ﷺ رای فی بیتها جارية فی وجهها سفعة فقال استقرقوالها فان بها النظرة . (بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

ترجمہ: بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میرے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے منہ پر زردی چھائی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رقیہ یعنی کلام کے ذریعہ علاج کراؤ کیونکہ اس پر نظر بد کے اثرات ہیں۔

(فائدہ) آپ ﷺ نے اس حدیث میں کلام کے ذریعہ علاج کی اجازت دی ہے یعنی جھاڑ پھونک کے ذریعہ نظر بد کے علاج کی اجازت خود آپ ﷺ نے دی۔

دلیل نمبر ۵: قال سالت عائشة رضی اللہ عنہا الرقية من الحمة فقالت رخص النبی ﷺ الرقية من کل ذی حمة . (بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

ترجمہ: حضرت اسود بن یزید نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا علاج رقیہ کے ذریعے جائز ہے یا نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ اور بچھو وغیرہ زہریلے جانوروں کے کاٹنے میں رقیہ یعنی علاج بالکلام جھاڑ پھونک وغیرہ کی اجازت دی ہے۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو زہریلا جانور سانپ بچھو وغیرہ کاٹ کھائے تو اس کا علاج کلام کے ذریعہ جائز ہے۔

دلیل نمبر ٦: بخاری شریف میں ہے کہ ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں بیمار ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیا میں تیرا علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم والے کلام سے نہ کروں؟ میں نے کہا جی ہاں پھر انہوں نے درج ذیل دعا پڑھ کر میرا علاج کیا: **اللھم رب الناس مذھب الباس واشف انت الشافی لا شافی الا انت شفاء لا یغادر سقما**

(بخاری ج٢ ص٨٥٥)

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ دعا و کلام کے ذریعہ مریضوں کا علاج فرمایا کرتے تھے اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کلام کو رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ علاج بذریعہ کلام حق ہے۔

دلیل نمبر ٧: **عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعوذ لبعض اھلہ یمسح بیدہ الیمنی ویقول اللھم رب الناس اذھب الباس واشفہ انت الشاف لا شفاء الا شفاءک لا یغادر سقما** (بخاری ج٢ ص٨٥٥)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض اہل کا کلام کے ذریعہ یوں علاج فرمایا کرتے تھے کہ اپنا دایاں ہاتھ بھی مریض پر پھیرتے تھے اور یہ کلام

مذکورہ بالا بھی پڑھتے تھے۔

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مریض پر ہاتھ پھیر کر مذکورہ بالا دعا وکلام کے ذریعہ علاج کیا کرتے تھے اور حدیث میں اس طریقہ علاج کو تعویذ کہا گیا ہے دیکھئے یعوذ بعض اهله کا لفظ موجود ہے۔

دلیل نمبر ۸: عن عائشة ان رسول الله ﷺ یرقی یقول امسح الباس رب الناس بیدک الشفاء لا کاشف له الا انت (بخاری ج۲ ص۸۵۵)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مذکورہ بالا کلام ودعا پڑھ کر رقیہ یعنی علاج بالکلام فرمایا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۹: عن عائشة قالت کان النبی ﷺ یقول فی الرقیة تربة ارضنا ورقیة بعضنا یشفٰی سقیمنا باذن ربنا (بخاری ج۲ ص۸۵۵)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مریض کا علاج بالکلام فرماتے وقت اپنے لعاب دہن کو مٹی سے ملا کر مریض کی متاثرہ جگہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور مذکورہ بالا دعا وکلام پڑھتے تھے۔

دلیل نمبر ۱۰: عن عائشه زوج النبی ﷺ انها قالت کان اذا اشتکی رسول الله ﷺ رقاه جبریل قال بسم الله یبریک ومن کل داء یشفیک ومن شر حاسد اذا حسد وشر کل ذی عین (مسلم شریف ج۲ ص۲۱۹)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام مذکورہ بالا دعا وکلام پڑھ کر آپ کا علاج کرتے تھے۔

دلیل نمبر۱۱: عن ابی سعید رضی اللہ عنہ ان جبریل اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد اشتکیت قال نعم قال بسم اللہ ارقیک من کل شیء یؤذیک من شر کل نفس او عین حاسد یشفیک بسم اللہ ارقیک (مسلم جلد ۲ ص ۲۱۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جی ہاں! تو جبرئیل علیہ السلام نے مذکورہ بالا دعا پڑھ کر آپ کا علاج کیا۔

دلیل نمبر۱۲: عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخص فی الرقیة من الحمة والعین والنملة (ترمذی ج۲ ص۲۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے جانوروں کے کاٹنے اور نظر بد اور پھوڑے کے لئے رقیہ کا علاج بالکلام کی اجازت دی۔

دلیل نمبر۱۳: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعوذ الحسن والحسین یقول اعیذ کما بکلمات اللہ التامة من کل شیطان وھامة ومن کل عین لامة ویقول ھکذا کان ابراھیم یعوذ اسحاق واسماعیل

(ترمذی ج۲ ص۲۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا مذکورہ بالا دعا وکلام پڑھ کر علاج بالکلام فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اسی طرح کلام پڑھ کر علاج فرمایا کرتے تھے۔

(فائدہ) اسی حدیث میں غور فرمائیں کہ یہاں علاج بالکلام کو تعویذ کہا گیا ہے جس سے

ثابت ہوتا ہے کہ علاج بالکلام کو تعویذ اور رقیہ کہتے ہیں۔

دلیل نمبر۱۴: عن جابر رضی اللہ عنہ قال کان لی خال یرقی من العقرب فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرقی قال فاتاہ فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک نھیت عن الرقی وانا ارقی من العقرب فقال من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل

(مسلم ج۲ ص ۲۲۴)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرا ماموں بچھو کے کاٹے کا رقیہ یعنی علاج بالکلام کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے علاج سے منع فرمایا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے رقیہ سے منع فرمایا اور میں بچھو کے کاٹے کا علاج رقیہ سے کرتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو حسب استطاعت نفع پہنچا سکتا ہے پہنچائے۔ یعنی جس طرح سے نفع دے سکتا ہے دے

(فائدہ) یہ حدیث جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ تمام طریق ہائے علاج بالکلام کو عام اور شامل ہے۔

دلیل نمبر۱۵: عن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاھلیۃ فقلنا یارسول اللہ کیف تریٰ فی ذالک فقال اعرضو علی رقائکم لا بأس مالم یکن فیہ شرک (مسلم ج۲ ص ۲۲۴)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں رقیہ یعنی کلام کے ذریعہ علاج کیا کرتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہم نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنا طریقہ علاج میرے سامنے

پیش کرو جب تک اس میں شرک نہیں ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

دلیل نمبر ۱۶: عن ابی حزامة عن ابیه قال سالت رسول ﷺ قلت یا رسول الله ﷺ ارأتیت رقی نسترقیها و دوا نتداوی به وتقاة نتقیها هل ترد من قدر الله شیئا قال هی من قدر الله (ترمذی ج۲ ص۲۸)

ترجمہ: ابوحزامہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرمایئے کہ ہم جو رقیہ کے ذریعے علاج کراتے ہیں یا دوائی کے ذریعے علاج کرتے ہیں یا بطور علاج کے کسی چیز سے پرہیز کرتے ہیں کیا یہ امور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو رد کر سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ امور بھی تقدیر میں ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۷: عن شفاء بنت عبد الله قالت دخل علی النبی ﷺ وانا عند حفصة فقال لی الا تعلمین رقیة النملة کما علمتیها الکتابة

(ابو داؤد ج۲ ص۱۸۶)

ترجمہ: شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور جبکہ میں ام المومنین بی بی حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھی تھی تو فرمایا کہ تو نے جس طرح حفصہ کو کتابت یعنی لکھنا سکھایا اسی طرح اس کو پھوڑے کا رقیہ یعنی کلام العلاج کیوں نہیں سکھاتی؟

دلیل نمبر ۱۸: خارجہ بن صلت تمیمی کا چچا کہتا ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی خدمت سے واپس جا رہے تھے۔ ہمارا گزر عرب کے ایک قبیلہ سے ہوا اس قبیلہ کا ایک شخص پاگل ہو گیا تھا جس کو انہوں نے زنجیروں سے باندھ رکھا تھا۔ تو وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور کہا کہ تم

آپ ﷺ کی خدمت اقدس سے بھلائی لے کر واپس آرہے ہو کیا تمہارے پاس کوئی دوائی یا کلام ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں تو وہ لوگ اپنے پاگل کو باندھ کر لائے تو میں نے تین دن صبح و شام سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس پر پھونک ماری تو وہ ٹھیک ہو گیا اور ان لوگوں نے مجھے انعام دیا تو میں نے کہا نہیں جب تک رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: **کل لعمری من اکل برقیة باطل لقد اکلت برقیة حق .**

(ابو داؤد ، ج ۲ ص ۱۸۸)

ترجمہ: ''یعنی جو شخص باطل رقیہ سے کھائے تو وہ اس کے لئے وبال ہوگا اور تو نے حق کے رقیہ سے کھایا ہے۔ لہٰذا تو کھالے تیرے لئے حلال و جائز ہے۔''

(فائدہ) معلوم ہوا کہ رقیہ یعنی علاج بالکلام دو قسم پر ہے ایک حق اور ایک باطل بہرحال حق حق ہے اور باطل باطل ہے لہٰذا سب رقیہ کا ایک حکم نہیں ہے بلکہ کچھ رقیہ صحیح ہیں اور کچھ غلط حق اور باطل میں فرق نہ کرنا بلکہ خلط ملط کر دینا صرف اور صرف ہوئی پرستوں کا کام ہے ورنہ حق و باطل کا فرق تو واضح ہے **ولکن المنافقین لا یفقھون .**

دلیل نمبر ۱۹: عن عمر مولی ابی اللحم قال عرضت علی النبی ﷺ رقیة کنت ارقی بھا من الجنون فامرنی ببعضھا ونھانی ببعضھا وکنت ارقی بالذی امرنی به رسول ﷺ (طحاوی ج ۲ ص ۳۶۱)

ترجمہ: حضرت عمر مولیٰ ابی اللحم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا رقیہ پیش کیا جس کے ذریعہ میں جنون کا علاج کیا کرتا تھا تو آپ ﷺ نے مجھے بعض کلام کی اجازت دی اور بعض سے منع کر دیا تو میں اس کلام سے علاج کیا کرتا تھا جس کی مجھے آپ ﷺ نے اجازت دی تھی۔

(فائدہ) اس روایت سے بھی صاف طور معلوم ہو رہا ہے کہ بعض کلام کے ذریعہ علاج جائز ہے اور بعض کے ذریعہ منع ہے۔لہٰذا سب کا حکم ایک نہیں ہے بلکہ حکم جدا جدا ہے۔

دلیل نمبر۲۰: **عن جابر بن عبد اللہ ان النبی ﷺ قال لاسماء بنت عمیس مالی اری اجسام بنی اخی نحیفة ضارعة اتصیبهم الحاجة قالت لا ولکن العین تسرع الیهم فارقیهم قال بماذا فعرضت علیه کلاما لا باس به فقال ارقیهم .**

(طحاوی ج۲ ص ۳۶۱)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بی بی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ہوا کہ میں اپنے بھائی (حضرت جعفر رضی اللہ عنہ) کے بیٹوں کے اجسام کو کمزور اور دبلا دیکھتا ہوں کیا ان کو فاقہ پہنچتا ہے۔اس نے کہا نہیں لیکن ان کو نظر بد جلد لگتی ہے اور میں کلام کے ذریعہ ان کا علاج کرتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کون سا کلام ہے؟ تو بی بی اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایسا کلام پیش کیا جس میں کوئی حرج نہیں تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کلام کے ذریعہ تو ان کا علاج کر

ایک ضروری توضیح: احادیث مبارکہ میں سے یہ بیس دلائل ہیں۔جن سے معلوم ہو رہا ہے کہ صحیح اور حق کلام کے ذریعہ بہت سی بیماریوں کا علاج کرنا ثابت اور جائز ہے اور ان کے علاوہ بھی بیسیوں دلائل کتب حدیث میں موجود ہیں **کما لا یخفی علی العالم اللعاقل**

لیکن ایک وضاحت ضروری ہے تا کہ آدمی کسی مغالطہ ڈالنے والے کے مغالطہ میں مبتلا نہ ہو جائے اور وہ مغالطہ یہ ہے کہ اکثر ہوئی پرست فرقے جو صحیح تعویذات کا انکار

کرتے ہیں تو جب ان کے سامنے یہ دلائل پیش کیے جاتے ہیں کہ رقیہ یعنی کلام حق سے بہت سے مرضوں کا علاج خود حضور اکرم ﷺ سے اور آپ ﷺ کی اجازت سے ثابت ہے تو وہ لوگ یہ کہہ کر گلو خلاصی کر لیتے ہیں کہ رقیہ کا معنی جھاڑ پھونک ہے لہٰذا جھاڑ پھونک تو جائز ہے۔ لیکن تعویذات ثابت نہیں ہے۔ لہذا تعویذات کا ثبوت پیش کرو۔

درحقیقت یہ ہویٰ پرستوں کا دھوکہ اور مغالطہ ہے کیونکہ اردو استعمال میں کچھ پڑھ کر دم کرنے کو جھاڑ پھونک اور کچھ لکھ کر گلے وغیرہ میں ڈالنے کو تعویذ کہتے ہیں۔ گویا ان اَن پڑھ لوگوں نے اردو اور سرائیکی زبان سے استدلال کر کے رقیہ اور تعویذ کو دو الگ الگ چیزیں بنا کر دونوں میں تفریق کر ڈالی۔ چنانچہ ایک جائز اور دوسرے کو ناجائز قرار دے دیا جب کہ عربی لغت کے لحاظ سے رقیہ کا لفظ ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس کے مفہوم میں جھاڑ، پھونک اور تعویذات دونوں داخل ہیں اور رقیہ کا لفظ جہاں بھی حدیث اور لغت عرب میں وارد ہوا ہے۔ اس سے ایسا کلام مراد ہے جس کے ذریعہ علاج کیا جائے خواہ پڑھ کر دم کیا جائے خواہ کسی چیز پر پڑھ کر یا دم کر کے مریض پر چھڑکا کر یا مریض کو کھلایا پلایا جائے یا کسی چیز پر پڑھ کر یا کاغذ، چمڑے وغیرہ پر لکھ کر مریض کے گلے یا بازو وغیرہ پر باندھ دیا جائے۔ یہ سب رقیہ کا اطلاق و مصداق ہیں۔ بہر حال ایسا کلام جس کے ذریعہ مریض کا علاج کیا جائے وہ رقیہ ہے خواہ وہ کسی صورت میں بھی ہو اور اب اس کے چند دلائل و شواہد ملاحظہ فرمائیے۔

تعویذ کے ثبوت کے لئے دلائل وشواہد

رقیہ رقی کے مفہوم میں تعویذ شامل ہے۔ جن احادیث میں رقیہ اور رقی کی اجازت دی گئی ہے۔ درحقیت انہیں سے جائز تعویذات کی بھی اجازت ہے کیونکہ رقیہ صرف جھاڑ پھونک

یعنی دم درود کو نہیں کہتے بلکہ تعویذات وغیرہ کو بھی کہتے ہیں۔

شاہد اول : لغت کی مشہور کتاب مصباح اللغات میں الرقیۃ کا معنی لکھا ہے الراقیۃ منتر ،افسوں ،تعویذ ،جمع رقی اور رُقیات (مصباح اللغات ص ۳۱۰)

القاموس الجدید میں لکھا ہے الرقیہ جھاڑ پھونک کرنا ،تعویذ گنڈا کرنا ،آسیب زدہ کا اثر زائل کرنا مادہ ر،ق،ی، (القاموس الجدید عربی اردو ص ۳۵۸)

قاموس الجدید اردو عربی میں ہے تعویذ گنڈے کا کام کرنا حرفة التمائم والتعاویذ والرقیہ ،تعویذ گنڈے کرنا عمل التائم والتعاویذ رقی رقیہ، (قاموس الجدید ص ۲۷۳)

المنجد میں لکھا ہے: ''العوذة جمع عوذ والتعويذ جمع تعاويذ اسمان بمعنى الرقيةوهي التي تكتب وتعلق على الانسان لتقيته فى زعمهم من الجنون والعين . (المنجد ص ۵۳۷)

یعنی عوذہ اور تعویذ دونوں اسم ہیں ان کا معنی رقیہ ہے اور یہ لکھ کر آدمی کے اوپر لٹکائے جاتے ہیں تاکہ اس کو ان کے گمان کے مطابق جنون اور نظر بد سے حفاظت کرے۔

شاہد دوم : بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ رقیہ بمعنی تعویذ ہے (بخاری ج ۲ ص ۸۵۴)

اسی طرح اوجز المسالک میں لکھا ہے رقیہ بمعنی تعویذ ہے (اوجز المسالک ج ۲ ص ۳۰۱)

شاہد سوم : مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کے گلے میں دھاگہ دیکھا اور وہ بیمار تھیں پوچھا یہ کیا ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ شئ رقى لى فيه یعنی یہ ایسی چیز ہے جس میں میرے لئے رقیہ کیا گیا ہے (المصنف ج ۵ ص ۴۲۷)

اسی طرح ایک واقعہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شخص

کے بازو میں دھاگہ دیکھا پوچھنے پر اس نے کہا ﴿**خیط رقی لی فیه**﴾ اگرچہ ان حضرات نے دھاگہ پہننے سے منع فرمایا کیونکہ ان کے نزدیک وہ ممنوع قسم کا رقیہ تھا لیکن بندہ عاجز کا استدلال تو اس چیز سے ہے کہ اس روایت میں دھاگہ کو رقیہ کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف جھاڑ پھونک کو رقیہ نہیں کہتے۔ بلکہ اس کا مفہوم تعویذات وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

شاہد چہارم: فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں ایک جزئیہ لکھا ہے اور وہ یہ ہے **رقیة فی غلاف مجاف لم یکره دخول الخلابه والاحتراز افضل .**

یعنی اگر تعویذ کاغذ کپڑے وغیرہ میں محفوظ ہو تو اس کے ساتھ بیت الخلاء میں جانا مکروہ نہیں ہے لیکن پرہیز کرنا افضل ہے۔ اس عبارت میں رقیہ سے مراد تعویذ ہے معلوم ہوا کہ تعویذ بھی رقیہ ہے۔

شاہد پنجم: دلیل ۷ اور دلیل ۱۳ میں حدیث کے الفاظ ہیں یعوذ یعنی رقیہ کو تعویذ فرمایا گیا ہے دیکھ لیجئے

شاہد ششم: دلیل ۱۴ میں مسلم شریف کی حدیث درج ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ تم جس طریقہ سے اپنی مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ۔ اس حدیث میں بھی تعویذ وغیرہ سے نفع پہنچانے کی اجازت عام معلوم ہوتی ہے۔ بشرطیکہ شریعت کے مطابق ہو۔

شاہد ہفتم: علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **کل ما تقدم من الرقی فان کتابتة نافعة ورخص جماعة من السلف فی کتابتة بعض القراٰن وشربه وجعل ذلک من الشفاء الذی جعل الله فیه**

(زاد المعاد فی هدی خیر العباد ج ۳ ص ۲۱۵)

ترجمہ: جو رقی یعنی علاج کے کلام پہلے گزر چکے ہیں یقیناً ان کا لکھنا نفع مند ہے اور سلف صالحین کی جماعت نے قرآن لکھنے اور لکھ کر پینے کی رخصت دی ہے اور اس طریقہ علاج کو انہوں نے اس شفاء سے شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رکھی ہے۔

قارئین کرام! یہ چند شواہد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ رقی کا اطلاق تعویذات پر اور تعویذات کا اطلاق رقی پر ہوتا ہے لہذا رقی کی رخصت میں تعویذات کی بھی رخصت شامل ہے۔ کیونکہ دونوں کلام کے ذریعے طریقہ علاج ہیں۔ لہذا جھاڑ پھونک کو جائز قرار دینا اور تعویذات کو ناجائز کہنا ہویٰ پرستوں کی جہالت ہے کیونکہ علاج بالکلام کی قدر مشترک دونوں میں پائی جاتی ہے۔ اصولی طور پر اگر جائز ہیں تو دونوں بہرحال ان میں تفریق کر کے ایک کو جائز اور ایک کو ناجائز کہنا کسی لحاظ سے درست نہیں ہے۔

تمیمہ اور تعویذ کو ایک سمجھنا حماقت ہے:

ہویٰ پرست فرقے اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے جاہلیت کے تمائم اور تعویذات قرآنیہ کو ایک سمجھتے ہیں اور جن احادیث میں تمائم جاہلیت کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ وہی تعویذات قرآنیہ پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ حالانکہ تمائم تعویذات قرآنیہ کو نہیں کہتے بلکہ تمائم ان پتھروں منکوں اور کوڑیوں کو کہتے ہیں۔ جنہیں زمانہ جاہلیت کے لوگ موثر بالذات اور مستقل طور نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اپنے یا اپنے بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے تاکہ مرض وغیرہ سے حفاظت رہے اور اس فساد عقیدہ کی وجہ سے اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ پتھروں پر یقین رکھنا اور ان کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا یقیناً ایک باطل نظریہ ہے۔ جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں لہذا جاہلیت کے یہ تمیمہ اور تمائم غلط اور باطل ہیں لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کے کلام حق کے ذریعہ مریضوں کے دوا وعلاج کی اجازت مرحمت

فرمائی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ نے اس قسم کا علاج خود بھی کیا ہے اور اسلام میں اس قسم کے علاج کا نام تمیمہ تجویز کیا گیا ہے اور تعویذ کا لغوی معنی کسی کو اللہ کی پناہ میں دینا کیونکہ عامل آدمی کلام حق کے ذریعہ مریض کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **وفی المغرب وبعضهم يتوهم ان المعاذات هی التمائم وليس كذالک انما التميمة الخزره ولا بأس بالمعاذات اذاكتب فيها القراٰن او اسماء الله تعالٰى ويقال رقاه الراقى رقيا ورقية اذا عوذه ونفث فى عوذته**

(رد المحتار مع الدر المختار ج۵ ص ۲۵۶)

ترجمہ: مغرب میں ہے کہ بعض لوگ وہم کرتے ہیں کہ تعویذات یہی تمائم ہیں۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمیمہ تو منکے کو کہتے ہیں اور تعویذات میں تو کوئی حرج نہیں جبکہ یہ قرآن یا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے لکھے ہوئے ہوں اور عربی محاورہ ہے جبکہ اس کو تعویذ دے اور اس کے تعویذ میں پھونک مارے۔

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں: **وفى الشبلى عن ابن الاثير التمائم جمع تميمةوهى خزرات كانت العرب تعلقها على او لا دهم يتقون بها العين فى زعمهم فابطلها الاسلام ايضا** (ص ۳۵۹)

ترجمہ: شبلی میں ابن اثیر سے روایت ہے کہ تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور یہ کوڑیاں اور منکے ہیں۔ جن کو اہل عرب اپنے بچوں کے گلوں سے لٹکاتے تھے۔ اپنے زعم کے مطابق ان کے ذریعہ نظر بد سے حفاظت کرتے تھے تو اسلام نے اس کو باطل قرار دیا۔ تو معلوم ہوا کہ تمیمہ اور چیز ہے جس کو اسلام نے باطل ٹھہرایا اور تعویذ اور چیز ہے جس کی اسلام میں اجازت ہے۔

بشرطیکہ اس میں کوئی محظور شرعی نہ ہو لہٰذا تعویذ اور تمیمہ کو ایک سمجھنا حماقت ہے۔

قارئین کرام! آپ کو معلوم ہو گیا کہ تعویذ درحقیت ایک قسم کا رقیہ ہے۔ یعنی علاج بالکلام ہے اور رقیہ کے جواز پر اجماع ہے۔ چونکہ تعویذ رقیہ میں شامل ہے لہٰذا اس کے جواز میں اختلاف کرنا اور رقیہ کے علاوہ اس کا ثبوت طلب کرنا ایک قسم کی جہالت ہے تاہم کتب احادیث میں ایسے دلائل بھی پائے جاتے ہیں۔ جن میں گلے وغیرہ میں تعویذ لٹکانے کی تصریح موجود ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ چند دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

﴿تعویذ لٹکانے کے دلائل﴾

دلیل نمبر۱: عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ كان يعلمهم من الفزع كلمات اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون وكان عبد الله بن عمرو يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فاعلقه عليه

(ابو داؤد ج۲ ص۱۸۷، ابن ابی شیبہ ج۵ ص۴۳۹)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ان کو ڈر خوف کی مذکورہ بالا دعا سکھاتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ دعا اپنے سمجھدار بیٹوں کو تو زبانی یاد کراتے تھے تاکہ وہ اس کو بطور وظیفہ کے پڑھیں اور بے سمجھ بچوں کے لئے اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے تھے یعنی تعویذ بنا دیتے تھے۔

اس حدیث پر ہویٰ پرستوں کا اعتراض مع الجواب:

ہویٰ پرست فرقے جو جائز تعویذات کا انکار کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث پر یہ

جرح کرتے ہیں کہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق ہے اور وہ ایسا ویسا ہے۔لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ علماء اصول حدیث کے نزدیک محمد بن اسحاق کی روایت حلال وحرام اور احکام دین کے بارے میں قابل استدلال نہیں ہیں۔لیکن وہ مغازی اور تاریخ کا مسلّم امام ہے۔اور اس بارے میں اس کی روایات قابل قبول ہیں اور اس روایت میں بھی ان کا یہ روایت کرنا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے چھوٹے بچوں کے گلے وغیرہ میں تعویذ لٹکاتے تھے۔ایک تاریخی بات ہے۔لہٰذا اس حیثیت سے یہ حدیث قابل استدلال ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ دم تعویذات وغیرہ ایک دنیاوی معاملہ ہے۔اس کی دین میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔لہٰذا امر دنیوی ہونے کی وجہ سے بھی اس کی روایت قابل استدلال ہے۔

ہوٰی پرستوں کو احادیث پر جرح کا کوئی حق نہیں ہے:

کیپٹن مسعود عثمانی اور اس کے ماننے والے خوامخواہ حدیثوں پر جرح کر کے عوام الناس کو دھوکہ میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے، یہ موضوع ہے۔اس کا فلاں راوی ایسا ہے۔حالانکہ ان کے نزدیک علماء اسماء رجال جنہوں نے صحت حدیث اور ضعیف وغیرہ کے اصول وضع کئے ہیں۔وہ سب کے سب حیات قبر کے قائل ہیں اور حیات قبر کے قائلین کو یہ لوگ کافر ومشرک بناتے ہیں اور جب ان کی منطق کی رو سے وہ لوگ کافر ومشرک ہیں تو ان کی باتوں پر کیا اعتماد ہے لہٰذا ایک طرف علماء اسماء رجال کو مشرک کہنا اور دوسری طرف ان کے اقوال پیش کرنا کہ وہ حدیث ضعیف ہے اور فلاں راوی کمزور ہے وغیرہ وغیرہ تو یہ ایک قسم کا دھوکہ اور تلبیس ہے ہوٰی پرستوں کو تو چاہئے کہ کسی حدیث کی صحت وسقم سے قرآن وحدیث کا حوالہ پیش کریں اماموں کی بات سے ان کا کام نہیں چلے گا۔

دلیل نمبر۲: عن ابی عصمة قال سالت سعید بن المسیب عن التعویذ فقال لا بأس اذا کان فی ادیم (مصنف ابن ابی شیبه ج ۵ ص ۴۳۹)

ترجمہ: ابوعصمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ تعویذات کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا کہ جب چمڑے میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

دلیل نمبر۳: عن عطاء فی الحائض یکون علیها التعویذ قال ان کان فی ادیم فلتنزعه ان کافی قصبة فضة فان شئت وضعته و ان شاء ت لم تضعه

(مصنف ج۵ ص ۴۳۹،سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۱)

ترجمہ: حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ہے کہ حائضہ عورت پر تعویذ لٹکا ہوا ہو تو کیا حالت حیض میں اس کو اتار لیا جائے یا اس پر لٹکا رہے؟ فرمایا کہ اگر چمڑے میں ہو تو اس کو اتار دے اور اگر چاندی میں ہو تو اس کی مرضی چاہے اتارے دے اور اگر چاہے رہنے دے یعنی دونوں صورتیں جائز ہیں۔

دلیل نمبر۴: عن ثویر قال کان مجاهد تکتب للناس التعویذ فیعلقه

(مصنف ج۵ ص ۴۳۹)

ترجمہ: ثویر سے روایت ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ لوگوں کے لئے تعویذ لکھتے تھے اور ان پر لٹکاتے تھے۔

دلیل نمبر۵: عن جعفر عن ابیه انه کان لایریٰ بأسا ان یکتب القراٰن فی ادیم ثم یعلقه (مصنف ان ابی شیبه ج۵ ص ۴۳۹)

ترجمہ: حضرت جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ تعویذات قرآنیہ کو چمڑے میں

ڈال کر گلے وغیرہ میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

دلیل نمبر۶: عن ابن سيرين انه كان لا يرى بأسا بالشی ء من القراٰن

(مصنف ج ۵ ص ۴۳۹)

ترجمہ: حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ تعویذات قرآنیہ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

دلیل نمبر۷: حدثنا ايوب انه راىٰ فی عضد عبيد الله بن عبد الله بن عمر خيطا (مصنف ج۵ ص ۴۳۹)

ترجمہ: حضرت ایوب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بازو میں ایک دھاگہ دیکھا۔

دلیل نمبر۸: عن عطاء رضی الله عنه قال لا بأس ان يعلق القراٰن

(مصنف ج۵ ص ۴۴۰)

ترجمہ: حضرت عطاء رضی اللہ عنہ قرآن کو گلے وغیرہ میں لٹکانے کے اندر کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے

دلیل نمبر۹: عن يونس بن حباب قال سالت ابا جعفر عن التعويذ يعلق على الصبيان فرخص فيه (مصنف ج۵ ص ۴۴۰)

ترجمہ: یونس بن حباب سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے تعویذات کے بارے میں سوال کیا کہ وہ بچوں پر لٹکائے جائیں؟ تو انہوں نے اس میں رخصت دی۔

دلیل نمبر۱۰: عن الضحاک لم يكن يرىٰ بأسا ان يعلق الرجال الشیء من كتاب الله اذا وضعه عند الغسل وعند الغائط (مصنف ج۵ ص ۴۴۰)

ترجمہ: حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی تعویذات قرآنیہ لٹکائے جبکہ غسل اور بیت الخلاء کے وقت اسے اتارے دے۔

دلیل نمبر ۱۱: عن ابن عباس قال اذا عسر علی المرأة ولدها فیکتب ھا تین الاٰیتین والکلمات فی صحفة ثم تغسل فتسقی منھا بسم اللہ لا الہ الا ھو الحلیم الکریم ،سبحان اللہ رب السموات السبع ورب العرش العظیم (کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیّة او ضحٰھا) (کانھم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعةمن نھار بلاغ فھل یھلک الا القوم الفاسقون)

(مصنف ج۵ ص۴۳۳)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی عورت پر بچے کی پیدائش مشکل ہو جائے مذکورہ بالا دعا اور دو آیتیں پیالے پر لکھی جائیں پھر دھو کر مریضہ کو پلائی جائیں (آسانی ہوگی)

دلیل نمبر ۱۲: عن عائشة انھا کانت لا تری بأسا ان یعوذ فی الماء ثم یصب علی المریض (مصنف ج۵ ص۴۳۳)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں کہ پانی میں تعویذ ڈالا جائے یا اس میں جھاڑ پھونک کی جائے پھر وہ پانی مریض پر ڈالا جائے۔

دلیل نمبر ۱۳: عن مجاھد انھما لم یر بأسا ان یکتب آیة من القراٰن ثم یسقاہ صاحب الفزع (مصنف ج۵ ص۴۳۴)

ترجمہ ابوقلابہ اور حضرت لیث ،حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی وجہ سے وہ دونوں اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے کہ آیات قرآنیہ لکھ کر ایسے مریض کو پلائی جائیں جس کو ڈر لگتا ہے ۔

دلیل نمبر۱۴: یہ بات گزشتہ اوراق میں باحوالہ گزر چکی ہے کہ تمیمہ دراصل پتھر، منکے اور کوڑیوں کو کہتے ہیں۔ جن کو زمانہ جاہلیت میں موثر بالذات سمجھ کر گلے وغیرہ میں لٹکاتے تھے۔ جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا۔ البتہ بعض لوگوں نے تمیمہ کے استعمال میں وسعت پیدا کر دی اور تعویذات کو بھی تمائم اور تمیمہ کہنے لگے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا: **ان عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت لیست التمیمة ما علق بعد ان یقع البلاء** (طحاوی ج۲ ص ۳۶۰)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ تمیمہ وہ نہیں ہے جو مرض آنے کے بعد لٹکایا گیا یعنی جب کوئی مریض مرض میں مبتلا ہو جائے اور اس کے علاج و معالجہ کے لئے جو تعویذ گلے وغیرہ میں لٹکایا جائے اس کو تمیمہ نہیں کہیں گے جو شریعت میں ممنوع ہے بلکہ وہ تو تعویذ ہے اور تعویذ کے ذریعہ مریض کا علاج جائز اور صحیح ہے البتہ نزول بلاء سے پہلے حفظ ماتقدم کے تحت کوئی چیز گلے وغیرہ میں نہ لٹکائی جائے۔

دلیل نمبر۱۵: جھاڑ پھونک دم درود اور تعویذات وغیرہ کلام حق کے ذریعہ علاج کے جواز پر پوری امت کا اجماع ہے اور اجماع امت بھی حجت شرعیہ ہے۔ چنانچہ علما اسلام فرماتے ہیں اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ دم اور تعویذ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن سے ہوں یا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے ہوں۔

(۲) عربی میں ہوں اور کسی عجمی زبان میں ہو تو اس کے الفاظ کے معانی معلوم ہوں۔

(۳) دم تعویذ وغیرہ کرنے کرانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ تعویذ میں بذاتہ کوئی تاثیر نہیں

بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ دم وتعویذ صرف سبب کے درجہ میں ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ رقیہ یعنی جھاڑ پھونک اور تعویذات کی اجازت کی روایات نقل کر کے لکھتے ہیں کہ: وبه ناخذ اذا كان من ذكر الله او من كتاب الله (مؤطا امام محمد ص ۳۷۴)

وهو قول ابی حنيفة (كتاب الآثار ص ۲۰۱)

یعنی ہم اس کو لیتے ہیں کہ رقیہ یعنی دم، جھاڑ پھونک اور تعویات وغیرہ جبکہ ذکر اللہ یا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہوں جائز ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی تعویذات جائز ہیں بشرطیکہ ان میں قرآن اور اللہ تعالیٰ کے اسماء ہوں لکھتے ہیں: قال مالک لا بأس بتعليق التى فيها اسماء الله تعالىٰ على اعناق المرضىٰ على وجه التبرك بها (تفسير روح المعانی ج۱۵ ص ۲۱۱)

اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ خود تعویذات لکھا کرتے تھے۔ دیکھئے بخاری شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے: فيه جواز الرقية وبه قالت الأئمة الاربعة

(حاشیه بخاری ج ۱ ص ۳۰۴)

یعنی رقیہ کے جواز کے آئمہ اربعہ قائل ہیں لہٰذا علاج بالقرآن پر اجماع امت ہے۔

قرآن مجید جسمانی وروحانی امراض کے لئے شفاء ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہے: وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين

(سورة بنی اسرائیل آیت ۸۱)

ترجمہ: ہم ایسی چیزیں یعنی قرآن نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفاء اور رحمت ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کا قلوب کے لئے شفاء ہونا شرک وکفر اور اخلاق رذیلہ اور امراض باطنہ سے نفوس کی نجات کا ذریعہ ہونا تو کھلا ہوا معاملہ ہے اور تمام امت اس پر متفق ہے اور بعض علماء کے نزدیک قرآن جس طرح امراض باطنہ کی شفاء ہے امراض ظاہرہ کی بھی شفاء ہے کہ آیت قرآن پڑھ کر مریض پر دم کرنا اور تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا امراض ظاہرہ کے لئے بھی شفا ہوتا ہے روایات حدیث اس پر شاہد ہیں تمام کتب حدیث میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سفر میں تھی کسی گاؤں کے رئیس کو بچھو نے کاٹ لیا تھا لوگوں نے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ آپ کچھ اس کا علاج کر سکتے ہیں انہوں نے سات مرتبہ سورۃ الفاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا مریض اچھا ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس عمل کو جائز قرار دیا اسی طرح دوسری متعدد روایات حدیث سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معوذات پڑھ کر دم کرنا ثابت ہے۔ جس کو اس آیت کے تحت میں قرطبی نے تفصیل سے لکھا ہے۔

(تفسیر معارف القران ج ۵ آیت ۸۲ ص ۵۲۲)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید ہر قسم کی جسمانی روحانی امراض کا علاج ہے اور امراض ظاہرہ و باطنہ کے لئے شفاء ہے بشرطیکہ یقین کامل سے عمل کیا جائے۔

ایک اور دلیل کہ قرآن شفاء ہے: عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیکم بالشفائین العسل و القراٰن (ابن ماجه ص ۲۵۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو چیزوں سے شفاء حاصل کرو ایک شہداء اور دوسرا قرآن یعنی شہد بھی شفاء ہے اور قرآن بھی شفا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شہد کی طرح قرآن بھی شفاء ہے جسمانی امراض کے لئے بھی شفاء ہے اور

روحانی امراض کے لئے بھی شفاء ہے قرآن شفاء ہی شفاء ہے۔

ہویٰ پرستوں کا مغالطہ اور اس کا جواب:

ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودیوں کے سامنے جب آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کے امراض کے لئے شفا ہے تو جان چھڑانے کے لئے مغالطہ دیتے ہیں کہ بے شک قرآن شفاء ہے۔ لیکن اس پر عمل کیا جائے تو شفاء ہے گلے وغیرہ میں لٹکانا تو شفا نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے شہد کو شفاء قرار دیا ہے لیکن شفاء تب ہے کہ شہد کھا کر استعمال کیا جائے۔ اگر کوئی شخص شہد کا برتن گلے میں لٹکا تا پھرے تو اس کی مرض کو فائدہ نہ ہوگا اسی طرح اگر قرآن مجید کو گلے میں لٹکایا جائے تو فائدہ نہ ہوگا جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔

لیکن بندہ عاجز عرض گزار ہے کہ تعویذات کے منکرین جتنے بھی ہیں وہ سب کے سب قرآن پڑھ کر دم کرنے کے قائل ہیں کیونکہ بیسوں احادیث سے دم اور جھاڑ پھونک کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو اب میرا سوال ہے کہ شہد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے شفاء کہا ہے۔ تو اگر کوئی شخص شہد کھا کر پھونک مارے تو شفاء حاصل نہ ہوگی لہٰذا انہیں لوگوں کی منطق کی رو سے جھاڑ پھونک بھی ایک فضول حرکت ٹھہرے گی جب کہ یہ لوگ جھاڑ پھونک تسلیم کر چکے ہیں لہٰذا یہ نرا مغالطہ اور دھوکہ ہے حقیقت یہ ہے کہ تعویذات اور جھاڑ پھونک موثر بالخاصہ ہیں جیسا کہ مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے اس کا کھینچنا موثر بالخاصہ ہے اسی طرح تعویذات وغیرہ دفع مرض کے لئے موثر بالخاصہ ہیں اس بات کو اطباء بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اصلاحات

جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ کا کاروبار لوگوں میں بکثرت موجود ہے اور خوب چل رہا ہے اور جب کوئی کام اس طرح عام ہو جائے اور لوگوں میں پھیل جائے تو لازما اس میں بے اصولیاں اور کوتاہیاں واقع ہو جاتی ہیں اور بہت سے ناجائز امور بھی اس میں رائج ہو جاتے ہیں اور یہی حال تعویذات وغیرہ کا ہے لہٰذا جو غلطیاں اور کوتاہیاں اور بے اصولیاں اس میں موجود ہیں۔ ان کی نشاندہی کر دی جائے تاکہ سادہ لوح عوام کسی دھوکہ باز اور جعلساز کے دھوکہ اور جعلسازی میں پھنس کر اپنے دین و دنیا کا نقصان نہ کر بیٹھیں اس لئے چند امور بطور فائدے درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ یہ بحث تشنۂ تکمیل نہ رہے

اصلاح نمبر ۱: دم درود اور تعویذات ایسے شخص سے لئے جائیں جو شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عالم، عامل، متقی اور پرہیزگار ہو۔ جاہل ان پڑھ، اور بدعقیدہ و بدعمل شخص سے عمل کرانا دین و دنیا کا خسارہ ہے۔ لہٰذا ایسے شخص سے قطعی پرہیز ضروری ہے۔

اصلاح نمبر ۲: تعویذات صرف اور صرف جائز مقاصد کے لئے استعمال کئے جائیں ناجائز مقاصد کے لئے تعویذ لینا اور دینا جرم اور گناہ ہے۔ مثلاً عورت ایسے تعویذ حاصل کرتی ہے کہ میرا خاوند میرا ایسا مطیع ہو جائے کہ خود مسلوب الاختیار ہو جائے اور وہ اپنی دوسری بیوی کے ساتھ ناانصافی کرے تو ایسا تعویذ ناجائز اور حرام ہے لینے اور دینے والا دونوں مجرم اور گنہگار ہیں۔

اصلاح نمبر ۳: جھاڑ پھونک اور تعویذات میں جادو کا استعمال قطعی طور پر حرام ہے اسی طرح ایسے تعویذات جو ایسے کلمات پر مشتمل ہوں جن میں شرک یا کفر ہو مثلاً غیر اللہ سے مدد

مانگی گئی۔ جنات، ملائکہ یا انبیاء واولیاء سے مدد مانگی گئی تو وہ یقیناً شرک وکفر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شرک وکفر ہیں۔اس طرح تعویذات وغیرہ میں ایسے غیر عربی الفاظ ہوں جن کا معنی ومطلب معلوم نہ ہوتو وہ بھی ناجائز ہیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شرک وکفر پر مشتمل ہو۔لہٰذا اجتناب ضروری ہے۔اسی طرح تعویذات کو موثر حقیقی سمجھنا اور مستقل طورانہیں پر نفع ونقصان کا یقین رکھنا بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں عقیدہ کا فساد ہے لہٰذا ایسے غلط یقین کی وجہ سے بھی تعویذات کا استعمال ناجائز ہوجاتا ہے۔ کیونکہ تعویذات تو محض دوا اور علاج ہیں اور سبب کے درجے میں ہیں۔موثر حقیقی اور مستقل طور پر نفع ونقصان کا مالک تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔اسی طرح منتر اور تعویذات ناپاکی کی حالت میں لکھے جاتے ہیں یا خون وغیرہ کسی ناپاک چیز سے لکھے جاتے ہیں وہ سب ناجائز ہیں۔ الغرض کسی تعویذ میں جب بھی محظور شرعی واقع ہوگا وہ ناجائز ٹھہرے گا۔

اصلاح نمبر۴: جن احادیث ، روایات و اقوال صحابہ وتابعین میں جھاڑ پھونک اور تعویذات کی ممانعت وارد ہوئی ہے یا ان کو شرک کہا گیا ہے یا تعویذ ودھاگے توڑنے کا ذکر ہے۔ وہ سب کے سب ایسے قسم کے تعویذات کے متعلق ہیں۔جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ باقی رہے تعویذات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ تو ان کی اجازت صاف لفظوں میں احادیث کے اندر موجود ہے۔لہٰذا سب تعویذات کا ایک حکم نہیں ہے۔ بلکہ جو صحیح ہیں وہ صحیح ہیں اور جو غلط ہیں وہ غلط ہیں حق ناحق کو ایک بنادینا حماقت وجہالت ہے۔

ایک نظر: قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں شعر وشاعری کی بکثرت مذمت وممانعت موجود ہے اور پھر دوسری نصوص سے ان کی اجازت ورخصت بھی معلوم ہوتی ہے۔تو علماء اسلام نے دونوں قسم کی نصوص کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جو اشعار اچھی باتوں اور سچی

کلام پر مشتمل ہیں۔ان کی اجازت ہے اور جو بری کلام پر مشتمل ہیں وہ منع ہیں جیسا کہ مسند ابو یعلی کی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے اگر اس کا مضمون اچھا اور مفید ہے تو شعر اچھا ہے اور اگر اس کا مضمون برا ہے تو شعر برا ہے۔اسی طرح جھاڑ پھونک اور تعویذات اگر کلام حق اور صحیح پر مشتمل ہوں اور اس میں عقیدہ کا فساد بھی نہ ہو تو وہ جائز ہیں اور اگر غلط اور باطل کلام پر مشتمل ہوں یا عقیدہ کا فساد ہو تو وہ ناجائز ہیں۔

اصلاح نمبر۵: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اسلام فرماتے ہیں کہ شروع اسلام میں ہر قسم کے رقی یعنی جھاڑ پھونک اور تعویذات وغیرہ کی ممانعت کر دی گئی تھی۔لیکن کچھ عرصہ بعد کلام صحیح کے رقیہ کی اجازت دیکر ممانعت کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے علماء اسلام کا موقف ہے کہ ممنوع قسم کے رقی ہمیشہ ممنوع رہے ہیں۔اور کلام حق کے رقی کی ہمیشہ سے رخصت چلی آرہی ہے۔بہر حال جو صورت بھی ہے کلام حق کے رقی کی بالاتفاق رخصت واجازت ہے خواہ شروع سے یا ممانعت کے بعد رخصت بہر حال مسلم ہے۔

اصلاح نمبر۶: بخاری شریف کی اور دیگر کتب حدیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی علامات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: هم الذين لايتطيرون ولا يسترقون ولا يكتوئون وعلى ربهم يتوكلون

(بخاری ج ۲ ص ۸۵۶)

یعنی وہ لوگ ہیں جو بدفالی (براشگون) نہیں لیتے داغ نہیں لگاتے اور رقیہ کے ذریعہ علاج نہیں کرتے اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

تو اس حدیث کے پیش نظر بعض علماء نے فرمایا کہ توکل کا اعلیٰ اور اونچا درجہ یہ ہے کہ علاج بالکلام نہ کیا جائے اور اگرچہ علاج بالکلام جائز اور ثابت ہے لیکن اس کا ترک افضل ہے۔ کیونکہ حدیث پاک میں خواص لوگوں کا یہ مقام توکل بیان کیا گیا کہ وہ رقیہ نہ کرتے ہیں نہ کراتے ہیں بلکہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں لیکن امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ وہ مخصوص بندے جو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائینگے وہ ناجائز قسم کے رقیہ نہیں کرتے۔ یعنی علاج بالکلام الباطل نہیں کرتے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ رقیہ نہیں کرتے درست نہیں ہے کہ کیونکہ علاج بالکلام الصحیح تو خود آپ ﷺ نے کیا ہے لہٰذا رقیہ بطریقہ مشروعہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔

اصلاح نمبر ۷: چونکہ اس دور میں لکھنے کا رواج بہت کم تھا بہت تھوڑے لوگ لکھنا جانتے تھے اور پھر کاغذ عام نہیں تھا بلکہ کمیاب تھا اس لئے تو قرآن مجید بھی چمڑوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا اس لئے اس دور میں جھاڑ پھونک کا رواج تو عام تھا لیکن لکھ کر گلے میں تعویذ ڈالنے کا رواج نسبتاً کم تھا اگرچہ رقیہ کا لفظ تعویذ کو شامل تھا ہاں اردو اور سرائیکی زبان میں پڑھ کر دم کرنے کا نام جھاڑ پھونک اور لکھ کر گلے میں ڈالنے کا نام تعویذ مشہور ہو گیا ہے۔ لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ اردو وغیرہ زبانوں کے استعمال کا اعتبار نہیں جبکہ عربی لغت کے اعتبار سے رقیہ اور رقی کا لفظ جھاڑ پھونک اور تعویذات سب کو عام اور شامل ہے۔

اصلاح نمبر ۸: صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں آپ ﷺ نے بڑی صراحت کے ساتھ تعویذات پر اجرت لینے اور اس کو کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

اصلاح نمبر ۹: تعویذات لینے کا عام رواج عورتوں میں ہے اور بے پردگی کا دور دورہ

ہے۔لہٰذا تعویذات دینے والے عاملین حضرات پر یہ بات بطور فرض کے عائد ہوتی ہے کہ عورتوں کو پردے کی خصوصی تلقین کرتے رہا کریں۔عورت پیر صاحب کے سامنے بغیر پردہ کے نہ آئے اگر عورتیں پردہ پر آمادہ نہ ہوں تو پیر صاحب خود عورتوں سے پردہ کریں بہر حال پردہ لازم ہے۔

اصلاح نمبر۱۰: چونکہ وہی تعویذات جائز ہیں جن میں قرآنی سورتیں یا ادعیہ ماثورہ لکھی ہوئی ہوں لہٰذا تعویذات استعمال کرنے والے حضرات ان کے ادب واحترام کا خاص خیال رکھیں۔ناپاکی کی حالت میں اور بیت الخلاء میں احتیاط ضروری ہے اگرچہ تعویذات عموماً کپڑے وغیرہ میں محفوظ ہوتے ہیں لیکن احتیاط اچھی بات ہے۔

اصلاح نمبر۱۱: علماء اسلام فرماتے ہیں کہ جھاڑ پھونک اور تعویذات سے علاج بالکلام کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ کو یاد کرلیا جائے اور ان کو بطور وظیفہ کے پڑھا جائے نسبتاً یہ طریقہ زیادہ مفید اور افضل ہے اگرچہ وہ بھی جائز اور ثابت ہے

اصلاح نمبر۱۲: کسی کو خواہ مخواہ بلا وجہ ایذا پہنچانے کے لئے تعویذ لینا اور دینا حرام ہے۔

اصلاح نمبر۱۳: نقوش والے تعویذات کے بارے میں عاملین کا کہنا ہے کہ یہ نقش آیات قرآنیہ کے ہوتے ہیں اور ان سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے جو اصل آیات قرآنیہ کا ہوتا ہے اور نقوش کا فائدہ یہ بتاتے ہیں کہ جب تعویذ میں اصل آیات لکھی جائیں تو بوجہ قرآن ہونے کے ان کا احترام از حد ضروری ہو جاتا ہے اور جب آیات کی بجائے ان کے اعداد کا نقش لکھا جائے تو اس کا وہ احترام باقی نہیں رہتا جو اصل آیات کا ہے لہٰذا نقوش لکھے جاتے ہیں تاکہ مفاد وہی ہو اور بے ادبی کا خطرہ نہ رہے۔

اصلاح نمبر ۱۴: بندہ عاجز تعویذات کا کام نہیں کرتا اور نہ ہی جانتا ہے۔ لیکن عہد اول سے بزرگان دین اور اولیاء اللہ یہ کام کرتے چلے آرہے ہیں۔ لہٰذا بندہ عاجز اس اجماع کو غلط قرار نہیں دے سکتا اور نہ ہی اولیاء اللہ کی تغلیط کر سکتا ہے اور نہ ہی ان پر شرک و کفر کا فتویٰ جڑ سکتا ہے کیونکہ یہ کام تو ہوئی پرستوں کا ہے لہٰذا بندہ نے قرآن و حدیث کی رو سے اس کے جواز اور اباحت کو ثابت کیا ہے۔ ورنہ میرا میدان کار تو پڑھنا، پڑھانا مطالعہ اور لکھنا، لکھانا ہے۔

اصلاح نمبر ۱۵: تعویذات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ مثلاً سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص وغیرہ کو کسی نے شرک نہیں کہا اور نہ ہی ایسے تعویذات پر شرک اکبر کی تعریف صادق آتی ہے کیونکہ شرک اکبر تو وہی ہے کہ کسی نہ کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں شریک ٹھہرایا جائے۔ لہٰذا قرآن مجید اور ادعیہ ماثورہ کے تعویذات پر شرک اکبر کی تعریف ہرگز صادق نہیں آتی۔ لہٰذا فاتحہ، سورۃ الاخلاص وغیرہ جو کہ خالص توحید پر مشتمل آیات ہیں ان کو شرک کہنا سر اسر زیادتی اور شرک کی حقیقت سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ بعض اوقات شرک کا اطلاق ایسے امور پر بھی ہوتا ہے جو کہ ایمان کے منافی نہیں ہوتے۔ مثلاً حدیث شریف میں ریا کاری کو شرک کہا گیا ہے۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ریا کاری خلوص و اخلاص کے تو منافی ہے۔ لیکن ایمان کے تو منافی نہیں ہے اسی طرح بعض نام ایسے ہیں جن کو علماء اسلام شرکیہ فرما دیتے ہیں مثلاً علی بخش، حسین بخش وغیرہ اگر عقیدہ کا فساد اس میں شامل نہ ہو تو یہ نام شرک نہیں ہیں بلکہ موہم شرک ہیں تو بعض دفعہ ان ناموں کو بھی شرک کہہ دیا جاتا ہے تو درحقیقت یہاں شرک اکبر مراد نہیں ہوتا جو کہ ایمان کے منافی ہے۔ بلکہ علماء اسلام اس کو شرک اصغر کہتے ہیں اور یہ ایمان کے منافی نہیں ہے۔ البتہ خلاف اولیٰ ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں کفر

دون کفر، ظلم دون ظلم کی اصطلاح موجود ہے۔اسی طرح شرک دون شرک کی اصطلاح بھی علماء اسلام کے ہاں ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ لہٰذا عجلت کر کے کہیں شرک کا لفظ دیکھ کر شرک اکبر کا فتویٰ صادر کر لینا ہوئی پرست فرقوں کا کام ہے جو شرک و کفر کی حقیقت سے نابلد ہیں۔ جبکہ علماء اسلام پوری پوری تحقیق فرماتے ہیں اور تحقیق کے بعد کسی چیز کا حکم اور حیثیت واضح فرماتے ہیں۔

اصلاح نمبر۱۶: آیات قرآنیہ اور ادعیہ ماثورہ کے صحیح تعویذات کو خون وغیرہ ناپاک چیزوں سے لکھنا یا ناپاکی کی حالت میں لکھنا قرآن مجید کی اہانت ہے جس میں کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسی باتوں سے اجتناب بہتر اور ضروری ہے۔

ہوا پرستوں کی مغالطہ آمیزی کا جواب:

عاملین حضرات بعض اوقات کلام صحیح پڑھ کر پانی وغیرہ پر دم کر دیتے ہیں اور وہ پانی مریض کے جسم پر ڈالا جاتا ہے یا پھر اس کو پلایا جاتا ہے۔ اور ہوئی پرست اور فرقہ ساز مسعودی گروہ اس کو بھی ناجائز بتاتا ہے اور دلیل میں آپ ﷺ کی وہ احادیث پیش کرتا ہے جن میں آپ ﷺ نے پانی پینے کے دوران پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا حالانکہ یہ بھی ان لوگوں کا دھوکہ ہے۔ کیونکہ جن احادیث میں پانی پینے کے دوران پھونک مارنے سے منع کیا گیا ہے ان کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب آدمی پانی پیتا ہے تو ظاہر ہے کہ سانس رک جاتا ہے اور جب پانی کا برتن منہ سے ہٹایا جاتا ہے تو اندر کی ہوا سانس خود بخود زبردستی باہر خارج ہوتا ہے۔ تو اس سانس کے متعلق آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ اس رکے ہوئے سانس کو پانی کے اندر مت نکالو بلکہ پانی کے برتن کو منہ سے ہٹا کر سانس نکالو اور جس پانی پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری جاتی ہے وہ ایسا سانس نہیں ہوتا بلکہ وہ تو مختصر پھونک ہوتی ہے جو

زبان اور ہونٹوں سے نکالی جاتی ہے۔اور یہ پھونک یقیناً اندر سے آنے والی سانس سے قطعا مختلف ہوتی ہے اور احادیث کے اندر اس پھونک کو نفث اور نفخ سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو پھونک کچھ پڑھ کر ماری جاتی ہے اس کو حدیث میں نفث اور بصق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ غزوہ خندق کے موقعہ پر جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے آنے سے پہلے روٹی بھی نہ پکانا اور نہ سالن کے برتن دیگچی وغیرہ کو اتارنا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آٹے اور دیگچی میں پھونک مار کر لعاب شامل کی اور برکت کی دعا کی (مشکوۃ ص۵۳۲)

تو معلوم ہوا کہ پانی پیتے وقت پانی میں سانس نکالنا اور چیز ہے جو شرعا ممنوع ہے۔اور کچھ پڑھ کر برکت کے لئے پھونک مارنا بالکل اور چیز ہے جس کو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔لیکن ہویٰ پرستوں نے عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے دونوں کو ایک بنا دیا۔ حالانکہ ایسا کرنا دھوکہ بازی اور خیانت سے کم نہیں ہے۔لیکن اگر یہ ہویٰ پرست اور فرقہ ساز لوگ ایسا نہ کریں تو ان کے خود ساختہ مذہب کی گاڑی نہیں چل سکتی اسی لئے یہ لوگ ایسی مغالطہ آمیزیوں سے اپنے مذہب کی گاڑی چلاتے ہیں۔

مسئلہ:۱۳۰ ایصال ثواب الی الاموات

علماء اسلام کا اتفاق اور اجماع ہے کہ مسلمان بندہ اپنے فوت شدہ بھائی عزیز اور بزرگ کو جانی اور مالی عبادت کا ثواب پہنچا سکتا ہے۔اور زندوں کی دعا واستغفار کا موتی کو فائدہ پہنچتا ہے۔آدمی نماز،روزہ،حج وعمرہ،تلاوت وذکر وصدقہ خیرات،قربانی وغیرہ کا ایصال ثواب کرسکتا ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ مردہ مسلمانوں تک ثواب پہنچا دیتے ہیں خواہ دعا استغفار ہو، یا طعام وکلام ہو۔بہرحال ایصال ثواب کتاب وسنت کے روشن دلائل سے

ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جس کا کوئی مسلمان انکاری نہیں ہے۔ بشرطیکہ شریعت اور سنت کے مطابق ایصال ثواب کیا جائے اس کی اندر کسی قسم کی رسومات اور بدعات وخرافات کی ملاوٹ نہ کی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو وہ عبادت، عبادت ہی نہ رہے گی، بلکہ بدعت کے زمرہ میں آ جائے گی۔ اسی طرح ایصال ثواب والی عبادت پر خلوص ہونی چاہئے۔ کیونکہ ریا کاری اور دکھاوے والی عبادت کا ثواب نہیں ملتا۔ تو ایصال ثواب کس کا ہوگا؟ لیکن ہوئی پرست اور فرقہ ساز مسعودی ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ کا ایسا غلط مطلب بیان کر کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ صرف اور صرف آدمی کو اپنا عمل فائدہ دیتا ہے اور کسی کو کسی دوسرے کا عمل فائدہ نہیں دیتا۔ حالانکہ قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب نہیں ہے بلکہ یہ مطلب قرآن مجید کی دوسری تصریحات کے مخالف اور متصادم ہے، اور یہی تصادم اس کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات کے اندر کسی قسم کا ٹکراؤ اور تصادم نہیں ہے۔

دیکھئے قرآن مجید میں بکثرت آیات موجود ہیں جن میں دوسرے مسلمانوں کے لئے دعا اور استغفار کا حکم یا ترغیب موجود ہے اگر ہوئی پرستوں کا یہ اصول درست مان لیا جائے تو دوسروں کے لئے دعا واستغفار کا کیا مطلب ہے؟ اسی طرح اگر یہ اصول صحیح ہے تو نماز جنازہ والا ایک اعلیٰ عمل بھی ایک فضول سی حرکت رہ جاتی ہے۔ کیونکہ نماز جنازہ تو زندہ مسلمان پڑھتے ہیں جس کا تمام فائدہ مردہ مسلمان کو پہنچتا ہے تو نماز جنازہ والا عمل ہی ان کے غلط مطلب کے لئے ایک برہان قاطع ہے۔ ان ملحدین اور زنادقہ نے آیات قرآنیہ کا غلط مطلب اخذ کیا ہے کہ ایک کے عمل کا دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زندوں کی دعا اور استغفار اور اسی طرح ہر قسم کی عبادت کا ثواب اللہ تعالیٰ مردوں تک پہنچا دیتے ہیں ورنہ جنازہ چہ معنی دارد؟

اب چند آیات قرآنیہ ملاحظہ فرمائیے۔جن سے معلوم ہوتا کہ ایک آدمی کی دعا استغفار وغیرہ کا دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے جس سے آپ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ ان لوگوں کا یہ اصول خودساختہ ہے کہ ایک کے عمل کا دوسرے کو فائدہ نہیں ہوتا اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ جن آیات کو پڑھ کر یہ لوگ یہ اصول اخذ کرتے ہیں دراصل وہ کلمۃ حق ارید بھا الباطل کی شرمناک مثال ہے۔

ایک کے عمل کا دوسرے کو فائدہ ہوتا ہے

آیت نمبر ا: ولو انھم اذظلموا انفسھم جاء وک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما (سورۃ توبہ آیت ۶۴)

ترجمہ: اگر جس وقت یہ لوگ اپنا نقصان کر بیٹھے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحمت والا پاتے۔

(فائدہ) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہ گار لوگوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔یعنی اس طریقہ سے ان کی بخشش ہوجائے گی اس آیت سے صاف صاف معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کا استغفار گنہگاروں کے لئے فائدہ مند ہے۔معلوم ہوا کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے استغفار سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

آیت نمبر ۲: خذ من اموالھم صدقۃ تطھر ھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان

صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم (لتوبۃ آیت ۱۰۳)

ترجمہ: آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے۔ جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک وصاف کر دینگے اور ان کے لے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

(فائدہ) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے صدقہ وصول فرمائیں جس کے ذریعہ ان کو طہارت وپاکی حاصل ہوگی اور ان کے حق میں دعا فرمائیں جو ان کے اطمینان کا باعث ہو، دعا آپ ﷺ کا عمل ہے جس کا فائدہ امت کو پہنچ رہا ہے معلوم ہوا کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو فائدہ ونفع ہوتا ہے۔

آیت نمبر۳: ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب

(ابراھیم آیت ۴۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہماری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

(فائدہ) اس آیت سے ثابت ہورہا ہے کہ اولاد کی دعا ماں باپ اور پوری امت کے لئے مفید ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک کے عمل کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے۔

آیت نمبر۴: الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین اٰمنوا (سورۃ مؤمن آیت ۷)

ترجمہ: جو فرشتے کہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار

کیا کرتے ہیں۔

(فائدہ) اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فرشتے جو عرش اٹھانے والے ہیں اور جو اسکے اردگرد ہیں وہ ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کے استغفار کا ایماندار لوگوں کو نفع پہنچتا ہے۔ ورنہ استغفار کا کیا مطلب ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔ لہٰذا ان کا یہ استغفار بامر ربی ہے ثابت ہوا کہ ایک کے عمل کا دوسروں کو نفع ہوتا ہے۔

آیت نمبر۵: **والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التناھم من عملھم من شئ** (سورۃ طور آیت ۲۱)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دینگے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کرینگے

(فائدہ) اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ آباء واجداد کے ایمان اور عمل صالح کی برکت سے ان کی ایماندار اولاد کو ان کے برابر کر دیں گے اگرچہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس درجہ کے لوگ نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو محض اپنے فضل وکرم اور اکابر کی برکت سے ان کے ساتھ شامل کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اکابر کے اعمال کا اصاغر کو فائدہ پہنچا ثابت ہوا کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو نفع حاصل ہوتا ہے۔

آیت نمبر۶: **والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رؤف رحیم** (حشر آیت ۱۰)

ترجمہ: ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق ورحیم ہیں

(فائدہ) اس آیت کریمہ میں ایمانداروں کو زبردست ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے پہلے والے ایمانداروں کے لئے مغفرت کی دعا کیا کریں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی دعا سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے لہٰذا ہویٰ پرستوں کا اصول غلط ہے کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ پہنچتا ہے۔

آیت نمبر ۷: رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات ولا تزد الظالمین ولا تبارا (نوح آیت ۲۸)

ترجمہ: اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

فائدہ: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے وہ اپنے لئے اپنے ماں باپ کے لئے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا مغفرت فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے لہٰذا ہویٰ پرستوں کا اصول غلط ٹھہرا کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک مسلمان بھائی کی دعا واستغفار سے دوسرے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور دعا بھی ایک عمل ہے۔

آیت نمبر ۸: فاعف عنھم واستغفرلھم وشاورھم فی الامر

(اٰل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کر دیجئے اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے درگزر فرمائیے اور ان کے لئے استغفار کیجئے۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نفع پہنچتا ہے اور استغفار بھی ایک عمل ہے جس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۹: واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات (محمد آیت ۱۹)

ترجمہ: آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی۔

(فائدہ) اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کیجئے۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار سے آپ کی امت کے مردوں اور عورتوں کو نفع پہنچتا ہے ورنہ استغفار کا کیا مطلب۔

آیت نمبر ۱۰: فاذا استأذنوک لبعض شأنھم فأذن لمن شئت منھم واستغفرلھم اللہ ان اللہ غفور رحیم (نور آیت ۶۲)

ترجمہ: تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے آپ سے اجازت طلب کریں تو ان میں سے جس کے لئے چاہیں اجازت دیا کریں اور آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا

کیجئے بلا شبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(فائدہ) اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے استغفار کا حکم دیا ہے۔

قارئین کرام! آیات کثیرہ سے ثابت ہوا کہ ایک شخص کی دعا و استغفار سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے خود اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا حکم فرمایا ہے لہٰذا ہوئی پرست مسعودیوں کا یہ اصول خود غلط ہے کہ ایک شخص کے عمل کا دوسرے کو نفع نہیں ہوتا اور یہ غلط اصول آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے مخالف اور متصادم ہے لہٰذا قرآن مجید میں ایسا کوئی اصول بیان نہیں کیا گیا بلکہ یہ اصول ان کی بناوٹ اور ذہنی اختراع ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرآن پر بہتان اور افتراء ہے۔ دعا اور دیگر اعمال میں تفریق کرنا جہالت و حماقت ہے چونکہ قرآن مجید کی بہت سے آیات میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ ایک شخص کی دعا و استغفار سے دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہے تو ان ہوئی پرستوں نے عوام میں یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ دعا کا فائدہ ہوتا ہے لیکن دوسرے اعمال کا فائدہ نہیں ہوتا حالانکہ دعا و استغفار اور دیگر اعمال مثلاً صدقہ خیرات اور تلاوت قرآن پاک وغیرہ سب کا فائدہ اموات وغیرہ کو پہنچتا ہے اور دعا اور دیگر اعمال میں تفریق کرنا یعنی ایک سے فائدہ پہنچنے کا قائل ہونا اور دوسرے کا انکار کرنا جہالت اور حماقت ہے کیونکہ جب دعا اور استغفار کا نفع ہوتا ہے جبکہ یہ بھی ایک عمل ہے تو دوسرے اعمال کا نفع دوسروں کو کیوں نہیں ہوتا۔

ہر عمل کا دوسروں کو ثواب پہنچتا ہے:

آپ نے آیات قرآنیہ تو ملاحظہ فرمالیں، اب احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین ملاحظہ فرمائیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہر قسم کی جانی اور مالی

عبادات اور کلام وطعام کا ثواب اموات واحیاء سب کو پہنچ جاتا ہے۔

حدیث نمبر۱: ان عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما اخبره ان سعد بن عباده الانصاری استفتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نذر کان علی امه فتوفیت قبل ان تقضیه فافتاه ان یقضیه منها فکانت سنة .

(بخاری ج ۲ ص ۹۹۱ ،ابو داؤد ج۲ ص ۱۱۲ ، نسائی ج ۲ ص ۱۱۴ ،ترمذی ج ۱ ص ۱۸۶ ،مؤطا امام محمد ص ۲۲۷ ،صحیح ابن حبان ج۶ ص ۲۸۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ ان کی والدہ پر منت لازم تھی وہ اپنی منت کو پورا کرنے سے پہلے فوت ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے ادا کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میت کے واجبات ورثاء اس کی طرف سے ادا کریں ایک سنت کی حیثیت رکھتا ہے ۔

حدیث نمبر۲: ان سعد بن عبادة اخا بنی ساعدة توفیت امه وهو غاب عنها فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول الله ان امی توفیت وانا غائب منها فهل ینفعها شیء ان تصدقت به عنها قال نعم قال فانی اشهدک ان حائطی المخراف صدقة علیها (بخاری ج ۱ ص ۳۸۷،مؤطا امام مالک ص ۶۴۸)

ترجمہ: بنو ساعد کا بھائی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں وہ گھر میں موجود نہیں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ وفات پاگئیں اور میں گھر سے غائب تھا تو اب اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ (خیرات) کروں تو کیا اس کو کچھ فائدہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اس کو

تیرے صدقے خیرات کا نفع ہوگا، تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف میری ماں کے لئے صدقہ ہے۔

حدیث نمبر۳: **عن عائشة رضی اللہ عنہا امرأة قالت یا رسول اللہ ان امی افتلیت نفسها ولو لا ذالک لتصدقت واعطت افیجزی ان اتصدق عنها فقال النبی ﷺ نعم فتصدقی عنها .**

(ابو داؤد ج۲ ص ۴۲، نسائی ج۲ ص ۱۱۴، ابن ماجه ص ۱۹۹، مسلم ج ۱ ص ۳۲۴، مؤطا امام مالک ص ۶۴۸)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور اگر وہ اچانک فوت نہ ہوتی تو صدقہ خیرات کرتی اور اللہ کے راستے میں کچھ دیتی تو اگر میں اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا اس کا فائدہ ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جی ہاں! تو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر، یعنی اس کو فائدہ ہوگا۔

حدیث نمبر۴: **عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رجلا قال یا رسول اللہ ﷺ ان امی توفیت افینفعها ان تصدقت عنها قال نعم فان لی مخرافا وانی اشهدک انی قد تصدقت به عنها** (ابو داؤد ج۲ ص ۴۳، نسائی ج۲ ص ۱۱۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ میری ماں فوت ہوگئی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ خیرات کروں تو کیا اس کو نفع پہنچے گا آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! تو اس شخص نے کہا میرا باغ ہے اور آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ میں نے اپنی ماں کے لئے صدقہ کر دیا۔

حدیث نمبر۵: ان عاص بن وائل اوصی ان یعتق عنه مائة رقبة فاعتق ابنه هشام خمسین رقبة فاراد ابنه عمرو ان یعتق عنه الخمیس الباقیة فقال حتی اسئال رسول الله ﷺ فاتی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ﷺ ان ابی اوصی بعتق مائة رقبة وان هشاما اعتق به خمسین وبقیت علیه خمسون رقبة افاعتق عنه فقال رسول الله ﷺ انه لو کان مسلما فاعتقتم عنه او تصدقتم عنه او حججتم عنه بلغه ذلک (ابو داؤد ج۲ ص۴۳)

ترجمہ: عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے اور اس کے بیٹے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے بقیہ پچاس غلام آزاد کردے اور کہا کہ پہلے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں، تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور میرے بھائی ہشام نے اس کی طرف سے پچاس غلام آزاد کردیئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہارا باپ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے غلام آزاد کردیتے یا صدقہ خیرات کرتے یا حج کرتے تو اس کو ان چیزوں کا ثواب پہنچ جاتا (چونکہ وہ غیر مسلم تھا لہذا اس کو ثواب نہ پہنچے گا)

حدیث نمبر۶: عن الشرید بن السوید الثقفی قال اتیت رسول الله ﷺ فقلت ان امی اوصت ان تعتق عنها رقبة وان عندی جاریة نوبیة افیجزی عنی ان اعتقها عنها قال اتینی بها فاتیته بها فقال لها النبی ﷺ من ربک قالت الله قال من انا قالت انت رسول الله ﷺ قال فاعتقها فانها مؤمنة (نسائی ج۲ ص۱۱۴)

ترجمہ: حضرت شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا میری ماں نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف ایک گردن آزاد کی جائے اور میرے پاس ایک نوبیہ باندی ہے اگر میں وہ باندی اس کی طرف سے آزاد کردوں تو کیا میرے لئے یہ جائز ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ باندی میرے پاس لے آ، تو میں اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ کہا اللہ آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں؟ کہا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کردے کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

حدیث نمبر ۷: عن سعد بن عبادة انه اتی النبی ﷺ فقال ان امی ماتت وعلیها نذرا افیجزی عنها ان اعتق عنها قال اعتق عن امک

(نسائی ج ۲ ص ۱۱۴)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر منت تھی۔ اگر میں اس کی طرف سے غلام آزاد کردوں تو کیا اس کی طرف یہ جائز ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی ماں کی طرف سے غلام آزاد کردے۔

حدیث نمبر ۸: عن سعد بن عباده ان امه ماتت فقال یا رسول اللہ ﷺ امی ماتت افاتصدق عنها قال نعم قال فای الصدقة افضل قال سقی الماء فتلک سقایة سعد بالمدینة (نسائی ج ۲ ص ۱۱۵)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں فوت ہوگئیں تو کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میری

ماں فوت ہوگئی ہے کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! کہا کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی پلانا، تو یہی کنواں مدینہ میں حضرت سعد کا ہے جو انہوں نے اپنی والدہ کی ایصال ثواب کے لئے بنوایا تھا۔

حدیث نمبر ۹: عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات ولم یوص فهل یکفر عنه ان تصدق عنه قال نعم

(مسلم ج۲ ص ۴۱، ابن ماجه ص ۱۹۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور کوئی وصیت نہیں کی تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ خیرات کروں تو کیا وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں!

ہویٰ پرست مسعودیوں کی چالاکی:

جب ان ہویٰ پرستوں کے سامنے ایصال ثواب کی یہ احادیث پیش کی جاتی ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے والدین کے لئے غلام آزاد کرنے باغ وقف کرنے اور پانی پلانے کا ایصال ثواب کیا تو بڑی چالاکی سے کہہ دیتے ہیں کہ وہ وصیت تھی لیکن مذکورہ بالا حدیث میں صراحت کے ساتھ وصیت کی نفی کی گئی ہے۔

لیکن پھر بھی آپ ﷺ ایصال ثواب کی خیرات کی اجازت مرحمت فرما رہے ہیں اسی طرح بہت سی احادیث میں وصیت کا کوئی ذکر نہیں اور مذکورہ بالا حدیث میں تو خود وصیت کی نفی کی گئی ہے۔ بہر حال وصیت ہو یا نہ ہو میت تک ثواب اللہ تعالیٰ پہنچا دیتے ہیں اور وصیت کا عذر ویسے بھی غلط ہے اگر وصیت ہو تو ثواب پہنچے اور وصیت نہ ہو تو ثواب نہ پہنچے یہ خود ایک عجوبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہر حال ثواب پہنچ جاتا ہے جیسا کہ قرآن وحدیث

سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۱۰: عن عبد الرحمن ابن ابی عمرة الانصاری ان امه ارادت ان توصی ثم اخرت ذلک الی ان تصبح فهلکت وقد کانت همت بان تعتق قال عبد الرحمن فقلت للقاسم بن محمد اینفعها ان اعتق عنها فقال القاسم ان سعد بن عبادة قال لرسول الله ﷺ ان امی هلکت فهل ینفعها ان اعتق عنها فقال رسول الله ﷺ نعم (مؤطا امام مالک ص ۵۴۲)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری کی ماں نے مرض وفات میں وصیت کرنے کا ارادہ کیا پھر صبح تک تاخیر کردی اور اس کا ارادہ غلام آزاد کرنے کا تھا تو بغیر وصیت کے فوت ہوگئی۔ عبدالرحمٰن نے قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر میں اپنی ماں کی طرف سے غلام آزاد کردوں تو کیا اس کو نفع ہوگا تو قاسم نے کہا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے تو اگر میں اس کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا اس کو نفع ہو گا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔

حدیث نمبر ۱۱: عن یحیی بن سعید انه قال توفّی عبد الرحمن بن ابی بکر نوم نامه فاعتقت عنه عائشة زوج النبی رقابا کثیرة

(مؤطا امام مالک ص ۵۴۲، مشکوۃ ص ۲۹۵)

ترجمہ: یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نیند میں انتقال کر گئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی طرف سے (ایصال ثواب کے لئے) بہت سے غلام آزاد کئے۔

حدیث نمبر ۱۲: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان امرأة جاء ت الی النبی ﷺ فقالت ان

امی ماتت وعلیھا صوم من نذر فقال لھا النبی ﷺ اکنت قاضیة عن امک دینا لو کان علیھا قالت نعم قال فصومی عن امک

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج٦ ص ٢٨٩)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے اوراس پر روزوں کی منت تھی (کیا میں اس کی طرف سے منت پوری کرسکتی ہوں)

آپ ﷺ نے اس کوفرمایا کہ اگر تیری ماں کے ذمہ کسی کا قرضہ ہوتا اورتو اس کی طرف سے ادا کرتی تو کیا وہ ادا ہوگا؟ کہا ہاں! آپ ﷺ نے ارشادفرمایا تو اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ لے۔

حدیث نمبر١٣: عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ امر بکبش اقرن یطافی سواد ویبرک فی سواد وینظر فی سواد فاتی بہ لیقضی بہ قال یا عائشة ھلمی المدینة ثم قال اشحزھا بحجر ففعلت ثم اخذ ھا واخذ الکبش فاضجعه ثم ذبحه ثم قال بسم اللہ اللھم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد ثم ضحی بہ (رواہ مسلم، مشکوۃ ص١٢٧)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (قربانی کے لئے) ایک ایسے سینگ والے دنبہ کے لانے کا حکم فرمایا جو سیاہی میں چلتا ہو (یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں) سیاہی میں بیٹھتا ہو (یعنی اس کا پیٹ اور سینہ سیاہ ہو چنانچہ جب آپ کے لئے قربانی کے واسطے ایسا دنبہ لایا گیا، تو فرمایا کہ عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر رگڑ کر، تیز کرو، میں نے چھری تیز کی آپ ﷺ نے چھری لی اور دنبہ کو پکڑ کر اسے لٹایا پھر اسے ذبح کرنے کا

ارادہ فرمایا تو یہ دعا پڑھی، یعنی اے اللہ! محمد ﷺ اور آل محمد اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما پھر اسے ذبح کیا۔

حدیث نمبر ۱۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے جانور کو ذبح کرتے وقت جو دعا پڑھی اس میں یہ الفاظ بھی تھے: **عن محمد وامته بسم الله والله اکبر**

(مشکوۃ ص ۱۲۸ بحواله احمد وابو داؤد، ابن ماجه والدارمی)

اور امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہم کے یہ الفاظ بھی ہیں: **اللهم هذا عنی وعمن یضح من امتی** . یعنی اے اللہ یہ میری اور میری امت کے غریبوں کی طرف سے ہے۔

(فائدہ) مذکورہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی قربانی آپ ﷺ نے کی اور ثواب کا حصہ امت کو بھی بخشا اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح زندوں کو بھی ایصال ثواب ہوسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵:عن حنش قال رایت علیا یضح بکبش فقلت له ما هذا ؟ فقال ان رسول الله ﷺ اوصانی ان اضحی عنه فانا اضحی عنه

(مشکوۃ ص ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت حنش فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دنبہ کی قربانی کررہے تھے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا آپ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میری طرف سے قربانی کرنا تو میں ان کی طرف سے قربانی کررہا ہوں۔

حدیث نمبر ۱۶:عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان النبی ﷺ لقی رکبانا بالروحا

فقال من القوم قالوا المسلمون فقالوا من انت ؟قال رسول الله ﷺ فرفعت اليه امرأة سبية فقالت الهذا حج ؟قال نعم ولک اجر

(رواه مسلم ،مشکوۃ ص ۲۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ روحاء کے مقام پر ایک قافلے کو ملے اور پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم مسلمان قوم ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو ایک عورت نے آپ کی طرف ایک بچی اٹھا کر پوچھا کہ کیا اس کا بھی حج ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تجھے بھی ثواب ہوگا یعنی جب تو اس کی طرف سے حج کریگی تو اس کا حج بھی ہو جائے گا اور تجھے بھی ثواب ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۷: وعنه قال ان امرأة من خثعم قالت یا رسول اللہ ان فريضة الله على عبادة فى الحج ادركت ابى شيخا كبيرا لايثبت على الراحلة حج عنه قال نعم وذالک فی حجة الوداع

(متفق علیه ،مشکوٰة ص ۲۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرا باپ بہت بوڑھا ہے حتی کہ سواری پر بھی نہیں بیٹھ سکتا اور اس پر حج فرض ہے۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

حدیث نمبر ۱۸: عن ابی زرين العقيلى انه اتى النبی ﷺ فقال يا رسول الله ان ابى شيخ كبير لا يستطيع الحج والعمرة ولا الظعن

قال حج عن ابیک واعتمر .

(رواہ الترمذی ،وابو داؤد ،والنسائی قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

ترجمہ:ابی زرین عقیلی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ بہت بوڑھا ہے وہ حج وعمرہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی کجاوے میں بیٹھ سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کرلے ۔

حدیث نمبر۱۹: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول لبیک عن شبرمة قال من شبرمة قال اخ لی او قریت قال احججت عن نفس قال لا قال حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة

(رواہ الشافعی وابو داؤد وابن ماجه ،مشکوۃ ص ۲۲۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ یعنی وہ شبرمہ نامی شخص کی طرف سے حج کی تلبیہ پڑھ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ شبرمہ کون ہے؟اس نے کہا میرا بھائی ہے یا قریبی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے حج ادا کیا ہے ؟اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اپنا حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے حج ادا کرنا۔

حدیث نمبر۲۰: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اتی رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان علیها دین اکنت قاضیة قال نعم قال فاقض دین اللہ احق بالقضاء (متفق علیه ،مشکوۃ ص ۲۲۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا کہا میری بہن نے حج کرنے کی منت مانی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس پر قرضہ ہوتا تو کیا اس کو ادا کرتا ؟ کہا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کا قرضہ بھی ادا کرا اور اللہ تعالیٰ کا قرضہ ادائیگی کا زیادہ حقدار ہے ۔

(فائدہ) مذکورہ بالا پانچوں حدیثوں سے **معلوم** ہوتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کی طرف سے حج ادا کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۱: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصدق احدكم بصدقة تطوعا فليجعلها عن ابويه فيكون لهما اجرها ولا ينقص من اجرها شيئا واخرجه الديلمى نوحه من حديث معاوية بن جنده

(تفسیر مظھری ج ۹ ص ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نفلی صدقہ کرے تو اس کو اپنے والدین کے لئے ایصال ثواب کر دے۔ ان کو بھی ثواب مل جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی بھی نہ آئے گی۔

حدیث نمبر ۲۲: عن انس رضی اللہ عنہ سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول ممن اهل بيت يموت منهم فيتصدقون عنه بعد موته الا اهدأ له جبرئيل على طبق من نور ثم يقف على شفر القبر فيقول يا صاحب القبر العميق هذه هدية اهدأها اليك اهلك فاقبلها فيدخل عليه فيفرع بها ويستبشر ويحزن جيرانه الذين لا يهدى اليهم شىء

(رواه الطبرانی فی الاوسط تفسیر مظھری ج ۹ ص ۱۲۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (مسلمانوں) کا کوئی ایسا گھرانہ نہیں جس میں کوئی فرد فوت ہو جائے اور وہ

اس کی وفات کے بعد اس کی طرف صدقہ خیرات نہ کریں۔ مگر حضرت جبریل علیہ السلام اس صدقہ کو نوری طبق میں رکھ کر اس میت کو بطور ہدیہ کے پیش کرتے ہیں۔ پھر قبر کے کنارے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں اے گہری قبر والے! یہ تیرا ہدیہ ہے تیرے اہل نے تیری طرف بھیجا ہے تو اسے قبول کر لے اور وہ ہدیہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس کے وہ ہمسائے جن کی طرف ہدیہ نہیں بھیجا جاتا غمگین ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۳: عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من حج عن ميت فللذی حج عنه مثل اجره

(رواه الطبرانی فی الاوسط مظهری ج ۹ ص ۱۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میت کی طرف سے حج ادا کیا تو اس کو بھی حج کے برابر ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر ۲۴: عن الحجاج بن دينار قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان البر بعد البر ان تصلی عنها مع صلوتک وتصوم عنها مع صيامک وتصدق عنها مع صدقتک (رواه ابن ابی شيبه تفسير مظهری ج ۹ ص ۱۲۹)

ترجمہ: حضرت حجاج بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدہ کے ساتھ بھلائی کے بعد بھلائی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھے اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کے لئے صدقہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۵: عن بريدة قال كنت جالسا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتته امرأة فقالت يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انی تصدقت علی امی بجارية وانها ماتت قال

وجب اجرک وردھا علیک المیراث قالت یا رسول اللہ انہ کان علیہا صوم شھر فاصوم عنھا قال صومی عنھا قالت انا لم تحج قط افا حج عنھا قال نعم حجی عنھا (رواہ مسلم مشکوۃ ص ۱۷۳)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا اچانک ایک عورت آئی اور کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی والدہ پر ایک باندی کا صدقہ یعنی عطیہ کیا، لیکن میری والدہ فوت ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرا ثواب بھی برقرار اور وہ باندی بھی وراثت میں تجھے واپس۔ کہنے لگی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ اس نے کہا اس پر حج بھی فرض تھا اور حج بالکل نہیں کر سکی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اس کی طرف سے حج بھی کر لے۔

حدیث نمبر ۲۶: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ (متفق علیہ ، مظھری ج ۹ ص ۱۲۹ ، بخاری ج ۱ ص ۲۶۲)

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزے رکھے۔

(فائدہ) بعض علماء نے اس قسم کی روایات کو ظاہر پر محمول کر کے کہا ہے کہ مرحومین کی طرف سے فرضی نماز اور فرضی روزے ورثاء ادا کریں لیکن جمہور علماء اسلام نے ایسی احادیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مرحوم کے جتنے روزے قضاء ہو گئے ہیں ورثاء کو چاہیے کہ فی روزے کے عوض دو سیر گندم مستحقین میں تقسیم کریں۔ یہ ہے میت کی طرف سے

روزے رکھنے کا مطلب اور یہی صورت مرحوم کے نمازوں کی ہے۔ بہرحال صورت جو بھی ہو ایک کے عمل کا دوسرے کو نفع پہنچ رہا ہے اور خود نماز اور روزے یا ان کے فدیہ کا ثواب میت کے لئے ثابت ہو رہا ہے اور یہی ہمارا مدعی ہے۔

حدیث نمبر ۲۷: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلاث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو الہ (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۳۲، تفسیر مظھری ج ۹ ص ۱۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی فوت ہو جاتا ہے اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم ہے جس سے نفع اٹھایا جائے اور تیسری نیک اولاد جو اس کے لئے دعا مغفرت کرتی رہے۔

حدیث نمبر ۲۸: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی قبرہ الا شبہ الغریق المتفوت ینظر دعوۃ ملحقۃ من اب وام او ولد او صدیق ثقۃ فاذا الحقتہ کانت احب الیہ من الدنیا وما فیھا وان اللہ لیدخل علی القبور من دعا اھل الارض مثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم (رواہ البیھقی والدیلمی، تفسیر مظھری ج ۹ ص ۱۲۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے مردہ قبر میں مگر غرق ہونے والے کی مانند منتظر رہتا ہے کہ ماں، باپ، اولاد یا مخلص دوست کی طرف سے اس کو دعا مل جائے اور وہ دعا اس کے لئے دنیا ومافیھا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور یقیناً اللہ زمین والوں کی دعا کو پہاڑ کی مانند قبروں میں داخل فرماتے ہیں اور

بے شک زندوں کا ہدیہ مردوں کے لئے استغفار کرنا۔

حدیث نمبر ۲۹: عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ ﷺ اقرء وا سورۃ یٰس علی موتاکم

(رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ، مشکوۃ ص ۱۴۱، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۱۲۹، آثار السنن مترجم ص ۶۳۵)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے موتی پر سورۃ یٰس پڑھا کرو۔

فائدہ: امام قرطبی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اسلام کے نزدیک موتی سے مراد قریب المرگ ہے اور عبدالواحد مقدسی نے کہا کہ موتی سے مراد مردے ہیں کہ ان کی قبروں پر قرآن پڑھا جائے اور محبّ طبری کہتے ہیں کہ دونوں صورتیں مراد ہیں۔ یعنی قریب المرگ پر بھی سورۃ یٰس پڑھی جائے اور قبروں پر بھی سورۃ یٰس پڑھی جائے بہرحال اس حدیث میں جو صورت بھی مراد لی جائے ہمارے مدعی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ ہمارا مدعی یہ ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ ہوتا ہے یہاں سورۃ یٰس پڑھنے والا شخص اور ہے اور اس کا فائدہ دوسرے شخص کو ہو رہا ہے۔ خواہ وہ مردہ ہو یا قریب المرگ ہو بہرحال فائدہ دوسرے کو ہو رہا ہے اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ایصال ثواب زندہ کو بھی ہو سکتا ہے (اگرچہ عام) دستور مردوں کو ایصال ثواب کرنے کا ہے۔

حدیث نمبر ۳۰: عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ ولیقرء عند رأسہ فاتحۃ

البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة

(رواه البيهقى فى شعب الايمان وقال الصحيح انه موقوف ،مشكوة ص ۱۴۹ ،آثار السنن مترجم ص ٦٦٩)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اس کی میت کو مت روکو اور اس کو قبر کی طرف جلدی لے جاؤ اور بعد از دفن اس کے سر کی جانب سورۃ بقرہ کا اول رکوع اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرۃ کا آخری رکوع پڑھا جائے۔ امام بیہقی نے کہا کہ یہ روایت مرفوع کے بجائے صحیح یہ ہے کہ موقوف ہے۔

حدیث نمبر ۳۱: عن على مرفوعا من مر على المقابر وقرأ قل هو الله احد احد عشر مرة ووهب اجره للاموات اعطى من الاجر بعد دالاموات

(رواه ابو محمد السمرقندى،تفسير مظهرى ج۹ ص ۱۲۹)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قبرستان سے گزرا اور (سورۃ الاخلاص) گیارہ بار پڑھ کر مردوں کو ایصال ثواب کیا تو اسے مردوں کی گنتی کے برابر ثواب دیا جائے گا۔

حدیث نمبر ۳۲: عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهكم التكاثر ثم قال انى جعلت ثواب ما قرأ ت من كلامک لاهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له الى الله

(رواه ابو القاس سعد بن على ،تفسير مظهرى ج۹ ص ۱۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوا پھر سورۃ الفاتحہ اور قل ھو اللہ احد اور سورۃ التکاثر پڑھی اور کہا اے اللہ میں نے جو کچھ تیرا کلام پڑھا اس کا ثواب قبرستان والے مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخش دیا۔ تو وہ تمام مردے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی شفاعت کریں گے۔

حدیث نمبر ۳۳: **عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل المقبرۃ فقرأ یٰس خفف اللہ عنھم و کان لہ بعدد من فیھا حسنات**

(اخرجہ عبد العزیز الخلال بسندہ ،تفسیر مظھری ج۹ ص ۱۲۹)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور سورہ یس پڑھی (ایصال ثواب کے لئے) تو اللہ تعالیٰ مردوں کے عذاب میں تخفیف فرما دیتے ہیں اور ان کی گنتی کے برابر اس کو نیکیاں عطا فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۴: **عن الشعبی کانت الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الی قبرہ یقرء ون القراٰن**

(تفسیر مظھری ج۹ ص ۱۳۰ ،التذکرہ للقرطبی ص ۹۳ ،ریاض الصالحین ص ۳۰۸ عن الشافعی مثلہ)

ترجمہ: امام شعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کا جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا تھا تو قرآن پڑھنے کے لئے اس کی قبر پر جایا کرتے تھے۔

قارئین کرام! یہ ہیں چند آیات ،احادیث اور آثار صحابہ و تابعین جن سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ مردوں اور زندہ مسلمانوں کو دعا و استغفار سے نفع ہو جاتا ہے نماز ،روزہ ،حج و عمرہ ،صدقہ خیرات ،غلاموں کو آزاد کرنا اور تلاوت قرآن پاک وغیرہ جانی

و مالی عبادات کا ایصال ثواب ثابت ہے اور ان سب دلائل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اصول خلاف قرآن اور خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے خود مردود ہے اور نا مقبول ہے بلکہ نا معقول ہے۔

ہویٰ پرستوں کا قرآن سے غلط استدلال اور اس کا ابطال

ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودیوں نے درج ذیل آیات سے اپنا غلط اصول ثابت کرنے کی سعی مذموم کی ہے۔

آیت نمبر ۱: ثم قیل للذین ظلموا ذوقوا عذاب الخلد هل تجزون الا بما کنتم تکسبون (سورہ یونس آیت ۵۲)

ترجمہ: پھر ظالموں سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تم کو تو ہمارے ہی کیئے کا بدلہ ملا

آیت نمبر ۲: ومن جاء بالسیئة فکبت وجوههم فی النار هل تجزون الا ما کنتم تعملون . (سورۃ النمل آیت ۹۰)

ترجمہ: جو شخص بدی لاوے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جاویں گے تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳: فالیوم لا تظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ما کنتم تعملون

(یس ۵۴)

ترجمہ: پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس ان ہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم

کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر۴: اصلوھا فاصبروا او لا تصبروا سواء علیکم انما تجزون ماکنتم تعملون (سورہ طور آیت ۱۶)

ترجمہ: اس میں داخل ہو پھر خواہ صبر کرنا یا صبر نہ کرنا تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا۔

یہ چار آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ نے کافروں، ظالموں اور مشرکوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو صرف اور صرف اپنے کرتوتوں اور بداعمالیوں کی سزا دی جائے گی اور ان کو صرف اپنے گناہوں کا بدلہ اور سزا دی جائے گی یعنی کسی دوسرے کے گناہوں کی سزا ان کو نہ دی جائے گی کیونکہ یہ تو ظلم ہے ایک کے گناہ کی سزا دوسرے کو دی جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ظالموں، کافروں کو یقین دہانی کرا رہے ہیں کہ تمہیں صرف اپنے جرم کی سزا دی جائے گی تم پر ظلم ہرگز نہ ہوگا جیسا کہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**لا تزر وازرۃ وزر اخری**'' یعنی کوئی کسی کا بار نہ اٹھائے گا بلکہ ہر شخص اپنے گناہوں کا بار خود اٹھائے گا۔

اور قرآن مجید میں ایک مقام پر خود کفار کے لفظ کی تصریح موجود ہے جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اس آیت کا تعلق کفار سے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿**ھل ثوب الکفار ماکانوا یفعلون**﴾ یعنی واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

تو معلوم ہوا ان سب آیات کا تعلق کفار سے ہے نہ کہ مسلمانوں سے اور کافروں کو اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تمہیں صرف اپنے اعمال بد کی سزا دی جائے گی دوسروں کے اعمال کی تمہیں سزا نہ دی جائے گی کیونکہ یہ تو ظلم ہے لیکن ہوئی پرستوں نے ان آیات سے یہ غلط اصول نکالا کہ ایک کے عمل کا دوسرے کو نفع نہیں ہوتا اور پھر اس غلط اصول کو بنیاد بنا کر ایصال

ثواب کا انکار کردیا۔ حالانکہ ان آیات کا تعلق مسلمانوں کے ایصال ثواب سے قطعاً نہیں ہے درحقیقت یہ ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودی قرآن کے نام پر ہویٰ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں اور اسلام کے نام پر فرقہ پرستی پھیلا رہے ہیں اور یہ ہویٰ پرست قرآن مجید کے نام پر الحاد اور زندقہ کی ترویج کر رہے ہیں اور یہ ہویٰ پرست قرآن مجید کی تحریف سے بھی باز نہیں رہتے جیسا کہ مذکورہ بالا چار آیات میں تحریف کر کے ان کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے اور ان سب کے باوجود دعوی قرآن ماننے کا ہے اور اسلام اپنانے کا ہے اور کاروبار سارا کا سارا اسلام کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بھی خلاف ہے۔

کار شیطان میکند نامش مسلمان　　　گر اینست مسلمان لعنت بر مسلمان

ایک اور آیت کا غلط مطلب:

ہویٰ پرست فرقوں نے اپنے خود ساختہ اور پرداختہ اصول کو ثابت کرنے کیلئے ایک اور آیت کریمہ کا غلط مطلب بیان کیا ہے اور وہ آیت یہ ہے: **وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیر واعظم اجرا** (سورہ مزمل آیت ۲۰)

ترجمہ: اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے۔

قارئین کرام! اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ترغیب دے رہے ہیں کہ جو کچھ تم اپنے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے جاؤ گے وہ تمہارے لئے افضل اور بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم وصیت کر جاؤ کہ میرے مرنے کے بعد اتنا مال صدقہ خیرات کر دینا، یا فلاں کار خیر میں لگا دینا وغیرہ وغیرہ۔ تو اس آیت میں موتی کے لئے ایصال ثواب کی قطعاً نفی نہیں کی گئی۔ اس آیت سے ایصال ثواب کی نفی سمجھنا قلت تدبر سوء فہم کا نتیجہ

ہے۔اس آیت میں تو ترغیب دی گئی ہے کہ پیچھے والے کی خیرات اور صدقہ سے تمہارے لئے وہ بہتر ہے جو تم اپنے ہاتھ سے دے جاؤ گے۔اگر آیت سے یہی مطلب لیا جائے کہ آدمی کو صرف اور صرف اپنے ہاتھ کا دیا کام آتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد جو صدقہ خیرات کیا جاتا ہے اس کا ثواب اس کو نہیں پہنچتا تو مرحومین کے لئے دعا مغفرت اور نماز جنازہ اوران کی وصیت کے مطابق صدقے خیرات وغیرہ سب کی نفی ہو جائے گی۔حالانکہ ہویٰ پرست مسعودی ان امور کے قائل ہیں۔تو معلوم ہوا کہ اس آیت سے ایصال ثواب کی نفی قطعاً نہیں ہوتی اثبات ہے کہ پیچھے والوں کے صدقہ خیرات سے تمہارے اپنے ہاتھ کا دیا ہوا صدقہ خیرات بہتر اور اجر وثواب میں بڑا ہے اور جائز پیچھے والا بھی ہے۔

لیس للانسان الا ماسعی کا جواب:

قرآن مجید کی اس آیت مذکورہ بالا سے عام آدمی کو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو صرف اپنی سعی ومحنت کا ثمرہ ملتا ہے نہ کہ دوسرے کی سعی کا۔ چنانچہ ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودیوں نے اس آیت کو اپنے باطل نظریہ کی تائید میں پیش کیا حالانکہ آیت کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے کیونکہ اگر آیت کا یہی مطلب لیا جائے کہ کسی کو کسی کے عمل کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔تو یہ مطلب بیسیوں آیات اور سینکڑوں احادیث صحیحہ کے خلاف پڑتا ہے۔ کہ قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے حالانکہ آیات قرآنیہ میں کسی قسم کا تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے لہذا یہ ٹکراؤ اس مطلب کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ علماء اسلام نے آیت مذکورہ کے کئی ایسے مطلب بیان کئے ہیں جن سے یہ تعارض رفع دفع ہو جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۳۱ھ نے اپنی

مشہور کتاب حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں مسئلہ ایصال ثواب پر بحث کرتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں دلائل سے ایصال ثواب کو ثابت کیا اور آیت مذکورہ بالا کے جوابات بیان فرمائے۔ جن سے یہ تعارض اٹھ جاتا ہے اور ایصال ثواب کے دلائل اور آیات مذکورہ اپنے اپنے محل پر محلول رہتی ہیں اور کسی قسم کا ٹکراؤ باقی نہیں رہتا اور ظاہری تعارض کی صورت میں یہی طریقہ ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت اختیار کر لی جائے تا کہ دونوں قسم کے دلائل اپنے اپنے موقع پر محلول رہیں اور ظاہری تعارض رفع ہو جائے اب وہ جوابات ملاحظہ فرمایئے۔

جواب اول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت ﴿**لیس للانسان الا ما سعی**﴾ منسوخ ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت **والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان**...... اس کی ناسخ ہے۔ کیونکہ اس دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ آباء کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ان کی ایماندار اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیا جائے جس سے معلوم ہو گیا کہ آباء کے عمل کا اولاد کو نفع ہوگا لہٰذا یہ آیت اس کے لئے ناسخ ہے۔

جواب دوم: **لیس للانسان الا ماسعی** میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی شریعت میں یہی مسئلہ تھا کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ نہیں ہوتا تھا لیکن شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ یہی ہے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچتا ہے جیسا کہ آیات کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے پوری آیت ایک دفعہ پھر پڑھ لیجئے ﴿**ام لم ینبّأ بما فی صحف موسیٰ الا تزر وازرۃ وزر اخری وان لیس للانسان الا ماسعی**﴾

اب اس آیت میں غور فرمائیں صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مسئلہ موسیٰ علیہ السلام اور

ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا ہے یہ جواب حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔

جواب سوم: حضرت ربیع بن انس اور حضرت ثعلبی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں انسان سے مراد کافر انسان ہے کیونکہ صرف اس کو اپنی سعی کا ثمرہ وہ بھی صرف دنیا میں ملے گا اس کو کسی اور کی سعی و محنت کا پھل نہ ملے گا۔ یعنی ایصال ثواب مومنین کے لئے ہوتا ہے نہ کافرین کے لئے۔

جواب چہارم: حضرت حسین بن فضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ﴿**لیس للانسان الا ماسعی**﴾ کے اندر عدل کا بیان ہے اور جن آیات سے ایصال ثواب کا ثبوت ہوتا ہے ان میں فضل خداوندی کا بیان ہے یعنی عدل کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کو صرف اپنی محنت کا پھل چاہیے لیکن فضل باری تعالیٰ یہ ہے کہ ایک کے عمل سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب یہی جواب حسین بن فضل نے والی خراسان عبداللہ بن طاہر کو دیا تو انہوں نے خوشی میں آ کر حضرت حسین کے سر کو چوم لیا تھا۔

جواب پنجم: حضرت ابوالوراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت مذکورہ میں ﴿**الا ماسعی**﴾ سے مراد ﴿**الا مانوی**﴾ ہے یعنی آدمی کو اپنی نیت کا ثمرہ ملتا ہے۔ یعنی اگر وہ اپنے لئے نیت کرتا ہے تو عمل کا ثواب اسی کو ملے گا اور اگر کسی دوسرے کے لئے نیت کرتا ہے تو ثواب اسی کو ملے گا۔

جواب ششم: آیت مذکورہ میں ﴿**لیس للانسان الا ماسعی**﴾ میں ''لام'' بمعنی ''علی'' کے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کو صرف اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانا ہوگا کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا صرف اپنے عمل کی سزا بھگتے گا جیسا کہ

﴿الا تزر وازرة وزر اُخری﴾ میں ہے اوراس کی نظیر قرآن مجید میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ولھم اللعنة﴾ اس کا معنی ہے ﴿علیھم اللعنة﴾ اسی طرح ﴿لیس للانسان﴾ کا مطلب ﴿لیس علی الانسان﴾ ہے۔

جواب ہفتم: ابوالفرج نے اپنے شیخ زعفرانی سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ ایماندار آدمی جب ایمان لایا اور کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا تو یہ ایمان واسلام کی اپنی سعی ومحنت ہے ۔جس کے سبب وہ مسلمانوں کی دعا استغفار اور صدقہ وخیرات وغیرہ کا حقدار بنا۔لہٰذا مسلمان کو جو دوسرے مسلمانوں کے اعمال کا ثواب مل رہا ہے اور ثواب پہنچ رہا ہے۔در حقیقت یہ اس کی اپنی سعی ایمان کا ثمرہ ونتیجہ ہے۔

جواب ہشتم: آیت مذکورہ بالا ﴿لیس للانسان الا ما سعی﴾ کے اندر ہر قسم کے اعمال کی نفی اور حصر نہیں ہے کہ آدمی کو بجز اپنی سعی کے کسی کے عمل کا نفع نہ پہنچے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اپنی سعی ومحنت کا ثمرہ بہت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔بہ نسبت ایصال ثواب کے یعنی جتنا عظیم نفع اور بڑا ثمرہ اپنی سعی ومحنت کا ہوتا ہے اتنا ایصال ثواب کا نہیں ہوتا اگرچہ فائدہ ہوتا ہے لیکن اپنی سعی کے برابر نہیں ہوتا ہے۔(حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص۶۲۲ امام طحطاوی نے یہ آٹھ جوابات یکجا فرما کر لکھا ہے (کما فی العینی علی البخاری)

جواب نہم: علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ﴿لیس للانسان الا ما سعی﴾ میں بتایا گیا کہ انسان کسی غیر کی سعی ومحنت کا مالک نہیں بن سکتا۔یہ نہیں کہا گیا کہ انسان غیر کی ملک سے نفع نہیں اٹھا سکتا یعنی آیت میں کسی غیر کی سعی سے ملک کی نفی کی گئی ہے نہ کہ غیر کی چیز سے انتفاع کی نفی کی گئی ہے اوران دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔بے شک

غیر کی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ مالک صرف اپنی سعی ومحنت کا ہے لیکن مالک اگر اپنی مملوکہ چیز کسی کو ہبہ اور تملیک کر دے تو موہوب لہ بوجہ تملیک کے مالک بھی بن جاتا ہے اور اس سے نفع بھی اٹھا سکتا ہے لہٰذا یہ آیت ایصال ثواب کے خلاف قطعا نہیں ہے۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۳۱، احکام القرآن ادریسی ج ۵ ص ۷)

جواب دہم: حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سبق جلالین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک دن حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب خود ہی سبق کے درمیان فرمایا کہ ایک رات سونے کے لئے لیٹا تو ذہن میں آیا کہ قرآن پاک میں ہے۔

﴿**لیس للانسان الا ماسعی**﴾ کہ انسان کو صرف اس کی سعی کام آئے گی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کی سعی وکاوش کام نہیں آئے گی اور حدیث میں آیا ہے کہ دوسرا دوسرے کو ایصال ثواب کرے گا تو دوسرے کو فائدہ ہوگا دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ حل نہ ہوا تو فورا بستر سے اٹھا اور گنگوہ پیدل روانہ ہوگیا کہ وہاں حضرت گنگوہی سے معلوم کروں دیوبند سے گنگوہ تیس میل ہے اندھیری رات میں تن تنہا چل پڑے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے تھے کہ میں گنگوہ اس وقت پہنچا کہ حضرت گنگوہی تہجد کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا کون؟ میں نے عرض کیا عزیز الرحمٰن دیوبند سے حاضر ہوا ہے۔ فرمایا کیا بات پیش آئی کہ اس رات کے وقت آئے؟ عرض کیا حضرت اشکال یہ پیش آیا ہے کہ قرآن میں صراحت ہے ﴿**لیس لـلانسان الا ما سعی**﴾ اپنا ہی کیا کام آئے گا اور حدیث میں آیا ہے دوسرے کا ایصال ثواب بھی کام آتا ہے بظاہر حدیث و قرآن میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے، ذہن میں ٹکراؤ ہوا حضرت گنگوہی نے وضو کرتے ہوئے فرمایا آیت قرآنی میں سعی ایمانی مراد ہے کہ آخرت میں دوسرے کا ایمان کام نہ آئے گا اور

حدیث میں سعی عملی مراد ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کے لئے کار آمد ہوگا۔یعنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کا ایمان کسی دوسرے کو فائدہ نہیں دیتا البتہ اعمال فائدہ دیتے ہیں۔یعنی ایصال ثواب ایمان کا نہیں بلکہ اعمال کا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنا ایمان نفع دیتا ہے نہ کہ دوسرے کا اگرچہ مجھے حوالہ یاد نہیں۔لیکن جواب نہایت معقول معلوم ہوتا ہے امید ہے کہ اہل علم کے ہاں اس جواب کی خوب پذیرائی ہوگی۔اگرچہ تمام جوابات اپنے مقام پر نہایت معقول ہیں۔

نوٹ:مزید تفصیل کے لئے تفسیر مظھری ،کتاب الروح ،التذکرہ للقرطبی ،نبراس ،شرح فقه اکبر تفسیر معارف القرآن ادریسی اور احکام القرآن ادریسی ،معاصر فقه اسلامی نمبر ص ۸۹،۹۰ وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیے

دوسروں کے اعمال سے نفع اٹھانا اجماعی مسئلہ ہے:

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں بیضاوی کے حاشیہ سے شیخ زادہ رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت نقل فرمائی ہے:

قال الشیخ تقی الدین ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ من اعتقد ان الانسان لا ینفع الا بعمله فقد خرق الاجماع وذالک باطل فان الامة قد اجمعوا علی ان الانسان ینتفع بدعاء غیره وهو انتفاع بعمل الغیر وایضا انه علیه الصلوة والسلام یشفع لاهل الموقف فی الحساب ثم لاهل الجنة فی دخولها ثم لا هل الکبائر فی الاخراج من النار وهذا انتفاع لسعی الغیر وایضا لملائکة یدعون ویستغفرون لمن فی الارض وایضا اولاد المومنین یدخلون الجنة بعمل اٰبائهم وذالک انتفاع بالصدقة وبالعتق عنه بنص السنة والاجماع

انتھی کلامه ملخصا.

(احکام القرآن ج ۲ ص ۷)

ترجمہ: شیخ تقی الدین ابو العباس نے فرمایا جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انسان صرف اپنے عمل سے نفع اٹھاتا ہے کسی دوسرے کے عمل سے نفع نہیں اٹھاتا تو اس نے اجماع امت کو توڑ ڈالا اور یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ انسان دوسرے کی دعا سے نفع اٹھاتا ہے اور یہ غیر کے عمل سے نفع اٹھانا ہی تو ہے۔ نیز آپ ﷺ میدان حشر میں حساب کے لئے شفاعت فرمائیں گے پھر اہل جنت کے لئے دخول جنت کی شفاعت فرمائیں گے پھر کبائر کے مرتکبین کی آگ سے نکالنے کی شفاعت فرمائیں گے اور یہ غیر کی سعی ومحنت سے انتفاع ہے اور نیز ملائکہ زمین والوں کے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور مومنین کی ایماندار اولاد اپنے آباء کے اعمال صالحہ کی وجہ سے جنت میں داخل ہونگے اور یہ بھی محض غیر کے عمل سے ہے اور اسی طرح میت صدقات اور عتق غلام کے ذریعہ بنص سنت اور اجماع امت نفع اٹھاتی ہے۔

مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں: **وبالجملة ورد فی الکتاب والسنة ما هو قطعی فی حصول الانتفاع بعمل الغیر وهو ینافی ظاهر هذه الأیة فلا بد من توجیهها لئلا یخلاف الکتاب والسنة واجماع الامة**

(احکام القرآن ج ٦ ص ۷)

ترجمہ: کتاب وسنت میں ایسے قطعی دلائل موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دوسرے کے عمل سے نفع اٹھاتا ہے اور یہ آیت مذکورہ کے ظاہری مطلب کے خلاف ہے لہٰذا اس آیت کی ایسی توجیہ ضروری ہے جس سے ظاہری مطلب کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ غیر کے اعمال سے نفع اٹھانا ایسا مسئلہ ہے جس پر کتاب وسنت کی روشنی میں اجماع امت ہو چکا ہے اور اجماع بھی حجت شرعیہ ہے لہذا ہوئی پرستوں کا یہ

اصول کہ ایک کے عمل سے دوسرا نفع نہیں اٹھا سکتا قرآن وحدیث اوراجماع امت کے خلاف ہے۔

نصوص قرآنیہ کو ظاہر پر محمول کرنے کی حیثیت:

علماءاسلام فرماتے ہیں کہ آیات قرآنیہ کوحتی المقدوراپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اورخواہ مخواہ ان کے ظاہری مطلب سے ہٹانا بعض اوقات کسی خطرناک گمراہی کا پیش خیمہ بن سکتا ہےلیکن اگرکسی آیت کا ظاہری مطلب دیگرآیات قرآنیہ،احادیث نبویہ اصول مسلم اور اجماع امت کے خلاف پڑتا ہےتو ایسے حالات میں اس ظاہری مطلب سے ہٹ کر ایسا مطلب لینا جوکتاب وسنت اوراجماع امت کے موافق ومطابق ہوازحد ضروری ہے تاکہ آیات قرآنیہ کے مابین ٹکراؤاورتعارض کی صورت پیدانہ ہوجائے۔مثلاً

ایک لطیفہ: کہتے ہیں کہ ایک ہندی عالم کی حجاز مقدس میں کسی حجازی عالم سے کسی مسئلہ میں گفتگو ہوئی دوران گفتگو ہندی عالم نے کہا کہ بعض اوقات آیات قرآنیہ کا ظاہر مطلب مرادنہیں لیا جاسکتا۔جبکہ حجازی عالم کا موقف یہ تھا کہ قرآن مجید کی ہرآیت کا ظاہری مطلب ہی مراد ہوگا۔اتفاق سے وہ حجازی عالم آنکھوں سے نابینا تھا۔تو ہندی عالم نے یہ آیت تلاوت کی ﴿ **ومن کان فی هذه اعمی فهو فی الاخرة اعمٰی** ﴾ یعنی جودنیامیں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور پوچھا کہ اب بتاؤ! کہ کیا یہ آیت ظاہری مطلب پرمحمول ہوسکتی ہے؟ چنانچہ وہ حجازی عالم لاجواب اورمبہوت ہوگیا۔تو معلوم ہوا کہ ہمیشہ اور ہرمقام پرظاہری معنی مرادنہیں لیا جاسکتا اوریہی حال ﴿ **لیس للانسان الا ما سعی** ﴾ والی آیت کا ہےاسی لئے یہ آیت مصروف عن الظاہر ہے تاکہ اس کا مطلب دیگرآیات اور احادیث کے مطابق وموافق ہوجائے۔

مشتری ہوشیار باش: بندہ عاجز نے ایصال ثواب کی جتنی احادیث مبارکہ آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں وہ سب صحیح اور قابل احتجاج ہیں۔ کیونکہ اکثر و بیشتر حدیثیں تو صحاح ستہ کی ہیں۔ نیز ایک قسم کے مضامین کی حدیثیں ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بنتی ہیں اور پھران کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے اور ایصال ثواب پر اجماع امت مستزاد ہے۔ بہرحال اصول حدیث کی رو سے ایصال ثواب کی حدیثوں پر ہر قسم کی جرح مردود اور نا قابل قبول ہے۔

اس سب کے باوجود اگر کوئی ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودی ان احادیث کے بعض رواۃ پر جرح کرے ان کو نا قابل قبول بنانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ قطعا قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ہویٰ پرست لوگ عقیدہ حیات وسماع کے قائلین کو کافر ومشرک کہتے ہیں اور علماء اصول حدیث جنہوں نے اصول حدیث وضع کئے ہیں اور راویان حدیث کے متعلق رائے قائم کی ہے وہ سب حضرات حیات قبر اور سماع موتی کے قائل تھے لہٰذا ایسے لوگوں کے اقوال نقل کر کے کسی حدیث کو ضعیف وکمزور بنانا مردود ہے اور جعلسازی ہے کیونکہ شریعت کے معاملے میں ایک بدعقیدہ شخص کی رائے کا کیا اعتماد ہے۔ ہاں یہ ہویٰ پرست گروہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا قول پیش کریں کہ انہوں نے اس حدیث کو یا اس کے کسی راوی کو ضعیف کہا ہے تب درست ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ:۱۴ علماء معلمین، مدرسین اور آئمہ مساجد کی تنخواہیں

اسلام نظام الٰہی، عالمگیر اور معقول مذہب کا نام ہے۔ اسی لئے ہر معقول پسند آدمی بدل وجان دین اسلام کو قبول کر لیتا ہے۔ ورنہ یہ بات نہایت معقول ہے کہ جو لوگ دن رات دین اسلام کی خدمت میں مصروف ومشغول ہیں خواہ وہ شعبہ تعلیم وتدریس ہو یا تبلیغ

، جہاد یا اذان ومساجد کی خدمت ہو یا امامت، خلافت ہو۔

الغرض جو شخص ہمہ تن چوبیس گھنٹے خدمت دین میں لگا ہوا ہے اور اسی مصروفیت کی وجہ سے وہ کوئی ذریعہ معاش نہیں اپنا سکتا اور اگر وہ کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا ہے تو خدمت دین میں خلل رونما ہوتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ایسے خدام دین کے لئے معاش کا انتظام کیا جائے اور اس کے لئے اور اس کے اہل وعیال کے لئے قوت لا یموت تجویز کیا جائے تا کہ یہ لوگ دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ اپنے شعبہ کی خدمات سرانجام دیں۔ اور بے فکری سے دین کا کام کریں۔ خصوصا وہ خدام جن کے پاس سوائے تنخواہ کے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو ایسے خدمت گاروں کے لئے وظیفہ مقرر کرنا اس وقت ضروری ہے۔ ورنہ بصورت دیگر دینی کاموں میں خلل واقع ہوگا۔ تعلیم، تبلیغ جہاد وغیرہ انتظامی امور کو نقصان ہوگا۔ لہٰذا فرائض وواجبات کو قائم رکھنے کے لئے اور انتظام کو برقرار رکھنے کے لئے تنخواہیں مقرر کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ چنانچہ یہ معقول طریقہ کار آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور مبارک سے چلا آ رہا ہے۔ اور اس پر کسی معقول آدمی نے اعتراض اور نکتہ چینی نہیں کی اور نہ ہی یہ مناسب ہے اور اس معقولیت کے باوجود علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ خدام دین کی ایک قوت لا یموت کو نماز، تعلیم، جہاد، اور تبلیغ وغیرہ کا معاوضہ نہ کہا جائے۔ بلکہ اس کو اس وقت کا اور پابندی وقت کا معاوضہ کہا جائے۔ مثلا ایک شخص اپنے گھر کے بچوں کو تعلیم قرآن دے کر اپنا فرض ادا کر سکتا ہے لیکن اگر اس پر یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ وہ فلاں مدرسہ کے طلبہ کو پڑھائے یا فلاں فلاں لوگوں کو پڑھائے تو یہ تنخواہ اسی پابندی وقت کا معاوضہ تصور ہو گی۔ اسی طرح ایک شخص اپنے گھر کی مسجد میں نماز پڑھا سکتا ہے۔ درس دے سکتا ہے، جمعہ ، عید پڑھا سکتا ہے لیکن اس پر یہ قید لگائی گئی ہے کہ فلاں شہر میں اور فلاں مسجد میں فلاں فلاں وقت میں یہ کام کرنے ہیں تو اس کی تنخواہ اسی پابندی وقت کا معاوضہ سمجھی جائے گی۔

اور جب تک دنیا میں اسلامی حکومتیں قائم رہیں تو یہ قوت لا یموت بیت المال کی رقم سے ادا کیا جاتا تھا امیر المومنین، مبلغین، معلمین، مجاہدین اور آئمہ مساجد وغیرہ کی تنخواہیں بیت المال سے ہی ادا کی جاتی تھیں اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ علماء اسلام کا ایسی تنخواہوں کے جواز پر اتفاق ہے۔ آئمہ اربعہ اور ان کے مقلدین بالاتفاق اس کو جائز وحلال بتاتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودیوں نے اس اجماع امت کو توڑ ڈالا اور چند آیات قرآنیہ کا غلط مطلب بیان کر کے اور ضعیف حدیثوں کا سہارا لے کر خدام دین کی تنخواہوں کو ناجائز بنا ڈالا اور خاکم بدہن تنخواہ لینے کو دین فروشی اور حرام خوری کا نام دے دیا۔ اور یہود ونصاریٰ پر نازل ہونے والی آیات کو علماء اسلام اور خدام دین پر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔ العیاذ باللہ۔

لہٰذا ایسے لوگوں کے دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے کی غرض سے کتاب وسنت اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے چند دلائل آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کے خدمت گاروں کی تنخواہیں جائز اور حلال ہیں خواہ بیت المال سے ہوں یا بیت المال کے نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کے اجتماعی یا انفرادی مال سے ہوں۔ بہر حال! تنخواہیں جائز ہیں ان کو ناجائز کہنا درحقیقت نظام دین کو ناکام کرنے کی ایک سازش ہے۔ کیونکہ جب دین پڑھانے والوں کی تنخواہوں کو ناجائز کہہ کر روک دیا جائے گا تو جن لوگوں کا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے وہ مجبوراً یہ کام چھوڑ کر اپنا کوئی دوسرا ذریعہ معاش اپنائیں گے اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ دینی تعلیم کم بلکہ بند ہو جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ ہویٰ پرستوں کا یہ منصوبہ ہے کہ اسی طریقہ سے دینی تعلیم کو بند کیا جائے تا کہ لوگ دین سے دور رہ کر ہمارے پیروکار بن جائیں اور دین کے نام پر دین سے، قرآن کے نام پر قرآن سے، اسلام کے نام پر اسلام اور توحید کے نام سے توحید سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ یہ ہے

بے دین اور لا مذہب مسعودیوں کی ایک چال اور سازش جس میں بہت سے لوگ پھنس چلے ہیں اور الحاد وزنادقہ کا شکار ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہویٰ پرستوں کے وساوس اور شرور سے ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین. اور اب دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبرا: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: **انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها ......الایة** (توبہ آیت ٦٠)

ترجمہ: ”صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں۔“

(فائدہ) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مال زکوۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ہیں ان میں ایک مصرف ﴿العاملین علیها﴾ یعنی زکوۃ کو وصول کرنے والے کارکن بھی ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی ایک عبادت ہے اور اس عبادت کو سرانجام دینے والے حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں حصہ مقرر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ زکوٰۃ کی وصولی کا معاوضہ ہے اور تنخواہ ہے اور عاملین کے لفظ سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو لوگ دین کے کسی شعبے میں کارکن ہیں وہ بحیثیت عامل ہونے کے معاوضہ کے حقدار ہیں۔ خصوصا جبکہ وہ خدمت دین میں ایسے مصروف ہیں کہ وہ کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں اپنا سکتے اور ان کا اپنا ذاتی کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ تحت الآیۃ المذکورۃ:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس کے متعلق فرمایا ہے کہ جو عبادات فرض یا واجب العین ہیں۔ ان پر اجرت لینا مطلقا حرام ہے لیکن جو فرض کفایہ ہیں ان پر کوئی معاوضہ لینا اسی آیت کی رو سے جائز ہے۔ فرض کفایہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک کام پوری امت یا پورے

شہر کے ذمہ فرض کیا گیا ہے مگر یہ لازم نہیں کہ سب ہی اس کو کریں اگر بعض لوگ ادا کرلیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوتے ہیں۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ اسی آیت سے ثابت ہوا کہ امامت وخطابت کا معاوضہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی واجب علی العین نہیں بلکہ واجب علی الکفایہ ہیں انتھی۔ اسی طرح تعلیم قرآن وحدیث اور دوسرے دینی علوم کا بھی یہی حال ہے کہ یہ سب کام پوری امت کے ذمہ فرض کفایہ ہیں اگر بعض لوگ کرلیں تو سب سبکدوش ہو جاتے ہیں اس لئے اگر اس پر کوئی معاوضہ اور تنخواہ لی جائے تو وہ بھی جائز ہے (معارف القرآن ج۴ ص۴۰۰)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو دینی کام فرض عین ہیں اس پر تنخواہ لینا جائز نہیں، مثلاً نماز، روزے کا معاوضہ ناجائز ہے اور جو امور فرض کفایہ ہیں مثلاً امامت، وخطابت اور تعلیم القرآن وحدیث تو ایسے امور اگر بلا تنخواہ سرانجام نہیں دیئے جاسکتے تو ان کو قائم کرنے کے لئے تنخواہ لینا اور دینا دونوں جائز ہیں۔

دلیل نمبر۲: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿ومن كان غنيا فليستعفف ومن كان فقيرا فليأكل بالمعروف﴾ (النساء آیت)

ترجمہ: ''جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجتمند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے۔''

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص کسی یتیم بچے کی کفالت وتولیت کرتا ہے اس کی اور اس کے مال کی نگرانی کرتا ہے اور اس کا اپنا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اور نہ ہی یتیم کی کفالت سے اس کا وقت بچتا ہے تو اس کو یتیم کے مال سے باقاعدہ تنخواہ لینا جائز ہے۔ البتہ اگر اس کا کوئی اور ذریعہ معاش ہے تو وہ خواہ مخواہ یتیم کا مال نہ کھائے

۔چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آیت کے سابق سے ایک فقہی ضابطہ اور اصول معلوم ہو گیا کہ جو لوگ اوقاف کے نگران ہیں یا مساجد و مدارس کے منتظم ہیں یا مسلم حکومتوں کے اداروں کے ذمہ دار ہیں یا ایسی ہی دوسری ملکی اور ملی خدمات جن کا انجام دینا فرض کفایہ ہے ان پر مامور ہیں۔ان حضرات کے لئے بھی اعلیٰ اور افضل یہ ہے کہ اگر اپنے پاس اتنا اثاثہ ہو اور وہ اپنے بچوں کے ضروری اخراجات پورے کر سکتے ہوں تو ان اداروں سے اور حکومت کے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیں لیکن اگر اپنے پاس گزارہ کے لئے مال موجود نہ ہو اور کسب کے اوقات ان کاموں میں مشغول ہوں تو بقدر ضرورت ان اداروں سے مال لے لینے کا اختیار ہے۔مگر قدر ضرورت کا لفظ پیش نظر رہے گا۔ (تفسیر معارف القران ج۲ص۳۰۶)

قارئین کرام! یتیم کی کفالت اور تولیت بہت بڑی عبادت ہے اور نیکی ہے لیکن بوقت ضرورت اس کی تنخواہ کو اللہ تعالیٰ نے جائز فرمایا ہے بلکہ اجازت رخصت دی ہے۔

دلیل نمبر۳: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿فجاء ته احدهما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا﴾

(القصص آیت ۲۵)

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر پانی پلایا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام ملک مصر سے ہجرت کر کے مدین کے کنویں پر پہنچے تو دو عورتوں کو دیکھا کہ بکریوں کو پانی پلانے کے لئے لائی ہیں مگر ان کو لوگوں کے ہجوم کے سبب موقع نہیں مل رہا تھا۔تو ان سے حال دریافت کیا۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام

نے ان پر رحم کھا کر کنویں سے پانی نکال کر ان کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ اور وہ عورتیں اپنے وقت مقررہ سے پہلے جلدی گھر پہنچ گئیں تو ان کے والد نے دریافت کیا لڑکیوں نے پورا واقعہ بتلایا والد نے چاہا کہ اس شخص نے احسان کیا ہے اس کی مکافات کرنا چاہئے۔ اسی لئے ان لڑکیوں میں سے ایک کو ان کے بلانے کے لئے بھیجا۔ یہ حیا کے ساتھ چلتی ہوئی پہنچی اور کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں تا کہ آپ کو اس حسن سلوک اور احسان کی اجرت دیں الفاظ قرآنی پر ذرا نظر ڈالیں ﴿اجر ما سقیت﴾ میں اس احسان کے بدلہ کو اجرت سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ مسافر اور ضرورت مند تھے اس لئے ان کے لئے اجرت بالکل جائز تھی اور یہ اجرت دینے والے بھی اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام تھے اور لینے والے بھی اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام تھے اور واقعہ کو بیان کرنے والے خود اللہ تعالیٰ ہیں اور قرآن نے اس کی تردید بھی نہیں کی۔ لہٰذا یہ آیت بوقت ضرورت ﴿اخذ الاجرة علی الطاعة﴾ کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر۴: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربیٰ...... الایة** (سورہ انفال آیت ۴۱)

ترجمہ: اس بات کو جان لو کہ جو شئے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے اور آپ کے قرابت داروں کا ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں مال غنیمت جو بذریعہ جہاد و قتال مسلمانوں کے ہاتھ آتا ہے اس کی تقسیم اور حصص کا بیان ہے کہ اس کا پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت داروں وغیرہ کا ہے۔ مال غنیمت کا یہ خمس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس لئے مقرر کیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہتے تھے۔ اس لئے یہ خمس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو

اخراجات کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسی خمس سے آپ کے قرابت داروں کا بھی حصہ مقرر کیا گیا ایک تو اس لئے کہ ان پر بوجہ قرابت کے صدقات حرام ہیں اور دوسرا اس لئے کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی حمایت ونصرت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکت کی نصرت وحمایت بے شک ایک نیک عمل اور عبادت ہے اور اسی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خمس میں حصہ مقرر فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ دینی خدمات میں مشغول ومصروف رہنے والوں کی مالی خدمت کرنا عین منشاء خداوندی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور خمس غنیمت میں سے آپ ﷺ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نفقہ ادا فرماتے تھے آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ حصہ خود بخود ختم ہو گیا کیونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول ونبی نہیں'' (معارف القرآن ج ۴ ص ۲۴۱)

مزید فرماتے ہیں: اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ بھی جو ذوی القربی کو عطا فرماتے تھے تو اس کی دو بنیادیں تھیں ایک ان کی حاجت مندی اور فقر دوسرے اقامت دین اور دفاع عن الاسلام میں رسول اللہ ﷺ کی نصرت وامداد دوسرا سبب تو وفات نبوی کے ساتھ ختم ہو گیا صرف پہلا سبب فقر وحاجت مندی رہ گیا اس کی بناء پر تا قیامت ہر امام وامیر ان کو دوسروں سے مقدم رکھے گا

(ہدایہ جصاص، معارف القرآن ج ۴ ص ۲۴۲)

ایک اور دلیل: مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے قرابت داروں وغیرہ کا خمس نکال کر بقیہ چار حصے بالاتفاق مجاہدین میں تقسیم ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جہاد ایک بہت بڑی نیکی اور افضل عبادت ہے اور اس کے صلہ میں مجاہدین کو مال غنیمت کے چار حصے موصول ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دینی وملی خدمات سرانجام دینے والوں کی مالی

خدمت کرنا کتاب خداوندی سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۵: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ﴿ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ﴾ (سورۃ الحشر آیت ۷)

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے وہ اللہ کا حق ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اور قرابت داروں کا۔

اس آیت میں اللہ نے مال فَئی جو بغیر جہاد وقتال کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں آتا ہے اس کے حصص بیان فرمائے ہیں کہ اس کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قرابت داروں وغیرہ کا ہے اور بقیہ چار حصص بھی آپ ﷺ اپنی صوابدید پر مستحقین میں تقسیم فرما سکتے ہیں آپ ﷺ نے پوری زندگی دین کی جدوجہد کی۔ آپ ﷺ کے قرابت داروں نے آپ کی نصرت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس صلہ میں ان کو مال فَئی میں سے پانچواں حصہ عطا فرمایا معلوم ہوا دین کی خدمت کرنے والوں کی مالی خدمت کرنا جائز اور ثابت ہے

دلیل نمبر ۶: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿فان ارضعن لکم فاٰتوھن اجورھن﴾ (سورۃ الطلاق آیت ۶)

ترجمہ: پھر اگر وہ عورتیں تمہارے لئے دودھ پلا دیں تو تم ان کو اجرت دو یعنی اگر مطلقہ عورت اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے تو بچہ کا باپ اس کو اجرت یعنی تنخواہ دے۔

حالانکہ یہ دودھ نا عبادت وکار ثواب ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس پر اجرت اور تنخواہ کا حکم صادر فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کچھ ایسے کام ہیں اگرچہ نیکی اور عبادت نہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کی تنخواہ اور اجرت کا حکم دیتے ہیں لہٰذا یہ اصول خود ہی غلط ہے کہ کسی بھی نیکی اور

عبادت پر اجرت وتنخواہ لینا ناجائز ہے۔

دلیل نمبر ۷: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ﴿ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن﴾ (سورۃ الممتحنہ آیت ۱۰)

ترجمہ: ''تم کو ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ تم ان کے مہر ان کو دے دو۔''یعنی کفار کی جو عورتیں مسلمان بن کر ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو تم ان سے نکاح کر سکتے ہو وہ تمہارے لئے حلال ہیں جبکہ تم ان کے حق مہر ان کو ادا کر دو۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے حق مہر کو اجور کہا ہے حالانکہ نکاح ایک عبادت اور کار ثواب ہے اللہ تعالیٰ نے منکوحہ عورتوں کے لئے حق المہر کا حکم فرمایا ہے اور اس حق المہر کو نکاح کی اجرت قرار دیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ بعض عبادات ایسی ہیں جن کی اجرت اور تنخواہ خود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔

دلیل نمبر ۸: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں ﴿ھل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ (سورۃ الرحمن آیت ۶۰)

ترجمہ: بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز غایت عنایت کے کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔اس آیت پاک میں بیان کردہ ضابطہ کے تحت دین اسلام کے خدمت گاروں کی مالی خدمت واعانت کرنا۔درحقیقت آیت مذکورہ بالا کا تقاضا ہے۔کیونکہ جو علماء، خطباء، مدرسین، معلمین اور مبلغین ومجاہدین دن رات مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم وتربیت میں مصروف ومشغول ہیں اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہیں اپنا سکتے۔کیونکہ اس سے تعلیم، تدریس کی خدمت میں خلل واقع ہوتا ہے۔تو مسلمانوں کے ان عظیم محسنین کے لئے قوت لایموت کا بندوبست کرنا

مسلمانون کا اخلاقی ونذہبی فریضہ ہے تا کہ یہ لوگ دلجمعی کے ساتھ اپنے شعبہ میں اپنے فرائض سرانجام دیں۔اس لئے تو فرمایا گیا ہے **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** تو ثابت ہوا کہ معلمین ومدرسین کی تنخواہ درحقیقت احسان کے بدلہ کی ایک صورت ہے جس کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے۔

دلیل نمبر۹: بخاری شریف میں روایت موجود ہے﴿**عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت لما استخلف ابو بکر رضی اللہ عنہ قال لقد علم قومی ان حفرتی لم تکن تعجز عن موئنة اهلها وشغلت بامر المسلمین فسیاکل اٰل ابی بکر من هذا المال ویحترف للمسلمین فیه**﴾

(مشکوٰۃ ص ۳۲۵، باب رزق الولادة وهدایا هم،بخاری ج ۱ ص ۲۷۸ باب کسب الرجل وعمله بیده)

ترجمہ: سیدعائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا کہ میری قوم کے لوگ (یعنی مسلمان) جانتے ہیں کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے کافی تھا۔اب میں مسلمانوں کے امور میں مشغول ہوگیا ہوں (اوراس کی وجہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں رکھ سکتا) تو حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال اس (بیت المال) کے مال سے کھائیں گے اورحضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ اس بیت المال کی آمدنی میں اضافہ کرنے اس کی حفاظت کرنے اوراس کومسلمانوں کی ضروریات ودیگرمصارف میں خرچ کرنے کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کرے گا۔

تشریح حدیث: حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ بازار میں کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور اسکے ذریعہ اپنے اہل وعیال کے مصارف پورے کرتے تھے۔لیکن جب مسلمانوں نے ان

کو منصب خلافت پر فائز کیا تو انہوں نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اطلاع دی کہ اب میں امور خلافت کی انجام دہی اور مسلمانوں کی خدمت میں مشغول ہو گیا ہوں۔ اس لئے اپنا کاروبار جاری نہیں رکھ سکتا لہٰذا اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے بقدر میں بیت المال سے تنخواہ لیا کرونگا یہ حدیث دینی امور سرانجام دینے والوں کے جواز پر ایک برہان قاطع ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گزراوقات تھا جب خلیفہ بنائے گئے تو حسب معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ میں ڈال کر بازار میں فروخت کے لئے تشریف لے چلے۔ راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے پوچھا کہاں چلے؟ فرمایا بازار جارہا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ تجارت میں مشغول ہو گئے تو خلافت کے کام کا کیا ہو گا؟ فرمایا پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ عرض کیا کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین ہونے کا لقب دیا ہے ان کے پاس چلیں وہ آپ کے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کردیں گے، دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر فرمادیا۔

(حکایات صحابہ ص ۴۸ بحوالہ فتح الباری، حاشیہ بخاری شریف ج اص ۲۷۸ بحوالہ ابن سعد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے دور خلافت میں تنخواہیں لیں اور اس پر کسی صحابی یا امتی نے نکیر نہیں فرمائی تو گویا تنخواہ کے جواز پر اجماع صحابہ اور اجماع امت ہے۔

کمال احتیاط: ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ بیت المال سے

کچھ لوں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ مانا کہ دقت ہو گی اور تمہاری تجارت کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہوگا۔اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا۔اس لئے اب میرا فلاں باغ اس کے عوض میں دے دیا جائے۔

دلیل نمبر ۱۱: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا اس لئے اب گزارہ کی کیا صورت ہو۔لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں حضرت علی رضی اللہ عنہ چپ بیٹھے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ توسط کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کافی ہو جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا۔ (حکایات صحابہ ص ۴۹)

دلیل نمبر ۱۲: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ﴿**باب رزق الحاکم والعاملین علیھا وکان شریح یاخذ علی القضا اجرا وقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا یاکل الوصی بقدر عمالتہ واکل ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما.**﴾ (بخاری ج۲ ص ۱۰۶۱)

ترجمہ: باب حاکموں اور عاملوں کو تنخواہ لینا درست ہے اور شریح رضی اللہ عنہ (قاضی) جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عہدہ قضاء مقرر تھے۔قضاء کی تنخواہ لیتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص میت کا وصی ہو وہ اپنی محنت کے موافق یتیم کے مال میں سے کھا سکتا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما نے بھی بیت المال میں سے تنخواہ لی۔

اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین :

بخاری وغیرہ ودیگر کتب حدیث میں یہ بات بالکل واضح طور پر لکھی ہوئی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین بیت المال سے باقاعدہ تنخواہ لیتے تھے اور کسی صحابی نے ان پر اعتراض نہیں کیا کہ تنخواہ لینا ناجائز ہے بلکہ باتفاق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تنخواہ مقرر ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ کے جواز پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اور اجماع حجت شرعیہ ہے۔

امامت صغریٰ وامامت کبریٰ:

ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودی جب یہ دلائل سنتے ہیں کہ خلفاء راشدین بجز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سب تنخواہ لیتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ غنی تھے اس لئے ان کو تنخواہ کی ضرورت نہ تھی تو یہ لوگ گلوخلاصی کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ خلفاءراشدین خلافت کی تنخواہ لیتے تھے نہ کہ امامت کی گویا یہ لوگ امامت اور خلافت میں فرق سمجھتے ہیں۔ اور خلافت کی تنخواہ کو جائز اور امامت کی تنخواہ کو ناجائز کہتے ہیں۔ حالانکہ ان کی کم عقلی اور کوتاہ فہمی ہے کیونکہ خلافت درحقیقت امامت کبریٰ ہے جب امامت کبریٰ کی تنخواہ جائز ہے تو امامت صغریٰ کی بطریق اولی جائز ہوگی اور ویسے نماز پنجگانہ کی امامت کرنا نماز جمعہ اور عیدین کی امامت وخطابت وغیرہ امور بھی خلافت کے فرائض میں شامل ہیں لہٰذا یہ فرق کرنا کہ خلافت کی تنخواہ جائز اور امامت کی ناجائز درحقیقت ایک قسم کی جہالت اور طفل تسلی ہے۔

دلیل نمبر ۱۳: بخاری شریف اور صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے: **ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ**

(بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، ج ۱ ص ۳۰۴)

ترجمہ: یعنی سب سے زیادہ اجرت کے لائق تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کا عرب کے کسی قبیلہ سے گزر ہوا اتفاقاً سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ کھایا وہ لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا تم میں کوئی شخص جھاڑ پھونک جانتا ہے؟ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! میں جانتا ہوں چنانچہ انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور مریض ٹھیک ہو گیا اور ان لوگوں نے حسب شرط ان کو بکریوں کا ریوڑ دیا لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تشویش ہوئی کہ یہ تو کتاب اللہ کی اجرت ہے آیا ہمارے لئے جائز ہے یا ناجائز؟ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ کتاب اللہ اجرت کی زیادہ حقدار ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اگرچہ اس خاص موقع پر وارد ہوا ہے لیکن الفاظ کے عموم کو دیکھا جائے تو یہ حدیث تعلیم قرآن وغیرہ کی تنخواہ کے جواز کی بھی دلیل ہے۔

جیسا کہ امام نووی شارح مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: **وکذا الاجرۃ علی تعلیم القرآن وھذا مذھب الشافعی ومالک و احمدواسحاق و ابی ثور واٰخرین السلف ومن بعدھم رحمھم اللہ تعالیٰ**

(شرح نووی لمسلم ج ۲ ص ۲۲۴)

ترجمہ: اسی طرح تعلیم قرآن پر تنخواہ لینا بھی جائز ہے اور یہ مذہب امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق، ابو ثور اور دوسرے اسلاف واخلاف رحمۃ اللہ علیہم کا ہے۔

دلیل نمبر ۱۴: **عن بریدۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما اخذ بعد ذالک فھو غلول** (رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ ص ۳۲۶)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس

شخص کو ہم نے کسی کام پر مامور کیا اور اس کو رزق دیا یعنی اس کے لئے اس کام کی اجرت وتنخواہ مقرر کر دی اس کے بعد اگر وہ اپنی تنخواہ سے زائد کچھ وصول کرے گا تو یہ مال غنیمت میں خیانت ہے۔

دلیل نمبر ۱۵: عن عمر رضی اللہ عنہ قال عملت علی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فعملنی

(رواه ابو داؤد ،مشکوۃ ص ۳۲۶)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مجھے عامل بنایا گیا اور اس کی مجھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنخواہ دی۔

دلیل نمبر ۱۶: عن المستورد بن شداد رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجة فان لم یکن له خادم فلیکتسب خادما فان لم یکن له مسکن فلیکتسب مسکنا وفی روایة من اتخذ غیر ذالک فهو غال (رواه ابو داؤد ،مشکوۃ ص ۳۲۶)

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو ہم نے عامل بنایا (اگر اس کے پاس بیوی نہ ہو تو) اسے چاہئے کہ وہ بیوی بیاہ لے اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ خادم لے لے اور اگر اس کا گھر نہ ہو تو گھر بنا لے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ اس کے علاوہ کچھ لے گا تو وہ خیانت کرنے والا ہوگا۔

دلیل نمبر ۱۷: عن عدی بن عمیرة ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال من استعملناه علی عمل فلیأت بقلیله وکثیره فما اوتی منه اخذوه ومنهی عنه انتهی

(رواه مسلم وابوداود واللفظ له ،مشکوۃ ص ۳۲۶)

ترجمہ: حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو ہم نے عامل بنایا اس کو چاہئے کہ وہ جو کچھ وصول کرے وہ تھوڑا ہو یا بہت، وہ سب ہمارے پاس لے کر آئے اور اس میں سے اس کو (اجرت اور تنخواہ کے طور) پر جو کچھ مل جائے وہ لے لے اور جو نہ دیا جائے اس سے باز رہے۔

دلیل نمبر ۱۸: بخاری شریف میں روایت ہے: **ان عبد الله بن السعدی اخبره انه قدم علی عمر رضی اللہ عنہ فی خلافته فقال له عمر الم احدث انک تلی من اعمال الناس اعمالا فاذا اعطیت العماله کرهتها؟ فقلت بلی! قال عمر: فما ترید الی ذالک؟ قلت ان لی افراسا واعبد وانا بخیر وارید ان تکون عمالتی صدقة علی المسلمین. قال عمر: لا تفعل فانی کنت اردت الذی اردت وکان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطه افقرمنی حتی اعطانی مرة فقلت اعطه افقر الیه منی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خذ فتمول به وتصدق به فما جاء کمن هذا المال وانت غیر مشرف ولا سائل فخذه والله فلا تتبعه نفسک**

(بخاری ج۲ ص ۱۰۶۱)

ترجمہ: عبداللہ بن سعدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے سنا ہے تو عام لوگوں کے کاموں میں سے (مثل قضاء وغیرہ) کوئی خدمت بجالاتا ہے، تو جب اس کی تنخواہ تجھ کو دی جاتی ہے تو اس کو لینا ناپسند کرتا ہے، عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! یہ بات درست ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر اس سے تیرا کیا مطلب ہے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو گھوڑے غلام لونڈی (یعنی سب طرح کے مال) عنایت فرمائے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے

لئے مسلمانوں کی خدمت کروں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا مت کر میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہی کرنا چاہا تھا (کہ اپنی خدمت کی اجرت نہ لوں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیتے تو میں کہتا یہ روپیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کیوں نہیں دیتے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے ایک بار ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک خدمت کے معاوضہ میں) مجھے کچھ دینا چاہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں تو لے لے مالدار بن جا (پھر تیرا دل چاہے تو) فقیروں میں صدقہ خیرات کر دے اور دیکھ جو مال تیرے پاس (اللہ کا بھیجا ہوا) آ جائے بغیر سوال اور بغیر اشراف کے تو تو اس کو لے لے اور جو مال اس طرح نہ آئے تو اس کے پیچھے مت پڑ۔

دلیل نمبر ۱۹: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **قال ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله وقال الشعبی لا یشترط المعلم الا ان یعطی شیئا فیقبله وقال الحکم لم اسمع احد کره اجرا لمعلم و اعطی الحسن عشرة دراهم ولم یرا ابن سیرین باجر القسام باسا**

(بخاری ج ۱ ص ۳۰۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب کاموں سے زیادہ اجرت لینے کے لائق اللہ کی کتاب ہے اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معلم یعنی قرآن اور دین کی تعلیم دینے والا اجرت کی شرط نہ کرے۔ اگر اس کو (بن مانگے) کچھ مل جائے تو قبول کرے اور حکم نے فرمایا میں نے کسی سے نہیں سنا جس نے معلم کی تنخواہ کو مکروہ کہا ہو۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے معلم کو دس درہم دیے اور امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے (جائداد وغیرہ) تقسیم کرنے والے کی اجرت میں کوئی حرج نہیں دیکھی

دلیل نمبر ۲۰: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تمام مفتوحہ ممالک میں ہر جگہ قرآن مجید کا درس جاری کیا، معلم مقرر کئے ان کے وظیفے معین فرمائے، مدینہ میں چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے جو مکتب تھے ان کے معلموں کا وظیفہ پندرہ درہم ماہوار تھا

(سیرت العمرین، خلفاء راشدین ص۱۲۲ سیر الصحابہ ج ا ص ۱۴۷)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضیوں کی بیش قرار تنخواہیں مقرر کیں تا کہ یہ لوگ رشوت ستانی سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ سلمان رضی اللہ عنہ ربیعہ رضی اللہ عنہ اور قاضی رحمۃ اللہ علیہ کی تنخواہیں پانچ پانچ سو درہم ماہانہ تھی۔ (سیر الصحابہ ج ا ص ۱۳۹ بحوالہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ ج ا ص ۲۴۷)

دلیل نمبر ۲۲: (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں) ہر سپاہی کو تنخواہ کے علاوہ کھانا اور کپڑا بھی ملتا تھا

(سیر الصحابہ ج ا ص ۱۴۳، ۱۴۴ بحوالہ فتوح البلدان، کتاب الخراج لابی یوسف ومقریزی وبلاذری)

وبعث الی الکوفۃ عمارا وعثمان بن حنیف وابن مسعود وارزقھم کل یوم شاۃ نصفھا لعمار ونصفاھا لابن مسعود وعثمان وکان ابن مسعود قاضیھم ومعلمھم (اعلاء السنن ج۱۵ ص ۶۱ بحوالہ ابو عبید فی الاموال سند صحیح ص ۶۸)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی طرف بھیجا اور روزانہ ایک بکری ان کی تنخواہ مقرر فرمائی۔ جس کا نصف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے ہوتا اور دوسرا نصف، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے لئے تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے لئے قاضی اور معلم یعنی دین سکھانے والے تھے۔

دلیل نمبر۲۴: فتاوٰی عالمگیریہ میں لکھا ہے:ان کان القاضی فقیرا محتاجا فالاولی ان یاخذ رزقہ من بیت المال بل یفترض علیہ فان کان غنیا تکلموا فیہ والاولی ان لا یاخذ من بیت المال کذا فی فتاوی قاضی خان کما تجوز کفایۃالقاضی من بیت المال تجعل کفایۃ عیالہ ومن یمونہ مناھلہ واعوانہ من مال بیت المال القاضی اذا کان یأخذ من بیت المال القاضی اذا کان یاخذ من بیت المال شیئا لا یکون عاملا بالاجر بل یکون عاملا للہ تعالی ویستوفی حقہ من مال اللہتعالیٰ وکذا الفقہاء والعلماء والمعلمون والذین یعلمون القراٰن وروی ان ابا بکر رضی اللہ عنہ لما استخلف کان یأخذ الرزق من بیت المال وکذا عمر وعلی رضی اللہ عنہما واما عثمان رضی اللہ عنہ فکان صاحب ثروۃ ویسار فکان یحتسب ولا یأخذ کذا فی الخلاصہ وینبغی للامام ان یوسع علیہ وعلی عیالہ کی لا یطمع فی اموال المسلمین وروی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعث عتاب بن اسید الی مکۃ وولاھا امر ھا رزقہ اربع مائۃ درھم فی کل عام وروی ان الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجر ولابی بکر رضی اللہ عنہ مثل ذ لک من بیت المال وکان لعلی رضی اللہ عنہ من بیت المال کل یوم قصعۃمن ثرید وروی ان علیا رضی اللہ عنہ فرض لہ خمس مائۃ فی کل شھر کذا فی البدائع فتاوی عالمگیریہ ج ۳ ص ۳۲۹،الباب التاسع فی رزق القاضی وھدیتہ

(فتاوی عالمگیریہ ج۴ص ۴۴۸)

ترجمہ: قاضی اگر محتاج اور فقیر ہو تو بہتر ہے کہ بیت المال سے تنخواہ لے لے بلکہ تنخواہ لینا اس پر فرض ہے اور اگر غنی ہے تو علماء اسلام نے اس میں کلام یعنی اختلاف کیا ہے۔اور بہتر ہے کہ

وہ نہ لے۔اسی طرح قاضیخان میں ہے جس طرح قاضی کا گزراوقات بیت المال سے ہوگا۔
اسی طرح اس کے اہل وعیال اوراعوان وخدام کا گزراوقات بھی بیت المال سے ہوگا قاضی
جب بیت المال سے تنخواہ وغیرہ کوئی چیز لیتا ہے تو یہ نہ سمجھا جائے گا کہ اجرت پر کام کرتا ہے
بلکہ بیت المال (اللہ کے مال) سے اپنا حق وصول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے
یہی حکم فقہاء وعلماء اور معلمین کا ہے جو لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو وہ بیت المال سے تنخواہ لیتے تھے اوراسی طرح حضرت عمر
اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی تنخواہ لیتے تھے اور لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ دولت مند تھے تو ثواب
مزید کی امید پر بیت المال سے تنخواہ نہ لیتے تھے۔اسی طرح خلاصہ میں ہے امام کے لئے
مناسب ہے کہ قاضی اوراس کے اہل وعیال پر رزق کی وسعت کردے تاکہ وہ مسلمانوں
کے مال میں لالچ وطمع نہ کرے اور مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب ابن
اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا اوران کو مکہ کا والی بنایا تو ان کو سالانہ چار سو درہم تنخواہ
دیتے تھے اور مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اتنی تنخواہ دیتے تھے
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روزانہ بیت المال سے ایک پیالہ ثرید کا دیا جاتا تھا اور مروی ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے پانچ سو درہم ماہانہ ملتے تھے اسی طرح بدائع میں ہے۔

دلیل نمبر ۲۵: علماء دین اور فقہاء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ عاملین، معلمین، مدرسین
،حکام وفقہاء، آئمہ مساجد اور مجاہدین اسلام غرض تمام دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے
بیت المال سے تنخواہ اور قوت لایموت لینا جائز ہے۔اس میں حنفیہ،شافعیہ، مالکیہ،اور حنبلیہ
وغیرہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یہ سب حضرات بالاتفاق بیت المال سے تنخواہوں کو جائز
سمجھتے ہیں اور اجماع امت بھی شرعی حجت ہے۔اور اجماع کا منکر کم از کم گمراہ ہے۔ چنانچہ

درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمایئے جن میں تنخواہ کا جواز لکھا ہے۔بخوف طوالت عبارات درج نہیں کی جارہی ہیں:

(البحر الرائق ج۵ص ۱۱۷، ۱۱۸، ج۸ص ۱۹، ۲۰، ردالمحتار علی الدر المختار ج ۳ص ۳۰۷ تا ۳۰۹، ج ۳ ص ۴۵۷، باب الوقف ج۳ص ۴۱۶، باب الوقف ، فتح القدیر ج ۸ص ۵۰۱، باب الکراہیۃ ، الجواہرۃ النیرۃ ج۲ص ۳۸۰، کتاب السیر ج اص ۳۲۷، کتاب الاجارہ، فتاوی قاضی خان ج۲ص ۵۸۸، کتاب السیر ،فتاوی بزازیہ برہامش عالمگیریہ ج ۴ص ۹۱ باب الجزیہ والخراج ج۵ص ۳۸، اعلاء السنن ج ۱۵ ص ۶۰، ۶۶، احکام القرآن تھانوی ج اص ۹۷، ۹۸)

اسی طرح جتنے فتاوٰی جات اردو وغیرہ زبان میں لکھے ہوئے ہیں سب میں دینی امور کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ دینی کام کرنے والوں کی تنخواہ اجماع امت سے ثابت ہے

دلیل نمبر۲۶: عن الوضین بن عطا قال ثلاثة معلمون کانوا فی المدینة یعلمون الصبیان و کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یرزق کل واحد منهم خمسة عشر درهما کل شهر (السنن الکبری للبیهقی ج۶ ص ۱۲۴)

ترجمہ: حضرت وضین بن عطا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پندرہ درہم ماہانہ تنخواہ دیا کرتے تھے۔

ایک ضروری وضاحت: فقہ حنفیہ میں جو یہ مسئلہ علماء متقدمین کے حوالے سے لکھا ہے کہ دینی امور پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔تو وہ اسی وجہ سے ہے کہ جب تک اسلامی حکومتیں قائم رہیں تو دین کے خدمتگاروں کو بیت المال سے وظائف اور تنخواہیں ملتی تھیں کیونکہ اس وقت بیت المال کا نظام موجود تھا اس لئے متقدمین احناف نے اخذ الاجرة علی الطاعة کو ناجائز لکھا ہے کیونکہ بیت المال سے معلمین ، مدرسین وغیرہ کا کفاف اور

قوت لایموت باقاعدہ ادا کیا جاتا تھا۔لیکن اب جبکہ نہ اسلامی حکومتیں رہیں اور نہ ہی بیت المال رہے تو علماء متاخرین احناف نے **اخذ الاجرۃ علی الطاعۃ** کو جائز قرار دیا ہے اور دین کے خدام کی تنخواہوں کو جائز فرمایا ہے۔لہٰذا فقہاء متقدمین کی عبارات سے نہ خود دھوکہ کھانا چاہیے اور نہ ہی کسی کو دھوکہ دینا چاہیئے۔ بہرحال دین کا کام کرنے والوں کو بیت المال سے تنخواہ ملتی تھی اور اب مسلمانوں کو بندوبست کرنا ہے تاکہ دین کے خدمت گار مطمئن ہو کر خدمت کریں اور مسلمان ان کے اور ان کے اہل وعیال کے اخراجات کا انتظام کریں تاکہ خدمت دین کا یہ کام و نظام بخیر وخوبی چلتا رہے اور فریضہ تعلیم وتدریس میں کسی قسم کا خلل واقع نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیت المال سے تنخواہیں لینا جائز تھا اور اب مسلمانوں سے لینا جائز ہے۔الغرض تنخواہوں کے جواز میں کسی دور میں اختلاف نہیں رہا تنخواہیں بہرحال ہر دور میں جائز ہی رہیں۔

گندی تعبیریں گندے ذہن کی عکاس ہیں:

اگر کوئی شخص از روئے دیانت علماء معلمین کی تنخواہوں کے جواز میں اختلاف کرتا ہے تو اسے لازم ہے کہ حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اظہار رائے کرے۔اور افراط وتفریط میں ہرگز نہ پڑے کیونکہ اختلاف رائے میں تشدد اور فتویٰ بازی ایک مذموم کام ہے جس سے شریعت محمدی میں منع کیا گیا ہے۔لیکن بدقسمتی سے ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودیوں کے مذہب کی بنیاد ہی افراط وتفریط پر ہے اور اظہار رائے کے وقت تشدد اور غلو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔چنانچہ یہ لوگ علماء، معلمین اور آئمہ مساجد جو تنخواہ وہ درحقیقت قوت لایموت کے طور پر لیتے ہیں ان کے حق میں اخلاق سے گری ہوئی زبان اور نہایت ہی

نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور گندی زبان چلاتے ہوئے انکی حیا مانع نہیں بنتی ﴿**ان لم تستحی فافعل ماشئت**﴾ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

چنانچہ علماء حق جو دن رات دینی خدمات میں مصروف رہتے ہیں تنخواہ لینے کی وجہ سے ان کی خدمات کو یہ لوگ دین فروشی، ایمان فروشی، نماز بیچنا، قرآن بیچنا وغیرہ گندے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ گندی تعبیریں درحقیقت ان کے گندے ذہن کی عکاسی کرتی ہیں۔قرآن مجید میں بوقت نکاح عورت کے حق المہر کو اجرت کہا گیا، کیا کوئی منصف مزاج اور شریف النفس انسان اس کو عصمت فروشی جیسے گندے لفظ سے تعبیر کرے گا؟

جہاد کے اونچے عمل کو کوئی شخص مال غنیمت لینے کی وجہ سے جہاد فروشی سے تعبیر کرے گا؟ مال غنیمت کا خمس لینے کی وجہ کوئی شخص آپ ﷺ کی حفاظت کرنے والے اقرباء کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت وحفاظت فروشی سے تعبیر کرے گا؟ نہیں نہیں ہر گز نہیں یہ گندی تعبیریں تو وہ کرے گا جس کا ذہن گندا ہے

ایک شریف النفس انسان تو یہی کہے گا کہ وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کی خدمت کی اور دن رات کی ہے اور سر توڑ خدمت کی ہے حتی کہ معاش کے لئے ان کے پاس وقت نہیں بچا کیونکہ وہ دین کے لئے مشغول ومصروف اور محبوس ہیں۔لہٰذا ان کے قوت لایموت کا بندوبست مسلمانوں پر لازم ہے خواہ بیت المال سے ہو یا کسی دوسرے طریقہ سے ہوتا کہ ﴿**ھل جزاء الاحسان الا الاحسان**﴾ پر عمل ہو جائے یہ ہے دین کے خدمتگاروں کی تنخواہ کی صحیح تعبیر۔

﴿مانعین تنخواہ کے استدلال مع الابطال﴾

استدلال نمبر ۱: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کے حالات بالتفصیل بیان

فرمائے ہیں اوران میں سے بعض نبیوں نے دوران دعوت وتبلیغ اپنی مشرک وکافر قوم کوفرمایا ﴿وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین﴾ یعنی میں کوئی اس دعوت وتبلیغ پر تم سے اجرت کا سوال نہیں کرتا، اجرت مجھے اللہ رب العالمین عطا فرمائے گے۔تو بعض لوگوں نے اس آیت سے یوں استدلال کیا اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اپنی بے دین قوم سے اجرت اور تنخواہ کا سوال نہیں کیا۔لہٰذا تنخواہ لینا ناجائز اور حرام ہے حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اولاتو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے کفار ومشرکین سے اجرت نہیں مانگی اور دینی خدمات سرانجام دینے کی تنخواہ مشرکین سے تو مانگنا جائز بھی نہیں ہے اور بے دینوں سے خدمت دین کی تنخواہ کا سوال ہے ہی بے سود۔جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ہاں کفارتو دین کے خلاف کام کرنے والوں کوتنخواہ اوراجرت دیتے ہیں وہ دین کے خدمتگاروں کوکب رقم دیتے ہیں؟ لہٰذا آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کفار سے تنخواہ مانگنا ناجائز ہے۔حالانکہ علماء، معلمین تو بیت المال سے یا مسلمانوں سے تنخواہ لیتے۔لہٰذا کفار سے تنخواہ ناجائز ہونے سے مسلمانوں سے تنخواہ کا عدم جواز ثابت نہ ہوا کیونکہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

ثانیا: کسی اللہ کے نبی نے یہ نہیں فرمایا کہ تنخواہ حرام یاناجائز ہے۔بلکہ فرمایا کہ تم سے اجرت کا سوال نہیں کرتا اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے کام ایسے ہیں جن کی اجرت لینا جائز ہوتا ہے۔لیکن کام کرنے والا شخص کہتا ہے میں تم سے اجرت نہیں لیتا۔مثلا ایک حکیم صاحب کسی واجب الاحترام، معزز آدمی کو دوائی دیتا ہے اور وہ شخص دوائی کی قیمت دریافت کرتا ہے۔حکیم صاحب جواب میں کہتا ہے آپ سے قیمت نہیں لیتا۔تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوائی پر قیمت لینا ہی ناجائز ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوائی اگرچہ ایسی چیز ہے جس کی قیمت لینا

جائز ہے لیکن آپ سے نہیں لیتا دیکھئے جب حضرت خضر علیہ السلام نے یتیم بچوں کی دیوار بنادی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿لو شئت لاتخذت علیه اجرا﴾

معلوم ہوا کہ یتیم کی خدمت پر اجرت لینا جائز تھا لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے اجرت نہیں لی۔ معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ جس کام کی اجرت نہیں لی گئی وہ کام قابل اجرت ہی نہیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے عمل قابل اجرت ہو اور اجرت نہ لی گئی ہو۔ لہٰذا یہ آیت دینی امور پر عدم جواز اجرت کی دلیل نہیں ہے۔ البتہ جو شخص صاحب ثروت ہے اور تنخواہ کے بغیر بھی انکا اور اس کے اہل وعیال کا گزر اوقات ہوسکتا ہے تو ایسے شخص کے لئے افضل ہے کہ وہ بلا معاوضہ اور بلا تنخواہ بے لوث دین اسلام کی خدمت کرے اور جو شخص تنگدست ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتا۔ اس کی تنخواہ اور قوت لایموت میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ بہر حال آیت مذکورہ بالا سے تنخواہ کے عدم جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

استدلال نمبر۲: ہویٰ پرست مسعودی قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولا تشترو بایٰتی ثمنا قلیلا وایای فارهبون﴾

ترجمہ: مت لو بمقابلہ میرے احکام کے معاوضہ حقیر کو اور خاص مجھ ہی سے پورے طور پر ڈرو

اس آیت سے زبردستی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تنخواہ لینا ناجائز ہے۔ کیونکہ جو معلم تنخواہ لے رہا ہے وہ قرآن مجید کو بیچ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری آیات کو تھوڑی رقم کے عوض مت بیچو۔

الجواب باسم ملہم الصواب:

درحقیقت اس آیت کو اور اس جیسی دوسری آیات کو علماء معلمین کی تنخواہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کی آیات کے مخاطب یہود ہیں اور آیات اللہ تعالیٰ کے

بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ علماء یہود نے اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات کے متوازی ایک اور کتاب تیار کررکھی تھی اوراس میں لوگوں کے من پسند مسائل جمع کررکھے تھےاوراگر کوئی بڑا آدمی ان کورشوت دے دیتا تو یہ اس کواس کی پسند کا مسئلہ اورحکم بتاتے تھےاورساتھ ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہےاور یہ اللہ کی کتاب کی آیت ہےاور یہ ہماری شریعت کا حکم ہے وغیرہ وغیرہ۔تو اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی علماء یہود کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ کاروبار کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اورآیات کے نام پر جو مال کمارہے ہو یہ درحقیقت اللہ کی آیات کو بیچنا ہے لہٰذا میری آیات کو چند ٹکوں کی خاطر مت بیچو۔یعنی رشوت لے کر غلط مسئلے نہ بتاؤ۔ یہ ہے اللہ کی کتاب اوراس کی آیات کو بیچنے کا مطلب۔جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں یہی مطلب بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں﴿**فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون**﴾(سورہ بقرہ آیت ۷۹)

ترجمہ: تو بڑی خرابی انکی ہوگی جو لکھتے ہیں کتاب کواپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔غرض یہ ہوتی ہے کہ اس ذریعہ سے کچھ نقد قدرے قلیل وصول کرلیں۔ سو بڑی خرابی آوے گی ان کواس کی بدولت جس کوان کے ہاتھوں نے لکھا تھااور بڑی خرابی ہوگی ان کواس کی بدولت جس کووہ وصول کرلیا کرتے تھے۔

قارئین کرام !آپ مذکورہ بالا آیت میں غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کتنے صاف لفظوں میں وضاحت فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے گویا آیات اللہ تعالیٰ کے نام پر مال کمانا اور دولت بنانا ایسے ہے جیسے آدمی آیات اللہ تعالیٰ کو بیچ رہا ہے اس آیت سے استدلال کرکے معلمین کی تنخواہ کو ناجائز بتانا آیت کی تحریف معنوی

ہے اور ایسا غلط مطلب ہے جو دوسری آیات کے مخالف ہے۔ معلوم ہوا کہ اس آیت سے مسعودیوں کا استدلال باطل ہے۔

ہویٰ پرست مسعودیوں سے ایک سوال:

گزشتہ ادوار میں جبکہ قرآن اور کتابوں کے چھاپہ خانے ایجاد نہ ہوئے تھے تو اس دور کے لوگ بڑی محنت اور عرق ریزی سے اپنے ہاتھوں سے قرآن لکھتے تھے اور پھر اس کو بیچ دیتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا اب مسعودی جواب دیں کہ اجرت پر کتابت قرآن جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور جو لوگ ایسا کرتے تھے کیا ان کی روزی حلال تھی یا حرام؟ اور اب اس دور میں قرآن مجید چھپ کر عام بک رہے ہیں کیا ان قرآنوں کو خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور یہ کاروبار صحیح ہے یا غلط ہے؟ اگر ہویٰ پرست مسعودی اس کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں تو جو قرآن مجید خود خریدا ہوا اور بیچا ہوا ہے اور برسرعام دکانوں پر بک رہا ہے تو کیا اب بھی یہ قرآن مجید قابل اعتماد ہے۔ جبکہ خرید وفروخت کی زد میں آچکا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ قرآن مجید کی قیمت نہیں ہے بلکہ کاغذ وغیرہ کی قیمت ہے لہٰذا یہ جائز ہے تو کہا جائے گا کہ معلمین حضرات بھی وقت کی تنخواہ لیتے ہیں نہ کہ قرآن کی امید ہے کہ ہویٰ پرست اور فرقہ ساز مسعودی سوچ سمجھ کر جواب دینے کی کوشش کرینگے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ علماء معلمین پر جو شرائط اور قیودات عائد کئے جاتے ہیں کہ تو نے فلاں ملک میں، فلاں مسجد میں پڑھانا ہے، فلاں علم اور فلاں کتاب پڑھانی ہے اتنا وقت پڑھانا ہے وغیرہ تو تنخواہ انہیں قیودات اور اوقات کا معاوضہ ہے۔

استدلال نمبر۳: فرقہ مسعودیہ درج ذیل آیت سے بھی استدلال کر کے تنخواہوں کو ناجائز بتاتا ہے ﴿یایھا الذین اٰمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون

اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ﴾ (سورہ توبہ آیت ۳۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروط طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب: آیت مذکورہ بالا کو معلمین کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت میں بھی خطاب اگرچہ ایمانداروں کو ہے لیکن عمل مذموم تو قوم یہود کا بیان کیا گیا کہ علماء یہود اور مشائخ یہود اکثر ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں ۔یعنی رشوت لے کر غلط مسئلہ بتاتے ہیں اور نام اللہ تعالیٰ کی آیات کا استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ سابقہ آیت کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی احکام حقہ کو پوشیدہ رکھ کر موافق مرضی عوام کے فتوے دے کر ان سے نذرانے لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ یعنی دین اسلام سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں۔ (بیان القران مطبوعہ تاج کمپنی)

تو معلوم ہوا کہ معلمین کا تنخواہ لے کر قرآن مجید اور دین اسلام پڑھانا غیر شرعی طریقہ نہیں بلکہ شریعت میں ایک شرعی اور جائز طریقہ ہے اور ناشرعی طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی حق چھپا کر لوگوں کو غلط احکام بتائے اور نذرانے وصول کرے اور دھوکہ دیتے ہوئے عوام الناس کو کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کا ارتکاب علماء یہود اور مشائخ یہود کرتے تھے۔ اور آج بھی اگر علماء سوء میں سے کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ یقیناً اس آیت کا مصداق ہے لیکن تنخواہ لینے کی وجہ سے یہ آیت علماء حق پر چسپاں کرنا تو یہ ظلم اور زیادتی ہے اور کلام اللہ کی تحریف معنوی ہے کیونکہ تنخواہوں کا جواز تو کتاب وسنت سے ثابت ہے اس لئے آیت

مذکورہ بالا کا مصداق علماء حق نہیں بلکہ علماء سوء ہیں جو غلط مسئلہ بتا کر رشوت لیتے ہیں اور نام اللہ کی آیات کا بدنام کرتے ہیں۔

استدلال نمبر۴: از حدیث القوس یعنی کمان والی حدیث بعض لوگ درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کر کے دینی امور کی تنخواہ کو ناجائز بتاتے ہیں **حدیث القوس حدثنا علی ابن محمد ومحمد بن اسماعیل قالا حدثنا وکیع حدثنا مغیرۃ بن زیاد الموصلی عن عبادۃ بن نسبی عن الاسود بن ثعلبۃ عن عبادۃ بن الصامت قال علمت ناسا من اھل الصفۃ القرآن والکتابۃ فاھدی الی رجل منھم قوسا فقلت لیست بمال واری عنھا فی سبیل اللہ فسالت رسول اللہ فقال ان سرک تطوق طوقا من نار فاقبلھا** (ابن ماجہ ص۱۵۷)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن مجید اور کتاب کی تعلیم دی تو ان میں سے ایک آدمی نے مجھے کمان ہدیہ دی میں نے کہا میں نے تو اللہ کے لئے قرآن پڑھایا ہے اس پر میں مال قبول نہیں کرتا تو میں نے آپ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو آگ کا طوق گلے میں پہننا پسند کرتا ہے تو اس کو قبول کر لے۔

الجواب باسم ملہم الصواب: بعض علماء اسلام نے اس روایت کو حدیث بخاری ﴿ان احق ما اخذتم علیہ اجرا﴾ کتاب اللہ سے منسوخ قرار دیا ہے اور بعض علماء اسلام نے فرمایا کہ چونکہ حضرت عبادہ بن صامت نے شروع سے اللہ کے لئے پڑھانے کی نیت کر لی تھی اور معاوضہ لینے کا تصور نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس کو معاوضہ لینے سے منع فرمایا لہٰذا جو شخص ابتداء سے تنخواہ طے کر لے تو وہ اس حدیث کی رو سے ممنوع نہیں ہے کیونکہ

حدیث زیر بحث کا تعلق ایک خاص صورت سے ہے کہ آدمی دل میں رضاء الٰہی اور تنخواہ نہ لینے کی نیت کرلے (دیکھئے حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۵۷)

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ناقابل احتجاج ہے کیونکہ اس کا ایک راوی اسود بن ثعلبہ غیر معروف اور مجہول ہے (دیکھئے حاشیہ ابن ماجہ بحوالہ میزان الاعتدال)

نیز اس حدیث کا ایک راوی مغیرہ بن زیاد بجلی موصلی ہے اس کے بارے میں امام حاکم ابوعبداللہ فرماتے ہیں: **المغیرة بن زیاد یقال له ابو هشام المکفوف صاحب مناکر لم یختلفوا فی ترکه یقال انه حدیث عن عبادة بن نسی بحدیث موضوع** (تهذیب التهذیب ج۵ ص ۵۱۰)

یعنی مغیرہ بن زیاد کو ابوہشام المکفوف کہا جاتا ہے۔ یہ صاحب مناکر ہے یعنی منکر حدیثیں بیان کرتا ہے اور یہ بلا اختلاف متروک راوی ہے کہا جاتا ہے کہ اس نے حضرت عبادہ بن نسی سے ایک موضوع حدیث نقل کی ہے اور امام عبدالبر فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کمان والی حدیث اس کے منکر حدیثوں میں سے شمار ہوتی ہے (تہذیب الہذیب ج۵ ص۵۱۱)

استدلال نمبر ۵: ازحدیث القوس (۲) **حدثنا سهل بن ابی سهل حدثنا یحیی بن سعید عن ثور بن یزید حدثنی عبد الرحمن بن مسلم عن عطیة الکلاعی عن ابی ابن کعب قال علمت رجلا القران فاهدی الی قوسا فذکرت ذالک لرسول الله ﷺ فقال ان اخذتها اخذت قوسا من نار فرددتها** (ابن ماجه ص۱۵۷)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا اور اس نے مجھے کمان ہدیہ دی تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تو نے وہ کمان لے لی تو آگ کی کمان لی پس میں نے وہ واپس کردی۔

الجواب باسم ملہم الصواب: اولا: یہ روایت منسوخ ہے۔ثانیا: اس صورت پر محمول ہے کہ ابتداء پڑھانے والے کی نیت صرف ثواب کے لئے تھی معاوضہ لینے کا خیال نہ تھا۔

ثالثا: اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن مسلم ہے جس کے بارے میں خود ابن ماجہ کے اندر اس کے نام کے نیچے لکھا ہے۔ مجہول یعنی عبدالرحمٰن بن مسلم مجہول راوی ہے تو جب اس حدیث کا راوی مجہول ہے۔ تو یہ حدیث کیسے قابل احتجاج بن سکتی ہے؟

خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت: کیپٹن مسعود الدین عثمانی اور انہی کے طرح دوسرے ہویٰ پرست اور فرقہ ساز لوگ عجیب ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔ جب علمائے اسلام اپنے عقائد ونظریات کو ثابت کرنے کے لئے کتاب وسنت کے دلائل کا انبار لگا دیتے ہیں۔ تو یہ لوگ رجال کی کتابیں کھول کر احادیث کے راویوں پر جرح شروع کر دیتے ہیں کہ اس حدیث کا فلاں راوی ضعیف ہے، منکر یا مجہول ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب ان ہویٰ پرستوں کو اپنے مطلب کی حدیث مل جائے تو پھر راویوں سے آنکھوں کو بند کر کے اس کو اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ حدیث منکر ہوتی ہے اور اس کا راوی مجہول ہوتا ہے لیکن یہ ہویٰ پرست دھوکہ دیتے ہیں اور راویوں پر بالکل بحث نہیں کرتے۔ بلکہ سند ہی نہیں لکھتے تاکہ دجل وفریب پر پردہ پڑا رہے۔ اور جو حدیث ان کی خواہش کے خلاف ہوتی ہے تو اس کی باقاعدہ سند بیان کرتے ہیں اور اس کا فوٹو اسٹیٹ دیتے ہیں پھر راویوں پر برستے ہیں اسی غیر منصفانہ تحقیق کرنے والوں کو بندہ ہویٰ پرست اور فرقہ ساز کہتا ہے کیونکہ ان کے لینے کے پیمانے اور ہیں اور دینے کے پیمانے اور ہیں۔ بہرحال مذکورہ بالا دونوں حدیثیں منکر ہیں۔ ان کے راوی مجہول ہیں لیکن یار لوگوں نے آنکھیں بند کر کے بغیر سند بیان کئے ان کو پیش کر دیا ہے۔

استدلال نمبر ۶: مشکوۃ شریف میں ایک حدیث مروی ہے: **عن عمران بن حصین انہ مر علی قاص یقرء القران ثم یسئل فاسترجع ثم قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من قرأ القراٰن فلیسئال اللہ بہ فانہ سیجیء اقوام یقرء ون القراٰن یسئالون بہ الناس** (رواہ احمد والترمذی، مشکوۃ ص ۱۹۲)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک قصہ گو کے قریب گزرے وہ قرآن پڑھتا تھا پھر لوگوں سے بھیک مانگتا تھا تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے یقیناً عنقریب ایسی قوم آئے گی جو قرآن پڑھیں گے قرآن کے ذریعے لوگوں سے سوال کریں گے۔

الجواب باسم ملہم الصواب: اس حدیث اور اسی جیسی دوسری احادیث کا مطلب واضح ہے کہ کوئی گدا اگر قرآن پڑھ کر لوگوں سے بھیک مانگے تو یہ یقیناً ایک قبیح حرکت اور ممنوع کام ہے۔ لیکن جو علماء معلمین بچوں کی تعلیم میں مشغول ہیں ان کی تنخواہ کے عدم جواز پر اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ کیونکہ علماء اسلام نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ معلمین کو جو تنخواہ ملتی ہے اس کو قرآن مجید کا معاوضہ نہ سمجھنا چاہئے یہ تنخواہ دراصل وقت اور ان قیودات اور شرائط کا معاوضہ ہے جو معلمین پر عائد کی جاتی ہیں۔ لہٰذا حدیث مذکورہ بالا میں جو صورت ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پڑھ کر اپنی ذات کے لئے بھیک نہ مانگی جائے۔

استدلال نمبر ۷: مشکوۃ شریف میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو آپ ﷺ نے ہدایت دیتے ہوئے فرمایا ﴿**واتخذمو ذنا لا یاخذ**

علی اذانہ اجرا﴾ (رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی ،مشکوۃ ص ۶۵)

ترجمہ: ایسے شخص کو موذن مقرر کرنا جو اپنی اذان کی اجرت نہ لے۔

الجواب باسم ملہم الصواب: نسائی شریف کے حاشیہ پر لکھا ہے ﴿**محمول علی الندب عند کثیر وقد اجاز واالخذ الاجرہ﴾** (حاشیہ نسائی ج ا ص ۷۸)

ترجمہ: آپ ﷺ کا یہ ارشاد استحباب پر محمول ہے اکثر علماء اسلام کے نزدیک اور انہوں نے اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔

یعنی مستحب اور افضل یہ ہے کہ اجرت نہ لے اور اگر لے لے تو جائز ہے۔ کیونکہ جواز کے دلائل بکثرت موجود ہیں جن کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے حضرت مولنا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ طیبی کے حوالے سے لکھتے ہیں ﴿**تمسک بہ من منع الاستیجار علی الاذان ولا دلیل فیہ لجواز انہ ﷺ امرہ بذلک اخذ للافضل کذا قالہ الطیبی﴾**
(التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح ج ا ص ۲۹۹)

ترجمہ: جو لوگ اذان پر اجرت لینے سے منع کرتے ہیں انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا ہو یعنی افضل یہ ہے کہ موذن اجرت نہ لے لیکن دیگر دلائل کیوجہ سے لینا بھی جائز ہے۔

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک باب یوں قائم کیا ہے ﴿**باب علی الرخصة فی ذلک﴾** اور اس کے تحت یہ حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے اپنے موذن حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان پوری کرنے کے بعد چاندی کی تھیلی عطا فرمائی جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔
(حاشیہ نسائی ص ۷۸)

بہر حال ! یہ حقیقت ہے کہ نیکی کے کاموں پر اور دینی امور پر اجرت لینے کے دلائل ممانعت کے دلائل سے بہت زیادہ ہیں اور اسی میں احکام اسلام کی بقاء ہے اور اسی میں اشاعت دین ہے۔اسی لئے علماء اسلام نے ﴿اخذ الاجرۃ علی الطاعة﴾ پر اجماع اور اتفاق کیا ہے اور ممانعت اور رخصت کے دلائل کے درمیان مختلف طریقوں سے تطبیق کی بھی کوشش کی ہے۔

تطبیق کی صورتیں:

ممانعت اور رخصت کے دلائل میں تطبیق کی صورتیں ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ شیخ الحدیث ترجمان اہل السنّت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''صرف اجمالی طور پر یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جن بعض آیات اور احادیث سے عدم جواز اجرت بر تعلیم قرآن کریم پر استدلال کیا گیا ہے وہ ممانعت میں نص اور متعین المعنی نہیں۔اگر ایسا ہوتا تو محال تھا کہ حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرات ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء کرام اور متاخرین حضرات فقہاء احناف اس کے خلاف فتوی صادر کرتے کیونکہ قرآن کریم کی وہ آیات اور احادیث ان کے پیش نظر بھی تھیں اور احادیث اس سلسلہ کی اکثر و بیشتر ضعیف ہیں اور اگر بعض صحیح ہیں تو حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان کے منسوخ ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو سراج المنیر ج ۳ ص ۳۲۲ للعزیزی ،راہ سنت ص ۲۵۹، اور یہی بات احسن الفتاوی ج ۷ ص ۲۸۰، ۲۸۱ پر بھی ملاحظہ فرمائیں)

سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کی توجیہات

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا امام اعظم امام ابو

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ عدم جواز کی چند توجیہات بیان فرمائی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

حضرات فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ) سے تعلیم القرآن کریم پر اجرت لینا مکروہ اور ممنوع نقل کیا ہے۔ انہوں نے کمال ورع اور تقویٰ کی بناء پر ان دینی امور پر اجرت لینا منع کیا؟ یا مالدار اور غنی لوگوں کے لئے انہوں نے لینا مکروہ کہا؟ یا اس لئے کہ ان دینی کاموں پر اجرت لینے کو مقصود بالذات سمجھ کر دنیا بٹورنے کا ذریعہ نہ بنا لیا جائے؟ اور یا اس لئے کہ خیر القرون میں نادار اور مفلس خدام دین کو باقاعدہ بیت المال سے تنخواہیں اور وظیفے ملتے اس لئے ان لوگوں کو الگ اجرت اور تنخواہ لینا مکروہ سمجھا؟ الغرض حضرت امام صاحب کے اس فتویٰ کی بنیاد کئی امور پر ہو سکتی ہے اور انہی کے فتویٰ پر صاد کہتے ہوئے حضرات متقدمین فقہاء احناف رحمۃ اللہ علیہم نے اس اجرت کو مکروہ فرمایا۔ لیکن جب بیت المال کا نظام درہم برہم ہو گیا تو حضرات فقہاء احناف میں متاخرین حضرات کو زمانہ کی اہم ضرورت کے بارے میں سوچنا پڑا اور پھر انہوں نے متفقہ طور پر جواز کا فتویٰ دیا۔

(راہ سنت ص ۲۵۸ اور یہی توجیہات احسن الفتاوی ج ۷ ص ۲۸۰ پر بھی ثبت ہے)

قارئین کرام! آپ نے علماء اسلام کی زبانی رخصت اور ممانعت کی روایات میں تطبیق کی صورتیں بھی سن لیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی توجیہات بھی معلوم کر لیں۔ اب بندہ عاجز ان ہویٰ پرستوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہے جس سے ان کے خود ساختہ ضابطہ کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ نیکی کے کاموں اور دینی امور پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

ہویٰ پرستوں سے ایک اہم سوال:

گزارش یہ ہے کہ آپ لوگ کن کاموں کو دینی امور سمجھتے ہو اور کن کو نیکی کے کام

جانتے ہو؟ کیا خلافت اوراس کی ذمہ داریاں دینی کام میں ہیں یا نہیں؟ جہاد، تبلیغ، رسول اللہ ﷺ کی حمایت وحفاظت دینی کام ہیں یا نہیں؟ یتیم بچے کی تربیت، کفالت اوراس کے مال کی خبر گیری کرنا اوراس کو دودھ پلانا نیکی کا کام ہے یا نہیں؟ قضاء یعنی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا، شرعی حدوداور تعزیرات کو نافذ کرنا، ملک کا دفاع کرنا، کسی مسلمان پر پہرہ دینا دینی کام ہیں یا نہیں؟ زکوۃ وصول کرنا، نکاح کرنا اورامامت وخطابت دینی امور ہیں یا نہیں؟ تعلیم قرآن، تدریس دین نیکی کے کام ہیں یا نہیں؟ بہرحال وضاحت فرمائیں کہ آپ لوگ کن کاموں کو نیکی کے کام اور دینی امور سمجھتے ہیں اور کن کو نہیں اور پھر یہ وضاحت فرمائیں کہ کن نیکی کے کاموں کی اجرت جائز ہے اور کن کی ناجائز ہے اور یہ بھی واضح کریں کہ کیا وجہ ہے کہ نیکی کے بعض کاموں پر تنخواہ جائز اور بعض پر ناجائز ہے۔ آخر وجہ فرق کیا ہے؟ پھر وہ دلائل بھی پیش کریں جن سے ثابت ہو کہ فلاں فلاں دینی کاموں کی اجرت جائز ہے اور فلاں فلاں کی ناجائز ہے۔

ایک ضروری وضاحت:

کتاب وسنت کی روشنی میں علماء اسلام نے فرمایا کہ تنخواہ ان امور کی جائز ہے جو فرض کفایہ ہیں جن کو بعض لوگ سرانجام دے دیں تو باقیوں کے سر گناہ نہ رہے مثلا امامت خطابت اور تعلیم وغیرہ ایسے فرض کفایہ ہیں کہ اس دور میں ان کو بغیر تنخواہ کے قائم رکھنا مشکل ہے۔ لہٰذا ایک فرض کفایہ کو برقرار رکھنے کے لئے مجبوراً اور ضرورۃً تنخواہ دینا اور لینا جائز ہے البتہ خود نماز پڑھنا چونکہ فرض عین ہے اور نماز پڑھانا چونکہ فرض کفایہ ہے۔ لہٰذا اس کی تنخواہ بوقت ضرورت جائز ہے۔

ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی پر اجرت نہیں

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ضرورت کے تحت فرض کفایہ کو قائم رکھنے کے لئے اجرت وتنخواہ جائز ہے تو یہ بات خود بخود واضح ہو گئی کہ ایصال ثواب کے لئے جو قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ تو اس کی اجرت ومعاوضہ جائز نہیں ہے۔

کیونکہ ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنا فرض کفایہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستحب عمل ہے اور مستحب پر عمل کرنا اور اس کو قائم رکھنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ لہٰذا عدم ضرورت کی وجہ سے اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے کیونکہ فرض کفایہ اگر یکسر متروک ہو جائے تو گناہ ہے اور اگر مستحب متروک ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے لہٰذا فرض کفایہ میں ضرورت ہے اور مستحب میں نہیں ہے۔

نماز تراویح میں قرآن سننے اور سنانے کی اجرت جائز نہیں

چونکہ نماز تراویح میں جو قرآن مجید پڑھا اور سنا جاتا ہے وہ بھی ایک مستحب عمل ہے اگرچہ نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے لیکن نماز تراویح میں ختم قرآن ایک مستحب کام ہے لہٰذا اس میں بھی اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے۔ اگر فی سبیل اللہ سنانے والا حافظ نہیں مل رہا ہے تو سورتوں کے ذریعہ نماز تراویح ادا کی جائے۔ ایک مستحب عمل کو قائم رکھنے کے لئے تنخواہ اور اجرت جائز نہیں ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی راہ صراط مستقیم پر چل کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت نصیب فرمائے اور ہر قسم کی بے دینی بے راہ روی، الحاد وزندقہ، ہوئی پرستی، فرقہ سازی اور گمراہی سے محفوظ فرمائے ۔ اٰمین یا رب العالمین الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات .

اللهم صل علی سیدنا ومولانا محمد صلوة تنجینا بها من الاهوال والاٰفات وتقضی لنا بها جمیع الحاجات وتطهرنا بها من جمیع السیئاٰت وترفعنا بها عندک اعلی الدرجات وتبلغنا بها اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیوة وبعد الممات انک علی کل شئ قدیر .

اللهم صل علی روح محمد فی الارواح وعلی جسد محمد فی الاجساد وعلی قبر محمد فی القبور بعد د من قعد وقام وبعدد من صل وصام الی یوم الدین وبعد یوم الدین آمین .

کتبہ: ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

خادم جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ تحصیل لیاقت پور

۳ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بروز سوموار

بوقت تین بج کر پچاس منٹ

بمقام جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ

بمطابق ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۴ء